بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب

الفین



مؤلف

علامہ حلّی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ثاقب پبلی کیشنز

لاہور پاکستان

بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب

الفین

مؤلف

علامہ حلّی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حجتہ الاسلام مولانا غلام حسنین رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ثاقب پبلی کیشنز لاہور پاکستان

نام کتاب: ——— **الفین**

مؤلّف : ——— علامہ حلّی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : ——— حجۃ الاسلام مولانا غلام حسنین رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

★ المؤسّسۃ الاسلامیہ لاہور پاکستان

★ ثاقب پبلی کیشنز لاہور پاکستان

★ افتخار بکڈپو مین بازار کرشن نگر لاہور

★ ساجد برادرز بُک سنٹر 15 مسلم سنٹر چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور

★ کریم پبلی کیشنز سمیع سنٹر 38 اردو بازار لاہور

★ مکتبۃ الرضا 8-بیسمنٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

★ المرتضٰی بک سنٹر ہنزہ چوک گلگت

★ علمی کتاب خانہ نزد نیشنل بنک سکردو

★ اسلامی تبلیغاتی مرکز قتل گاہ شریف سکردو

فہرست

فہرست (حصہ دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد اور اس کا شکر تو ہر ایک نعمت پر واجب ہے! مگر جس نعمت سے اِتمام نعمت کیا ہے اُس کی شکر گزاری اور ستائش اسی قدر واجب ہے کہ یہ اسی شکر گزاری کا آخری درجہ ہو اِتمام نعمتِ اکمالِ دین کے ساتھ ہے اِسی نقطہ نظر سے پہلے فرمایا: **الیوم اکملت لکم دینکم** بطورِ عطف تفسیری ارشاد ہوا **واتممت علیکم نعمتی** ہر اس نعمت کی تعین اور تفسیر بھی فرمادی **ورضیت لکم الاسلام دیناً** پھر جب ہم سورہ فاتحہ کی آیت صراط مستقیم کی شناخت کو سوچیں اس میں صاف وارد ہے۔ **صراط الذین انعمت علیهم** سے صاف ظاہر ہوتا ہے یہ اتمام نعمت اُسی امام کے لیے ہوا ہے جس کی پیروی کرنی ہم سب پر واجب ہے اب معلوم ہوا کہ اکمالِ دین ہی سے اِتمامِ نعمت ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور خوشنودیٔ خدا بھی اسی میں ہے۔ کہ جو چیز اسلام میں آخری تعلیم ہے اور جس کے اعلان کے واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود خوفِ منافقین کے ایسا اہتمام فرمایا جو کسی مسئلۂ اسلامیہ کے اظہار میں کبھی نہیں کیا تھا اور جس خوف سے بے خوف رہنے کا وعدہ خود خدا نے **واللّٰہ یعصمک من الناس** سے کردیا وہ کون سی نعمت ہے جو متمم نعمت ہائے الٰہی ہے نصب خلیفہ اور امام۔ جیسا کہ خم غدیر میں ہوا اور جس اولی الامر کی اطاعت مثلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے واجب کی تھی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک لاکھ یا بتیس ہزار کے سامنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پکار کر کہہ دیا

من کنت مولا فهذا علی مولاهُ

علی مولیٰ بان معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ

درود اور سلام منیب اور نائب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ اور اُن کی آل اطہارؑ اور آئمہؑ ابرار پر ہو۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے خاکسار غلام حسنین کہتا ہے کہ امامت اور خلافت کے متعلق جتنی باتوں کا سمجھنا دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ضروری ہے اور جن کی تائید آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے اُن کے بیان میں اگر چہ بہت سی کتابیں علمائے کرام نے لکھیں مگر علامہ حلیؒ کی تصنیف کردہ کتاب الفین جیسی جامع اور جملہ مقاصد حاصل ہونے والی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ چونکہ وہ کتاب ایک بڑی منطقی اور فلسفی تصنیف میں سے ہے اور سب قسم کے دلائل اس میں درج ہیں ترتیب میں دلائل کے مطابق ہمارے زمانہ کے جناب علامہ نے لحاظ فرمایا ہے من جملہ ان کو ایسا خیال ہوا کہ اُن دلائل کو ترتیب کے ساتھ اپنی دیسی زبان میں لکھے تا کہ مبتدی اور متوسط اور منتہی ہر درجہ کے لوگ اپنے اپنے درجہ فہم پر اُس سے نفع اُٹھائیں اور اگر ممکن ہو تو کچھ اور دلائل کا اضافہ بھی کرے اور زیادہ تر لحاظ اس کا بھی رہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ منطق کے نام سے تمام طبقے کو نفرت ہوگئی ہے اگر چہ کسی مطلب کے اثبات میں کوئی تقریر کیسی ہی آسان ہو وہ منطق سے خالی نہیں ہوسکتی لہٰذا میں روزمرہ کی بول چال میں ایسی فصاحت سے اُن دلائل کو لکھوں کہ منطق کی چھاؤں بھی نہ پڑنے پائے اور مطلب پورا ادا ہو جائے۔

ہر ایک عالم اور جاہل جس بات کی اثبات پر کوئی تقریر کرتا ہے قوائد منطق سے جدا ہو کر۔ عقل کے خلاف ہے کہ وہ تقریر کر سکے مگر چونکہ روزمرہ کے محاورہ میں کسی شکل منطق کا اشارہ بھی نہیں ہوتا لہٰذا عموماً وہ تقریر عام فہم معلوم ہوتی ہے پھر اگر یہ تقریر کسی شکلِ منطق پر شامل ہوتی ہے سننے والا جو کچھ اعتراض کرتا ہے قوائد منطق ہی کے برتاؤ سے کرتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں سے اگر پوچھا جائے کہ تم نے اثبات دعویٰ میں کون سی شکل منطق کہی تھی اور معترض سے پوچھا جائے کہ تم نے کس قائدۂ منطق سے اعتراض کیا تھا تو دونوں چپ اور خاموش ہو جائیں گے۔

اب معلوم ہوا کہ قوانینِ قدرت نے ہم کو مجبور کیا ہے کہ ہم جو تقریر کریں ضرور انہیں قوائد پر ہو جو اصولِ منطق سے مطابق یا غیر مطابق ہیں گو ہم ان قوائد کو نہ جانیں۔

پھر اگر ہماری تقریر اصولِ منطق کے مطابق ہے تب معترض کا اعتراض خلافِ اصول کے ہے اور اگر ہماری تقریر مخالف ہے تب معترض کا اعتراض مطابقِ اصول ہوگا۔ اور کبھی ہماری دلیل اور معترض کا اعتراض دونوں مخالفِ اصول کے ہوتے ہیں۔ اس لئے منطق کو علم میزان کہتے ہیں یعنی علم میزان عقلی باتوں کی صحت اور غلطی جانچنے کی ترازو ہے۔

اس بحث کا پورا مفہوم مناسب مقام دلیل ہماری اسی کتاب کے دوسرے حصے میں آئے گا جس کے لکھنے کی اجازت ہم نے علماء دین سے حاصل کر کے ساتھ ہی اپنی کم مائیگیٔ علم کے اعتراف کے ساتھ پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ نیز اہل علم حضرات سے اس حصے کے بارے میں پوچھا گیا تو متفق علیہ رائے دی ہے کہ یہ حصہ طالب علموں کے لیے از حد مفید ہے۔

آغاز مدعا

اس کتاب میں مسئلۂ امامت اور خلافت و نبوت پر بحث کی جائے گی اور اس بحث کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو خدا کے وجود اور واحد ہونے کے قائل اور انبیاء علیہم السلام کا فرستادۂ خدا ہونے کے بھی معتقد ہو۔

ایضاً

ہمارے نبی کی نبوت کا بھی ان کو اقرار اور قرآن کا منزل من اللہ ہونا اس کی بھی تسلیم کرنے والے ہیں اور جو لوگ ان مسائل ثلثہ کے منکر ہیں جیسے دہریہ۔ نیچری یا غیر مسلمین کوئی فرقہ کیوں نہ ہو اُن کو پہلے مسئلہ توحید اور رسالت کا سمجھ لینا ہماری کتب علم کلام سے لازم ہے اور اس کتاب کے دلائل پر ان کو رد اور انکار کا حق

حاصل نہیں ہے اسی وجہ سے اس کتاب میں برہان لمّی اور برہان اِنّی اور جدلی یعنی مقدمات مقبولہ خصم تینوں اقسام کے دلائل رکھے گئے ہیں اور سیاقت دلائل اصول منطقیہ پرنہیں ہے۔

مثال:

ہمارا یہ دعویٰ کہ مثلث متساوی الساقین قائم الزاویہ کے جس خط سے اُس کے قاعدہ کی تنصیف ہوتی ہے اسی خط سے اس کے زاویہ قائمہ کی بھی تنصیف ہوتی ہے اور وہ خط قائدہ پر عمود بھی ہوتا ہے اور برابر نصف قُرہ کے ہوتا ہے۔

اب جب تک شکل (۵) اور (۱۱) اور (۳۲) مقالہ اول اقلیدی تسلیم نہ کیا جائے کبھی یہ دعویٰ ہمارا ثابت نہ ہوگا۔ پھر اگرچہ عقلی دلائل ہم وجوب منصب امام اور اس کے معصوم ہونے پر لکھیں گے مگر توحید اور نبوت کے تسلیم کے بعد وہ دلائل واجب التسلیم ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسئلہ ہندسی (اقلیدس) میں گذرا۔

مثالِ اوّل اغلاطِ منطقیہ

عالم قدیم ہے۔ اور جو قدیم ہے وہ خود بخود موجود ہوا ہے۔ نتیجہ یہ کہ عالم بھی خود بخود موجود ہوا ہے۔

مثالِ دوم:

عالم متغیر ہے اور جو چیز متغیر ہے وہ حادث ہے۔ بس عالم بھی حادث کا ہی نتیجہ ہے۔

ان دونوں مثالوں کو ہم نے اس غرض سے لکھا ہے کہ صاحب عقل سمجھ سکیں کہ دونوں نتیجہ متناقض کیوں پیدا ہوئے آئندہ ہمارے دلائل اور ہمارے مخالف کے دلائل میں اسی بات کی سوچنے کی ضرورت ہوگی اس کو یاد رکھنا ضروری ہے یہ دونوں مثالیں اصولِ منطق میں خطا کرنے کے سبب غلط نتیجہ برآمد ہونے کے ہیں۔

امامؑ کس کو کہتے ہیں

امامؑ کے معنی سردار کے۔ ہیں یا پیشوا کے۔ سردار کا ہونا اس کی ضرورت سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔ سردار قوم' سردار خانہ' سردار قافلہ' سردار فوج وغیرہ وغیرہ یہ سب اقسام سردار کے عام اور خاص کے نزدیک مانے ہوئے ہیں اور یہ بھی سب کے نزدیک مسلم حقیقت ہے کہ سردار وہی شخص ہوتا ہے جو اپنے ماتحت لوگوں میں سب سے زیادہ ان کاموں کی اور اُن خدمتوں کی بجا آوری میں لائق ہو۔

پھر اگر کوئی ایسا آدمی مل جائے کہ جملہ امور انتظامی پر اس کو پورا علم اور پورا تجربہ ہو اور کسی بات میں محتاج دوسرے کا نہ ہو اس سے بہتر تو کوئی شخص لائق سرداری کے نہ ہوگا اور باامرِ مجبوری جب ایسا آدمی نہ ملے تو جہاں تک ممکن ہے وہی سردار سمجھا جائے گا جو اپنے ماتحتوں میں سب سے زیادہ کار آزمودہ اور متدین اور بے لوث ہو کہ اپنے ذاتی نفع کو خواہ اپنے عزیز قریب و دوست احباب کے نفع کو اغیار کے نفع پر مقدم نہ کرے۔

ایضاً

خطا کاری اور بے خطا ہونے میں بھی ترجیح اُسی کو دی جاتی ہے جو خطا کم کرتا ہو اور اگر ایسا کوئی مل جائے جس کے خطا کار نہ ہونے کا ہم کو کسی ذریعہ سے یقین ہو پھر تو سرداری کا عہدہ خاص اُس کے لائق ہے۔ عقل سلیم کا تو یہی تقاضا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ایسا آدمی کوئی ہو بھی سکتا ہے جو کسی بات میں خطا نہ کرے یہ مسئلہ ہماری موضوع بحث سے پہلے ثابت کرنے کے لائق ہے۔ علم کلام میں بحث نبوت کو دیکھو۔ اب یہاں اس کو تسلیم کر لیجئے کہ ہاں خدا کو قدرت ہے ایسے شخص کے پیدا کرنے کی کہ جو معصوم ہو۔ اور ہمارا خطاب چونکہ اس بحث میں جس گروہ کی طرف ہے اہلسنت ان کو تو وجودِ معصوم سے انکار نہیں ہے لہٰذا یہ مسئلہ ہمارا اور ان کا

اتفاقی ہے۔ جب دنیوی انتظامی امور میں امام (سردار) کا ہونا ضروری معلوم ہو چکا اب دینی امور میں دین اور مذہب کے قائل ہیں۔

امام کی تعریف بھی سُن لیجئے۔

پابند مذہب امام کس کو کہتے ہیں

امام وہ آدمی ہے جس کو عام طور پر سرداری اور حکومت حاصل ہوا مور دین اور دنیا کی اس دنیا میں بطور نیابت نبی کے اور وہی خلیفہ نبی بھی کہلاتا ہے۔

ہم لوگ یعنی گروہ شیعہ اور اہلسنت دونوں امام اور خلیفہ اُسی شخص کو کہتے ہیں جس کی یہ تعریف اوپر گزری ہے یہ بھی اتفاقی بات ہے۔

امام کی ضرورت اور وجوب

تمام زمانہ کے صاحبانِ عقل پابندِ مذہب ہوں یا نہ ہوں امام اور سردار کے ضروری ہونے پر فی الجملہ متفق ہیں سوائے چند فرقہ خوارج کے اُن کا یہ قول ہے کہ **لا امرہ الا اللّٰہ** سوائے خدا کی سرداری کے کسی کو سرداری زیبا نہیں ہے جن کی نسبت جناب امیر نے فرمایا ہے **کلمة حق یراد بها الباطل** سچی بات کہتے ہیں مگر معنی اور مراد لینے میں غلطی کرتے ہیں مطلب حضرت کا یہ ہے کہ سرداری بالاصالہ سوائے خدا کے اور کسی کو زیبا نہیں ہے مگر خدا اپنا نائب کر کے کسی کو سردار بنا سکتا ہے تو اس نائب کی سرداری اصالۃً نہ ہوگی اصالۃً تو وہی خدا سردار ہے۔

امام کا ہونا کس وقت ضروری ہے

اس مسئلہ میں بھی اہلِ اسلام کی تین فرقہ ہوگئی۔

پہلا فرقہ (شیعہ گروہ)

یہ کہتا ہے کہ امام کا ہونا ہر وقت ضروری ہے۔

دوسرا گروہ

ابوبکر اصم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس وقت اسلام پر حملہ مخالفانہ کا خوف ہو اور فتنہ اور فساد کے امور ظاہر ہوں اس وقت امام کی ضرورت ہے اور امن کے زمانہ میں اور جب آدمی تعلیم یافتہ شائستہ ہو کر باخود باعدل وانصاف سے کام لیں۔

(اجماع اور کانفرنس اور کمیٹی کر کے)

اس وقت امام کی ضرورت ہی کیا ہے اس فرقہ نے بھی سچی بات کہی مگر مراد میں غلطی کی ہے اس لیے کہ امن کا زمانہ جب ہی ہوگا کہ حاکم اور سردار خواہ اجماع اور پارلیمنٹ یعنی (ارکان کانفرنس) اور ممبران کمیٹی اپنی تجویز اور حکمرانی میں خطا نہ کریں جس سے حق تلفی خلائق کی مٹ جائے اور جب خطا کاروں کا مجمع ہے اور سب جائز الخطاء خود پرست ہیں امن وامان کیونکر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے حاکم! (امام) کی اس وقت بھی ضرورت شدید ہے جس کو بعض امن وامان کا زمانہ یہ فرقہ (یا ہم لوگ) سمجھ رہا ہے۔

ہم ذرا اور بھی توضیح اس مطلب کی اسی جگہ کر دیں دیکھو قرآن مجید ہم کو ہدایت کرتا ہے **ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔** فساد دشت و دریا میں آدمیوں کی بدکرداری سے پیدا ہوتا ہے اگر امام (یا معصوم از خطاء) موجود نہیں ہے اس زمانہ میں حاکم اور رعایا دونوں خطا کار ہیں کبھی مدعی حق پر ہے اور حاکم غلط کاری سے ناحق فیصلہ کرتا ہے اور کبھی حاکم ٹھیک فیصلہ کرتا ہے مگر رعایا اُس کو نہیں مانتی اور کبھی دونوں خطا پر ہیں ان تین صورتوں میں تو امن وامان کبھی ممکن نہیں رہی۔ چوتھی صورت کہ دونوں حق پر ہوں یہ شاذ و نادر کبھی کبھی ہو جاتا ہے اور امام کی موجودگی میں کبھی فیصلہ خلاف حق ہو ہی نہیں سکتا اور رعایا کا تمرد اور سرکشی یہ

خلاف عقل ہر وقت ہے اور اس وقت زیادہ بُرا ہے کہ حاکم عادل معصوم موجود ہو اُس کی مخالفت میں اتمام حجتِ الٰہی بخوبی ہو جاتا ہے اور یہی منصب امام کا ہے۔

اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ وجودِ امام اور سلطانِ عادل کی ہر وقت ضرورت ہے امن کا زمانہ وہی ہے جب امام موجود ہو اور امن سے مراد خطا سے حکم نہ کرنے میں ہے رہا اُمت کا نہ ماننا اس کو آیت مقدسہ ظہر الفساد ظاہر کر چکی ہے۔

تیسرا فرقہ

برعکس ابوبکر اصم کے کہتا ہے کہ امن کے زمانہ میں امام کی ضرورت ہے اس لیے کہ جب آدمیوں کی طبائع عدل و انصاف کو پسند کر رہی ہیں اس وقت اطاعت امام کے احکام شریعت میں پوری ہو گی اور فتنہ و فساد کے زمانہ میں امام کے منصوب کرنے سے فساد زیادہ پیدا ہو گا اور کوئی امام کا مطیع نہ ہو گا اس قولِ مہمل کا موجد فوطی اور اُس کے تابعین ہیں پتھر پڑیں ان کی بے عقلی پر اور کیا کہوں اس لئے کہ دور محال سے تقدم شیٔ علیٰ نفسہ لازم آتا ہے کیونکہ امن واقعی جب ہی ہو گا کہ امام موجود ہو اور اُمت پوری اطاعت بھی کرے لہٰذا وجود امام مقدم ہے وجود امن پر اور وجود امن مقدم ہے وجود امام پر بقول فوطی اب شکل اول سے نتیجہ یہ ہوا کہ وجود امام مقدم ہے وجود امام پر اور شکل رابع سے یہ نتیجہ ہوا کہ وجود امن موقوف ہے وجود امن پر اسی کو اور صریح کہتے ہیں جس سے تقدم شیٔ علیٰ نفسہ لازم آتا ہے۔

امن و امان

خاص و عام کے خیالات میں امن و امان سے مراد یہی ہے کہ قتلِ نفوس غصب حقوق جرائم کی کمی شیر و بکری ایک گھاٹ پر پانی پیئے حکام عدل و انصاف کی سچے اصول پر پابند ہوں رعایا مہذب اخلاقی تعلیم سے ہو کر اصولِ انصاف کی پابند ہو۔

بہشت آنجا کہ آزاری نباشد
کسی را کسے کاری نباشد

ایسا زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں ایک یا دو حاکم خود پرستی اور خطا کاری سے بری ہوں اور قانون الٰہی غیر مبتدل کو خوب سمجھ کر اُسی کی پابندی رعایا اور حکام سب کو یکساں ہو نفسانی خواہشیں اجرائے حدود اور قصاص میں حاکم کوئی رکاوٹ نہ ہوں ماتحت حکام جو حاکم اعلیٰ کے ہیں ان کی نگرانی آخری درجہ اپیل میں اسی حاکم سے متعلق ہو جو خطا کاری اور خود پرستی مراعات بے جا سے بری ہو اور ٹھیک ٹھیک حکم اخیر دینا ہر ایک نزاع اور جھگڑے میں یہ اُس کی خصلت ہو بس یہی امن اور آمان کا زمانہ ہے جس کو ہم ایک لفظ عام یعنی بے خطا اور معصوم حاکم سے تعبیر کرتے ہیں اگر ایسا نہیں ہے کبھی پوری طور پر امن و امان نہ ہوگی بلکہ سراسر ظلم اور غدر ہوگا ہم زمانہ موجود کی مثال اخبارات ملکی سے دیکھ سکتے ہیں اور اوسط سالانہ ماہوار بلکہ روزانہ دیکھ لیجئے کہ جن ممالک یورپ میں تہذیب کا زیادہ تر دعویٰ کیا جاتا ہے اور امن و امان کا زمانہ بغلط خیال کیا جاتا ہے۔ اُنہیں ممالک میں کثرت جرائم کا اوسط بھی بڑھ رہا ہے سبب کیا ہے وہی کہ ظهر الفساد یعنی انسان اپنی خودداری اور آزادیٔ خیال سے قانونِ الٰہی کے حامل امام معصومؑ کے قول سے منحرف ہے اور اسی وجہ سے امامؑ کا ظہور رُک رہا ہے جس کی توضیح کتب کلامیہ میں ہے۔

امام اور خلیفۂ نبی کا مقرر کرنا اُمت کے اختیار میں ہے یا خدا اور نبی کے

اسی مسئلہ کے اختلاف سے اہلِ اسلام میں بڑا تفرقہ پڑ گیا اور جس قدر خرابیاں دین محمدیؐ میں پڑیں اور فرقہ بندی لڑائی جھگڑے خونریزی تبدیلِ احکام شریعہ تاویلِ قرآن اور حدیث جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے سب نتیجہ اسی خراب عقیدہ کا ہے یہاں تک کہ باوجودیکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدا نے اور خدا کی نیابت سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذرا ذرا سی بات کی ہدایت اُمت میں فروگزاشت نہیں کی مگر اتنی بڑی ضروری بات یعنی خلیفۂ رسولؐ اور امام کی مقرر

کرنے میں خدا نے اور رسولؐ نے بالکل سکوت کیا جس کی وجہ سے طرح طرح کی ضلالت اور گمراہی میں اُمت پڑ گئی اور اسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہونے سے دوسرا مسئلہ یعنی امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا اس میں بھی ایسا اختلاف اہلِ اسلام میں ہوا کہ وہی فرقہ جو خلیفہ کا خطاء کار اور غیر معصوم ہونا تجویز کرتا ہے نبی اور رسول کا بھی معصوم ہونا اس کا بھی عموماً خواہ بعض امور میں منکر ہو گیا اور ضرور ہونا ہی چاہیے اس لیے کہ جو کام نبی سے متعلق ہے اصالۃً وہی کام خلیفہ اور امام سے نیابتاً متعلق ہے فرق اس قدر ہے کہ نبی پر شریعت نازل ہوئی ہے اور صاحبِ شریعت ہے اور خلیفہ اور امام اُسی شریعت کا تابع اور محافظ ہے۔

اس کتاب میں ہماری غرض انہی دونوں مسائل پر اہم اور ضروری بحث کرنے کی ہے لہٰذا دو باب یا دو حصہ اس کتاب کے ہم کرتے ہیں۔

پہلا حصہ (یا بابِ اول) اثبات میں اس بات کے کہ اُمت کو اختیار خلیفہ نبی اور امام بنانے کا نہیں بلکہ اس کام کی انجام دہی اصالۃً خدا سے اور نیابتاً نبیؐ سے متعلق ہے اور اس دعویٰ پر دلائل عقلیہ اور نقلیہ موجود ہیں۔ دوسرا حصہ (بابِ دوم) خلیفہ نبی یا امام کا معصوم ہونا براہ عقل اور نقل واجب ہے۔

ضروری تنبیہ

(۱) بابِ اول میں علامہؒ نے ۲۹ دلائل لکھے تھے۔ اور ہم نے ۳۱ دلائل کا اضافہ کر کے جملہ ۶۰ دلائل پوری کر دیے۔

(۲) جو دلیل علامہؒ کی ہے۔ اس میں دو ہندسہ اوپر کا ہندسہ ترتیب کتاب ہذا کا اور نیچے کا ہندسہ شمار اصل کتاب کا۔ مثلاً ۲۱/۱۴ یعنی اصل کتاب الفین کی یہ اکیسویں دلیل ہے اور اس رسالہ کی چودھویں یا ۱۰/۳۵ اصل کتاب کی دسویں دلیل ہے اور یہ تجویز اس واسطے کی ہے کہ ناظرین کتاب ہذا کو الفین عربی میں تلاش کی زیادہ زحمت نہ ہو۔

(۳) ترتیب میں اُلٹ پلٹ بھی کر دیا ہے اس لیے عام فہم دلائل کو پہلے اور دقیق کو پیچھے لکھا ہے۔

(۴) چونکہ اصل کتاب چھاپ تہران غلطی زیادہ تھی اور دوسرا نسخہ صحیح دستیاب نہ ہوا لہٰذا بعض مقامات کا ترجمہ قیاسی کر دیا ہے اور بعض جگہ دو دو اور تین طرح سے ترجمہ کیا ہے تا کہ اصلی غرض جناب علامہؒ کی پوری ادا ہو جائے ایسے مقام پر اشارہ بھی کر دیا ہے۔

(۵) بعض مقامات میں جو فروگزاشت جناب علامہؒ سے ہوگئی تھی خواہ میرے قصورِ فہم سے اصلاح طلب تھیں اُن کو اپنی تجویز سے پورا کر دیا ہے اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہو تو ناظرین معاف کر دیں۔

فان الجواد قد یکبو

وان النار قد تخبُو

و سمیت النسا فالانک ناس

بابِ اوّل:

خلیفہ نبی یا امام کا مقرر کرنا اُمت کی تجویز سے جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تجویز خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لائق ہے۔

دلیلِ اوّل:

امام اور خلیفہ کی تعریف جب آپ کو معلوم ہو چکی اُس کا صاف مطلب یہی ہے کہ خلیفہ جملہ امور دینی اور دینوی میں ہم پر حاکم ہے اور اس کی اطاعت ہم پر مثلِ اطاعت خدا اور رسولؐ کے واجب ہے اور اسی وجہ سے خدا نے اس کو اولی الامر کا خطاب دیا ہے اطیعو اللّٰہ و اطیعوالرسول واولی الامر منکم اور دوسری آیت میں اُس کو ولی کا خطاب دے کر فرمایا ہے۔ انما ولیکم اللّٰہ و

رسوله والذین امنوالایة اس آیت سے بھی خدااور رسول اور امام کی اطاعت اسی طرح ثابت ہوئی جیسے پہلی آیت سے پھر چونکہ خدااور رسول کی حکومت خلائق پر عام طور سے ہے یعنی کوئی مخلوق ایسا نہیں ہے جو خدااور رسول کا محکوم نہ ہو اسی طرح سے امام اور خلیفۂ نبی کا بھی عام طور سے حاکم ہونا اور جملہ امور کی حکمرانی میں اپنی رعایا اور محکومین سے افضل ہونا یہ بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا اُس کا مقرر ہونا ضروری ہے۔

(۳) حاکم وہی شخص ہے جو کسی امر میں اپنی رعایا کا محکوم نہ ہو اور نہ کسی امر میں رعایا کے مشورہ اور تجویز کا محتاج نہ ہو۔ پھر اگر کسی امر میں رعایا کا محکوم ہو گا وہ حاکم اس امر میں عام تر رہے گا بلکہ اُس امر میں رعایا حاکم ہو گی اور وہ خود تابع اور محکوم رعایا کا ہو گا اور امام ہم اس کو کہہ چکے ہیں جو ہر امر میں حاکم رعایا پر ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ہمارا بنایا ہوا خلیفہ ہمارا محکوم ہے۔

(۴) ایسا آدمی جس کو تمام اُمت پر حکومت عام طور سے ہو اس کی لیاقت یا تو رعایا کے ہر فرد بشر کو ہے یا چند اشخاص کو دونوں صورتوں میں رعایا محتاجِ امام یا سلطان واحد کی نہیں ہے۔

اس لئے کہ محتاج تو آدمی اُسی امر میں دوسرے کا ہوتا ہے جس کو وہ خود کر نہ سکے یا اُس کو جان نہ سکے اور جب ہر فرد بشر لوازمِ امامت کو جانتا ہے اور کر سکتا ہے پھر ہر شخص جملہ صفات اور لوازمِ امامت اور سلطنت میں امام کی برابر ہے اب ایک شخص کو تمام اُمت پر حاکم بنانا اور سب کو اس کا محکوم بنانا یہی ترجیح بلا مرجح کہلاتی ہے اگر چند اشخاص ایسے ہیں کہ کہ تمام صفاتِ امامت اُن میں موجود ہیں پھر ان میں سے ایک کی تخصیص عہدۂ امامت کی کیوں مسلم ہو گی بلکہ نائی کی برأت میں سب ٹھاکر ہی ٹھاکر۔

اور اگر چند اشخاص میں جدا جدا صفات امامت ہیں تو ہر واحد شناخت امام

میں ناقص اور محتاج دوسرے کا ہے کسی کی شناخت پوری نہ ہوئی پھر تقرر خلیفہ کیا کر سکتا ہے۔ علاوہ برآن شناخت اِس امر کی کہ فلاں شخص جامع جمیع صفات امامت ہے یہ اس امر پر موقوف ہے کہ اُن سب امورِ لوازمِ امامت کو ہم جانتے ہیں۔

ایضاً

یہ بھی ہم کو معلوم ہو کہ زید مثلاً جامع جمیعِ اوصافِ امامت ہے اور کبھی زید سے ایسا قول یا فعل صادر نہ ہوگا جو عدل اور انصاف اور درستی نظام سلطنت (امامت) کی خلاف ہو یہ بات اُسی کو معلوم ہو سکتی ہے جو عواقب امور پر پوری واقفیت رکھتا ہو (عالم الغیب)

لہٰذا اگر فرض بھی کیا جائے کہ اُمت میں دو چار دس بیس آدمی ایسے صاحبِ علم اور ادراک ہیں کہ زید کی قابلیت امامت کو پہچان لیں مگر اس امر کا علم اُن کو نہیں کہ زید کبھی خلافِ عدل اور انصاف نہ کرے گا نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں اگر زید کو اپنا امام بنایا اور اس سے خلاف عدل اور انصاف کوئی فعل یا قول صادر ہوا اب فرمائیے کیا ہوگا ہوتا کیا یہی ہوگا کہ زید (عثمان) کو معزول کرو اور دوسرا خلیفہ بنا دو۔ دوسرا بنا دو یا تیسرا بلکہ ہزاروں خلیفہ بنا دو اور بدلتے رہو جب تک وہی شخص عالمِ عواقب امور (خدا یا نبی) اپنا خلیفہ کسی کو نہ بنائے گا یہ جھگڑا بدنظمی امور دینی اور دینوی کا برابر چلا جائے گا اور غرض مطلوب کا پورا ہونا کبھی یقینی نہ ہوگا۔

دوسری دلیل

(۲) خلافتِ نبی اور امامت کو وہی لوازم اور اسباب درکار ہیں جو اُس نبی کو درکار تھے جس کا یہ خلیفہ ہے فرق اصالۃً اور نیابتاً کا ہے۔

چونکہ انبیا علیہم السلام دو قسم کے تھے بعض کی بعثت خاص کسی قوم یا شہر پر تھی اور بعض کی بعثت عام کہ جن اور انس اور وحش وطیور وغیرہ مخلوقاتِ الٰہی پر۔ ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی قسم کے نبی تھے پڑھو سورہ جن کو قرآن

مجید میں اور پڑھو تاریخی حالات حضوری حیوانات کو اوران کی حاجت روائی اور ان سے پیش آمد ہمارے نبی کی اور علم منطق الطیر کا حضور کو ہونا اور انسان کی زبان ہائے مختلفہ کو سمجھنا اب ایسے اولی العزم نبی کا خلیفہ اور نائب اُسی کو ہونا سزاوار ہے جو ان سب امور کو زمانۂ غیر موجودگیٔ نبی میں انجام دے سکے اب اگر تمام دنیا کے آدمی اجماع کر کے کسی کو خلیفہ ہمارے نبی کا بنائیں ان امور کی بجاآوری کی لیاقت کسی فرد بشر میں اُن کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے سوائے اُسی خلیفہ اور امام کے جس کو نبی نے بحکم خدا اپنا خلیفہ بنایا ہو جن اور حیوانات کے واقعات کو جانے دیجئے۔ حضرت شہر بانو کا قصہ جب بندی عجم کے آئی ہے اور اپنی زبان فارسی میں جناب شہر بانو نے کچھ یزد جُرد کے حق میں کہا خلیفہ صاحب سمجھے کہ مجھے سخت وست کہہ رہی ہیں اور قریب تھا کہ کوئی تشدد اُن کی نسبت کیا جائے خیریت گزری کہ حضرت سلمان فارسیؓ موجود تھے اُنہوں نے ترجمہ کر کے سمجھایا تب خلیفہ صاحب کا غصہ فرو ہوا مگر حضرت سلمانؓ کو علم منطق الطیر نہ تھا کہ بوقت ضرورت حیوانات اور پرند کی زبان کا ترجمہ کرتے۔

اسی طرح ہند اور چین وغیرہ کے لوگ ہمارے آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں آتے تھے اور اُنہی کے زبان میں اُن کے سوالات کا جواب ملتا تھا عبرانی اور سُریانی زبان میں کتب مقدسہ آسمانی سے استدلال یہود اور نصاریٰ اور صائبین پر یہ سب کچھ اُنہیں خلفاء سے انجام پاتا تھا جن کو خدا نے امام اور نائب رسول بنایا تھا اور اُمت کے بنائے خلیفہ ایسے مواقع میں پادرگل ہو کر ان کی خلافت کا برغلط ہونا بخوبی سب پر ظاہر ہو جاتا تھا یہ دلیل اگرچہ واقعات پر مبنی ہے مگر اصل اس کی محض عقلی ہے کہ نائب کو منیب کے عہدہ کے لوازم اور اسباب کا اپنی ذات میں موجود رکھنا شرط ضروری ہے۔

تیسری دلیل

(۳) خلیفہ بنانا تمام اُمت پر واجب ہونے کا عقیدہ جو اہلسنت کا ہے یہ

واجب عینی ہے یا واجب کفائی اور اس کا برتاؤ بھی خلف صالح خیر القرون صحابہ بلکہ خلفائے ثلثہ نے کیا یا نہیں کیا ہے جن کی خلافت کے صحیح ہونے کی غرض سے یہ عقیدۂ باطلہ اہلسنت نے اختیار کیا ہے اُنہوں نے خود اس عقیدہ کو اپنے فعل سے باطل کر دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل پہلے ہم کر لیں اس کے بعد پھر اس عقیدہ فاسدہ کا ابطال کریں۔

ابن اثیر جذری

نے اپنی تاریخ کامل میں سنہ ۴۰ ھ کے حالات میں لکھا ہے جب معاویہ نے مکہ معظّمہ میں یزید کے واسطے بیعت لینے پر عبادلہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار صحابہ جن کا نام عبداللہ تھا) کو جمع کیا اور ان میں امام حسینؑ بھی تھے چاروں نے بالاتفاق عبداللہ بن زبیر کو معاویہ سے ردوقدح (بحث وتکرار) کرنے کی رائے دی۔ عبداللہ بن زبیر کہنے لگے کہ تین طریقوں میں سے آپ کو (معاویہ کو) اختیار ہے جو پسند ہو اس کو اختیار کیجئے (یا وہ کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے کہ آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور اُمت نے ابوبکر کو پسند کیا (غلط ہے فقط حضرت عمر نے) (۲) وہ کیجئے جو حضرت ابوبکر نے کیا عمر کو اپنا خلیفہ بنایا۔ باوجودیکہ صحابہ چلاتے رہے کہ ہم پر ایسے سخت آدمی کو حاکم نہ کیجئے۔ (۳) یا وہ کیجئے جو حضرت عمر نے کیا کہ مشورے پر اس کو چھوڑ دیا معاویہ نے کہا بس اور کسی کو کچھ کہنا ہے سبھوں نے کہا کہ نہیں تب معاویہ نے اپنے سرہنگ (بہادری) بیگی سے کہا تلوار ننگی کر کے چاروں کی گردن پر کھڑے ہو کر ان کو حریم کعبہ میں لے جا کر یزید کی بیعت لے لو اور کہہ دیا تھا کہ جو کوئی ان میں سے لا اور نعم بولے تو اس کا سر تلوار سے اُڑا دینا۔

اب یہ چوتھا طریقہ خلیفہ بنانے کا ہے اب کہئے آپ کا عقیدہ کہ اُمت کو اختیار ہے اجماع کر کے خلیفہ بنائے اِس کا برتاؤ کس خلیفہ کی نسبت ہوا اور آپ کی

خلفائے راشدین (بلفظ تثنیہ) خود ہی آپ کے عقیدہ کو باطل کر گئی یا اپنی خلافت کو آپ کے عقیدہ سے مخالفت کر کے باطل کر گئے ہمارے دونوں بیٹھی اگرچہ واقعات اور چیز ہیں اور دلیل اور چیز ہے مگر دلیل انّی تو ضرور واقعات سے پیدا ہوتی ہے اور ہم کو اس عقیدہ کا باطل کرنا مطلوب ہے پھر چونکہ یہ واقعہ تاریخی متواترات سے ہے جس کے واقع ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے لہٰذا ابطال اختیارات کے پوری دلیل ہے۔

شبہہ اہلسنت

خلافت خلفائے ثلثہ کی کسی طور سے اس کی ابتدا ہوئی مگر جب اُمت نے اس کو تسلیم کر لیا بس اختیارِ اُمت ثابت ہو گیا۔

جواب:

خلیفہ بنانا جو کل اُمت پر آپ واجب کرتے ہیں یہ اور بات ہے اور بنائے ہوئے کو قبول کر لینا یہ اور بات ہے اب تو آپ کو یہ عقیدہ کرنا چاہئے کہ خلیفہ کسی طرح سے بنایا جائے اُمت کو اُس کا قبول کر لینا واجب ہے اس عقیدہ میں اور عقیدۂ اختیار میں بڑا فرق ہے۔

چوتھی دلیل

(۴) اُمت کو خلیفہ بنانے کا اختیار اس کے کیا معنیٰ ہیں ان کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ تخت کا بنانا۔ یا گھر بنانا۔ کوئی چیز بنانی فرض کرو اُس کے معنی تو یہی ہیں کہ اس میں ہمارے کرنے سے وہ بات پیدا ہو جائے جو اُس شے کے بن جانے کو کافی ہو۔

تخت بنانے میں کبھی تو اُس کی اجزاء پٹی پایہ تختے بنے بنائی ہوئی ہم ان کو فقط جوڑ دیتے ہیں اور کبھی اُن اجزاء کو بھی ہم بناتے ہیں اور ان کو جوڑ کر تخت بھی ہم بنا لیتے ہیں۔

پہلی صورت میں جو لوازم اور اسباب اور اجزاء تخت بننے کے ہیں وہ بنے بنائے ہوئی ہم کو ملتے فقط جوڑنا ہمارا کام ہوتا ہے اس وقت تخت کا بنانا کسی قدر تو ہمارا کام ہے اور بہت کچھ اجزاء تخت کیل کانٹا پتھر اور پایہ تختہ وغیرہ لوہار اور نجار کا بھی کام ہے۔ اب خلیفہ نبی کا بنانا جو ہمارے اختیار میں ہے وہ کس طریقہ سے۔ منجملہ ہر دو طریق مذکور بالا سے ہے۔ اگر لوازم اور اسبابِ خلافت اُس خلیفہ میں کسی اور نے مہیا کر دیئے ہیں اور ہم نے ہی اُن لوازم اور اسباب کو کسی شخص میں موجود پا کر اس کو نبی کا خلیفہ بنایا یعنی اس کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا پھر تو ہم نے اپنے کو اس کا محکوم بنایا اُس کا حاکم ہونا یہ ہمارے اختیار سے نہ ہوا اُس کی موصوف بخلافت ہونے میں ہمارے اختیار کو کچھ دخل نہ رہا۔ اور اگر خلیفہ بنانے سے دوسری صورت مراد ہے کہ لوازم اور شروط اور اوصاف خلافت کو بھی ان میں ہم نے پیدا کر دیا جیسے تخت کی پٹی پائی کیل پتھر بھی ہم نے بنائیں اور تخت کو جوڑ بھی دیں یہ مذہب تو کسی کا نہیں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ خلیفہ بنانے کا اختیار ہم کو نہیں ہے بلکہ اس کے مطیع اور فرمانبردار نبی کا اختیار ہم کو ہے اور بعض اس کو یوں ظاہر کیا جاتا ہے کہ خلیفہ ہمارا بنایا ہوا ہے اور ہم کو اس کے نیابت کا اختیار ہے۔

مثال

زید میں جس قدر اوصافِ امامت اور خلافت نبی کے ہیں سب موجود ہیں ہماری تعلیم یا تربیت سے نہیں بلکہ اُس کی ذاتی کردار سے یا خدا کے دین سے دونوں صورتوں میں ہمارے بنانے سے زید قابلِ امامت نہیں ہے اس پر ہمارا اور اہلسنت کا اتفاق ہے اب جھگڑا کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ خدا نے جس طرح زید کو اس قابل بنایا اس کے امام ہونے پر تصریح بھی کر دی اور اہلسنت کہتے ہیں کہ عام طور سے امام کی صفات کو خدا نے بیان فرمایا تصریح نہیں کی ہم کو اختیار دیا کہ تم پہچان کر جس میں یہ صفات ہوں اس کو امام بنا دو اب دیکھ لیجئے گا یہ جھگڑا کیسا ہے دراصل

کچھ بھی نہیں اور اطمینان پورا کس کے عقیدہ میں ہے۔

پانچویں دلیل

(۵) ہمارا بنایا ہوا خلیفہ یا امام اس کی مثال ٹھیک وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے۔ اتعبدون ماتنحتون واللّٰہ خلقکم وما تعملون۔ تُم اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے اور تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو اور خدا نے تم کو پیدا کیا اور جس پتھر کے تم بت بناتے ہو اسے بھی پیدا کیا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جن بتوں کو تم بناتے ہو۔ ان کو اچھا اور سڈول (خوشنما) اور بُرا اور بے ڈول بے ہنگم بنانا تمہارے اختیار میں ہے۔ اور توڑنا اور بگاڑنا سیدھا رکھنا اُلٹا رکھنا لٹانا اور کھڑا رکھنا ہر امر میں وہ تمہارے محکوم ہیں پھر کیونکر وہ تمہارے معبود (حاکم) ہو سکتے ہیں؟۔

معبود برحق (خدا) وہی ہے جس نے تم کو بنایا اور اُس پتھر وغیرہ کو بنایا جس سے تم بت بناتے ہو اس آیت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ہمارا بنایا خلیفہ کبھی ہمارا حاکم نہیں ہو سکتا ہے بلکہ امام وہی ہے جس کو خدا نے بنایا ہے۔

چھٹی دلیل

(۶) موٹی بات ہے کہ جس شخص کو ہم کسی کام پر مقرر کر سکتے ہیں اس کو برطرف بھی کر سکتے ہیں یعنی عزل (برطرفی) اور نصب (کھڑا کرنے) کا اختیار ہم کو یکساں ہے۔ امام ایسا شخص نہیں ہے کہ بعد منصوب ہونے کے معزول ہو سکے اور اگر ایسا ہے کہ ہم کو اس کے امام بنانے اور امامت سے برطرف کرنے کا اختیار ہے وہ امام آقا ٹھہرا کر غلام اور نوکر فرمان بردار۔

ساتویں دلیل

(۷) اگر اُمت (رعایا) کو امام بنانے کا اختیار رہے اور اُمت کو قبائل جدا جدا ہیں تو ہر ایک قبیلہ کو اپنے ہی قبیلہ سے انتخاب امام کا اختیار ہے اور اسی اختیار کی وجہ سے ہر شخص کہہ سکتا ہے منا امیر و منکم امیر اور یہ ہی شور شوریٰ ثقیفہ میں ہوا چلنے اور نہ چلنے کی بات اور لبڑ دھوں دھوں (یعنی شور ہنگامہ بدانتظامی، بدعملی) کی اور ہے حضرت عمر کو سُوجھ گئی کہ جھٹ پٹ (فلتۃً) حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی پھر اس جھگڑے کا طے کرنے والا کون ہے اور فرض یہ ہے کہ سب نفسا نفسی میں گرفتار ہیں لہٰذا انتخابِ صحیح جو سب کی اتفاق رائے سے ہو کبھی نہ ہوگا۔

آٹھویں دلیل

(۸) اُمت نے بالفرض اگر کثرت رائے سے کسی کے امام بنانے پر اتفاق بھی کر لیا اب یا تو اس کی اطاعت کو عام طور سے بلاشرط منظور کیا ہے یعنی نیک اور بد سیاہ اور سفید کا پورا اختیار اس کو دے دیا ہے۔ یا اختیار مشروط ہے یعنی بشرطیکہ خلاف حق اور خلافِ انصاف کوئی امر اس سے واقع نہ ہو عمداً یا سہواً۔

بلاشرط تو کبھی دے نہیں سکتے اس لیے کہ زید معصوم نہیں ہے قدم قدم پر خطاوار ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شرطیہ اُس کی امامت رہے اور ہر وقت خلیفہ آپ کو معرضِ برطرفی میں سمجھے گا جیسے ہمارا خدمت گار ملازم ہوتا ہے۔ اچھی امامت ہوئی اور اچھا امام کیا کہنا سبحان اللہ لہٰذا ضرور ہوگا کہ خلیفہ کے فعل اور قول کے نگرانی کے واسطے ایک کانفرنس یا پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) ہمیشہ قائم رہے کہ اُس کی تجویز سے خلیفہ کی اوامر و نواہی کا نفاذ ہوا کرے اب فرمائیے خلیفہ امام ہے یا یہ کہ پارلیمنٹ اور کانفرنس امام ہے۔

اسی جگہ مجھے یہ بھی کہنے کا حق ہے کہ امام صاحب کی نگرانی جس کانفرنس

سے متعلق کی گئی ہے اس کا ہر ایک ممبر مثلِ امام صاحب کے خطا کار ہے اور خطا کار اگر لاکھ جمع ہوں سب خطا کار ہیں بقول سعدی

خفتہ را خفتہ کئی کند بیدار

ہاں اگر یہ کہے کہ دو غلط مل کر ایک صحیح بنتا ہے اس کی اور بات ہے۔

دفعِ شبہہ

(۱) جمہور کو ترجیح دینے والے عام فریبی کی وجہ سے یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مجمع کا حکم ہر فرد کے حکم سے جدا ہوتا ہے۔ دیکھو چار آدمی مل کر ایک بوجھل (وزنی) تخت اٹھا لیتے ہیں اور چاروں جدا جدا اُسے ہرگز نہیں اٹھا سکتے۔

(۲) سو تار کا ڈورا منقول بٹا ہوا بڑے زور آور سے نہیں ٹوٹ سکتا ہے اور ہر ایک تار جدا جدا کو کمزور بچہ توڑ سکتا ہے از یں قبیل اور بھی چند مثالیں پیش کر کے کہتے ہیں یہ ہے حال پارلیمنٹ اور کمیٹی کا ہے کہ اگرچہ ہر واحد خطا کار ہے مگر مجموعہ خطا کار نہیں ہے بلکہ اجماع معصوم خطا سے ہے اہلِ اسلام کا وہ فرقہ جو اجماعی خلافت کا قائل ہے وہ بھی اسی دلیل کو پیش کر کے نقلی دلیل ایک حدیث ہمارے نبی کی پیش کرتا ہے۔ **لایجتمع امتی علی الضلال** ۔ میری اُمت گمراہی پر اجماع نہ کرے گی۔

پہلے ہم اُس عقلی دلیل پر اگر منصفانہ نظر کریں تو اس کی لغویت بخوبی ظاہر ہو جائے اس لیے کہ اولاً تو مثال ممثل لہ سے مطابق نہیں اِس لیے نظر میں زور جسمانی مفروض ہے اور جس کے واسطے نظیر لاتے ہیں اس میں قوتِ روحانی اور عقلی درکار ہے۔ اجتماع زور جسمانی کو اجتماع قوت ہائے عقلیہ سے تشبیہ دینا اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سراسر لغو ہے کیا کسی شخص کی عقل کو ہم نصف یا چہارم درجہ پر دوسرے کی عقل سے کہہ سکتے ہیں یا کسی کی عقل کو چہار چند دوسرے کی عقل سے یا مجموعہ عقول کو عقل واحد سے بڑا کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

دوسری یہ بات ہے کہ تخت اُٹھانے کی مثال اصول اجرثقیل سے یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے اٹھانے میں جتنی طاقت درکار ہے اگر ایک آدمی میں اتنی طاقت ہوتو تنہا اٹھا لے گا اجتماع کی ضرورت نہیں۔ دیکھو دخانی انجن پانچ سو گھوڑے کی طاقت کا تنہا اتنا بوجھ اٹھالیتا ہے جتنا کہ پانچ سو گھوڑی یا ہزار آدمی مل کر اٹھائیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اجتماع کی ضرورت اس زور کے پورا کرنے کی وجہ سے ہے اگر وہ زور پورا ہو جائے ایک اور دو اور سو اور ہزار سب برابر ہیں۔

یہی حال مفتولی ڈوری کا ہے کہ جتنا زور اُس کے توڑنے میں درکار ہے۔ اگر ایک آدمی میں ہو یا دو آدمی میں اُتنی ہی زور سے ٹوٹ جائے گا۔

لہٰذا مجموعہ کا حکم بلحاظِ اشخاص بدلنا یہ بات نہ رہی بلکہ محض دھوکھا سمجھتے ہیں ہاں ایسی بھی صورتیں ضروری ہیں جن میں مجموعہ کا حکم افراد کے حکم سے جدا ہوتا ہے جس کی پوری تفصیل فلسفہ امورِ عامہ الٰہیات میں ہے۔ پھر جب امور جسمانی میں بھی یہ حکم عام نہیں ہے۔ تو عقلی اور روحانی امور میں اس کا قیاس کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہاں راجہ بھوج (عقل) اور کہاں گنگوا تیلی (قوت جسمانی)۔

اب رہی حدیثِ مقدس وہ کلام حکیم ربانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور نہایت صحیح ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت محمدیؐ کا اتفاق ضلالت اور گمراہی پر نہ ہوگا اور اس کی تفسیر دوسری حدیث میں فرمادی ہے کہ تہتر فرقہ میری اُمت میں ہوں گے سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے۔

اب دیکھیے کہ سب اُمت کا اتفاق ضلالت پر نہ رہا بہتر گمراہ ہیں ایک راہِ راست پر ہے یہ مطلب نہیں کہ جس امر پر میری اُمت کے چند اشخاص اجماع کریں وہ امر ضلالت ہوگا ورنہ ہر ایک فرقہ ضالۃ کا اپنے مذہب پر اجماع ہے اور محض گمراہی پر اجماع۔

نویں دلیل

(۹) امام، خلیفہ اور نبی بنانے کا اختیار اگر انسانی اجماع کو ہے تو اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) تمام دنیا کے جتنے آدمی ہیں جب سب کا اتفاق ہو جائے کسی کی امامت پر تب وہ امام ہو سکتا ہے اور یہ بات تو محال ہے اور کبھی واقع بھی نہیں ہوئی اور نہ کسی کا یہ مذہب ہے۔

(۲) ایک جماعت کثیر کا اتفاق اور اجماع ہو اب جماعتِ کثیر کا کوئی شمار مقرر ہونا ضروری ہے یہ بھی باطل ہے اس لئے کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے کہ پچاس یا سو یا ہزار کا اجماع تقرر امام اور خلیفہ میں درکار ہے اور نہ کسی کا یہ مذہب ہے۔ رہی یہ بات کہ جس قدر زیادہ اشخاص کا اجماع ہوگا تجویز اور تعیین میں امام کے خطا کا احتمال کم ہوگا اس کا تو مقتضا یہ ہے کہ سینکڑوں برس اسی کا انتظار کرتے کرتے بغیر امام اور خلیفہ کے بیٹھے رہو یہ تو اول سے زیادہ لغو ہے۔

(۳) یہ کہ کوئی عدد خاص معین نہیں ہے۔ جس کی تعداد پوری ہو جانے سے اجماع محقق ہو جائے یہ تو سب سے زیادہ لغو ہے۔ صورت یہ ہے کہ ایک کمیٹی پہلے اس کی بنائی جائے جو اہل عقد یعنی ممبران کمیٹی انتخابِ امام اور خلیفہ کر کے مقرر کریں۔

اب اس کمیٹی کے قائم ہونے پر بھی ہم وہی سب باتیں کہیں گے جو امام کے مقرر کرنے کے اجماع پر لکھ چکے اور سب اعتراضات اس پر بھی وارد کریں گے۔

دسویں دلیل

(۱۰) قال اللہ تعالیٰ وما کان لمومن ولا مومنة اذاقضیٰ

اللّٰہ و رسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ فی امرھم۔

کسی مرد مومن یا زن مومنہ کو اپنے امر (دینی یا دنیوی) میں اس وقت اختیار نہیں جبکہ خدا یا رسول اس میں کوئی حکم جاری کردے۔

پھر چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا ہم اپنے ہی فوائد دینی اور دنیوی کے واسطے کرتے ہیں لہٰذا تجویز خلیفہ کا مسئلہ بھی اس آیتِ مقدسہ کے تحت میں داخل ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ خلافت اور امامت کی نسبت یا تو خدا اور رسولؐ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم لوگ کچھ اُس کی نسبت خیال نہ کریں بلکہ امامت کے خیال کو ترک کریں اس وقت پھر ہم کو کیا اختیار باقی رہا کہ خدا نے تو ہم کو منع کردیا ہے اور ہم برخلاف حکم خدا اور رسولؐ کے کمیٹی اور اجماع کر کے خلیفہ بناتے ہیں۔

(۲) یا ہم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی رائے سے جس کو چاہو نبی کا خلیفہ بنا لو اب لائے پیش کیجئے کوئی آیت یا حدیث جس میں خدا یا رسولؐ نے ہم کو یہ اختیار دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہرگز ایسی کوئی حدیث یا آیت وارد نہیں ہے۔ اور کیونکر وارد ہوتی جس کی خرابیاں ہم از روئے عقل لکھ چکے اور (دلیل) میں جو آیت سے ابوالحسین کا استدلال آتا ہے اس کو بھی ہم نے باطل کردیا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ خدا جس طرح مسائل اور احکام جاری کرتا ہے خلیفہ اور امام بھی اسی نے مقرر کر کے ہمیں اُس کی اطاعت کا حکم دیا ہے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ خلیفۂ رسولؐ خدا اور نبی نے ضرور مقرر کردیا ہے اور ہم کو اختیار خلیفۂ نبی بنانے کا ہرگز نہیں دیا ہے۔ خلافت نبی کی ہماری عقیدہ میں تو اصول دین میں داخل ہے اور اہلسنت کے نزدیک اگرچہ اصول دین میں نہیں ہے مگر بڑا اہم اور ضروری مسئلہ مسائلِ دینیہ میں سے ہے پھر جب خدا اور خدا کے رسولؐ نے چھوٹے چھوٹے مسائل

دینیہ کی ہدایت اور اُن کی نفاذ میں کمی نہیں کی تو اتنا بڑا اہم مسئلہ میں کمی کر کے ہماری ناقص عقول پر اُس کا حوالہ کردینا ہرگز کسی کی عقل ایسا الزام خدا اور رسولؐ کو نہیں دے سکتے۔

بارہویں دلیل

(۱۲) اگر خلیفۂ نبی کا بنانا ہمارے اختیار میں خدا کر دیتا جو کتنا ہی بڑا اہم مسئلہ ہے تو پھر اور مسائل جو اس قدر اہم اور ضروری نہیں ہیں ان میں سے بھی بعض مسائل کو ہماری تجویز پر چھوڑ دیتا حالانکہ ہم کو کسی آسان مسئلہ میں بھی اختیار خدا نے نہیں دیا۔

تیرہویں دلیل

(۱۳) جو لوگ خلیفہ نبی کا بنانا اُمت کے اختیار میں کہتے ہیں ان کا یہ بھی قول ہے کہ چند لوگ ایسے لائق فائق خلیفہ بنانے کے واسطے درکار ہیں جن کو اہل حل و عقد کہتے ہیں جو خلافت کے لائق اور نالائق کو پہچان کر جس کو سب کے نزدیک اس عہدہ کی لیاقت ہو اسی کو خلیفہ بنائیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ذی علم اور دانائے امورِ خلافت اگر خلیفہ سے افضل نہ ہوں گے تو برابر علم اور معرفت میں خلیفہ کی ضرورت ہوں گے۔ مگر اہل حل و عقد کو اس فرقہ کے نزدیک بھی اُمور اُمت میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں مطلب یہ ہے کہ احکام شرعی کا جاری کرنا اہل حل و عقد کے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر کیسی نادانی کی بات ہے کہ احکام شرع کا جاری کرنا تو اُن کی اختیار میں نہ ہو اور حاکم شرع کا مقرر کرنا جو تمام احکام سے اہم ہے اُس کا اختیار ان کو ہو۔ کوئی نادان سا نادان بھی اِس کو تسلیم نہیں کر سکتا ہے اِس لیے کہ اگر اہل حل و عقد خلیفہ مصنوعی سے افضل ہیں اور ان کو اختیار اجرائی احکامِ شرع کا نہیں ہے پھر اُن سے کم لیاقت والے کو کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ خلیفہ مصنوعی کے برابر ہیں پھر خلیفہ کو

ترجیح کس وجہ سے ہوگی۔ آپ کہیں گے کہ اجماع کی اجازت سے ہوگی میں کہوں گا جس چیز کا اختیار اہل حل وعقد کو نہ تھا اُس کی اجازت دینی اُن کو کیونکر جائز ہوگیا اِس لیے کوئی آدمی اپنے اختیار سے باہر فعل (کام) نہیں کرسکتا ہے۔

چودہویں دلیل

(۱۴) امام خلیفۂ خدا اور خلیفۂ رسولؐ خدا ہوتا ہے اب اگر امام بنانا اُمت کے اختیار میں ہو تو وہ خلیفۂ خدا اور رسولؐ کا نہ ہوگا بلکہ اُمت کا خلیفہ ہوگا اس لیے کہ خدا اور رسولؐ نے اس کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور نہ اُمت کو حکم دیا کہ ہمارا خلیفہ یہی ہے جس کو اُمت خلیفہ بنائے۔ اور اُمت کا خلیفہ بھی یہ شخص نہیں ہوسکتا اِس لیے کہ ساری اُمت خلیفۂ رسولؐ اور خلیفۂ خدا کہتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اور رسولؐ ہی نے اُس کو خلیفہ بنایا اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارا بنایا ہوا خلیفۂ خدا اور رسولؐ کا خلیفہ اس وقت ہو جائے گا جب ہم کسی کو خلافتِ خدا اور رسولؐ کے واسطے منتخب کریں۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات عقلاً تو کسی طرح ثابت ہو نہیں سکتی کہ ہمارا بنایا ہوا خلیفہ خُدا اور رسولؐ کا خلیفہ ہو جائے رہی نقل تو قرآن اور حدیث میں کہیں اس کا پتہ نہیں ہے اب میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ایسے لوگ شاید یہ بھی خیال کریں کہ نبی کا مقرر کرنا بھی اُن کے اختیار میں ہے اور اُن کا بنایا ہوا نبی نبی اللہ ہو جائے گا اس لیے کہ نبی اور خلیفہ بنانے میں فرق اسی قدر ہے کہ نبی کو احکام الٰہی اصالۃً ملتے ہیں اور خلیفہ اور امام کو بواسطہ نبی کے ملتے ہیں۔ باقی شروط میں دونوں برابر ہیں۔

پندرہویں دلیل

(۱۵) امام کے اور خلیفۂ نبی کے مقرر ہونے سے غرض یہ ہے کہ ہم احکام الٰہی کے سمجھنے میں اور اُن پر عمل کرنے میں خطا سے محفوظ رہیں لہٰذا امام کا ایسا عالم قرآن اور حدیث ہونا ضروری ہے جو کسی حکم کو بتلانے میں خطا نہ کرے ایسے شخص کا

پہچاننا انسان کے اختیار سے باہر ہے اور بالفرض اگر تمام دنیا کسی کو ایسا بے خطا تجویز کرے کبھی اُس پر یقین نہیں ہوسکتا اس لیے کہ خطا اور صواب کا علم کسی شخص میں نہیں یہ خاص خدا کو ہے یا نبی کو تعلیم الٰہی سے لہٰذا جب تک خدا یا نبی امام کو مقرر نہ کرے اور منصوص من اللہ نہ ہو یہ غرض (مقصد) کبھی پوری نہ ہوگی اسی سبب سے عادتِ الٰہی نبی اور خلیفۂ نبی کی مقرر کرتے ہیں اسی طرح جاری ہے کہ خدا خود یا بتوسطِ نبی امام اور خلیفہ مقرر کرتا ہے انسان کو کبھی اس کا اختیار نہیں دیا ہے۔

دفعِ توہّم

اجماع سے خلیفہ بنانے والے یہ بھی ایک لغو بات کہتے ہیں کہ اگرچہ ہر ایک شخص ارباب حل و عقد میں عالم جمیع احکام شریعت کا نہ ہو مگر اُنہی لوگوں میں کسی کو دس کسی کو سو احکام پر بخوبی اطلاع ہے لہٰذا اجماع سب افراد سے مل کر عالم جمیع احکام اور تفسیر آیات ہے۔ پھر ایک شخص کا عالم جمیع احکام ہونا کیا ضروری ہے اسلامی احکام اور جن سے نظام دینی اور دُینوی درست رہ سکتا ہے وہ بغیر ایسی عالم ہمہ دان کے چل سکتا ہے اور ایسا ہی خلافت خلفائے ثلثہ میں ہوتا بھی تھا جب کوئی مسئلہ ایسا درپیش ہوتا تھا صحابہ کے بحث اور مباحثہ سے طے ہو جاتا تھا۔

جواب

اول تو یہی ہے کہ پھر خلیفہ اور سردار بنانے کی ضرورت کیا رہی اور خلیفہ اور امام کی اطاعت جو خدا نے مثل اطاعتِ رسولؐ کے واجب فرمائی ہے۔ اور اس کو اولی الامر ارشاد کیا ہے وہ کب باقی رہا۔

دوسرا جواب

تاریخی واقعات بے شمار ہیں۔ کتب فریقین میں علمائے یہود اور نصاریٰ کے دربار خلفا میں آنا اور ان کے سخت سوالات اور خلفاء اور صحابہ کا جواب میں عاجز

ہونا اور اُسی امام برحق بابِ علمِ نبی اقضاکم علیؑ کی طرف رجوع کرنا معلوم ہے۔ یہ دھوکہ وہی جب چلتی کہ ایسے واقعات پیش نہ آتے اور جب آچکے اب یہ خیال بالکل غلط ہوگیا ہم براہ عقل وہم بنظرِ تجربہ۔

تیسرا جواب

جب ہادیٔ برحق نبی اللہ آچکے اور ہم پر اُن کی پیروی جملہ امور میں عقلاً اور شرعاً واجب ہوچکی اب ہم کو یہ بھی دیکھنا لازم ہے کہ نبیٔ برحق نے اپنی اُمت کا انتظام اِس اجماع کے سپرد فرمایا ہے یا کسی عالم ہمہ دان بری از خطا کی۔ حدیث ثقلین میں عترتِ طاہرہ (ائمہؑ) کو اُمت کی ہدایت اور رفعِ ضلالت کرنے کی تصریح موجود ہے اور اس کے مقابلہ میں علیکم بالسواد الاعظم وضعی روایت کا کیا اعتبار خصوصاً قرآن مجید بھی اولوالامر کی اطاعت واجب کرتا ہے۔

سولہویں دلیل

(۱۶) حضرت ابراہیمؑ کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہے۔ انی جاعلک للناس اماما۔ میں تم کو امام بناؤں گا حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنانے میں بھی وارد ہے۔ انی جاعلٌ فی الارض خلیفه۔ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تیسری جگہ عموماً وارد ہے۔ وجعلناهم ائمة یهدون۔ ہم نے ان کو امام بنایا جو ہدایت کرتے تھے الغرض خلیفہ بنانا امام بنانا اپنی طرف خدا نے منسوب کیا ہے اور اپنے اختیار کا اظہار فرمایا ہے۔ کہیں یہ نہیں فرمایا کہ میں خلقت کو اختیار دوں گا وہ جسے پسند کریں اپنا امام بنالیں اور نہ کبھی کسی اُمت میں کسی نبیؐ نے اُمت کو ایسا اختیار دیا اور نہ عقل اس کو جائز تجویز کرتی ہے پھر خیر الامم یعنی اُمت محمدیہ جس کی کوئی بات خلافِ عقل نہیں اُسے کیونکر یہ اختیار ہوسکتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ مجازاً اکثر افعال جو ملائکہ وغیرہ کے سپرد ہیں ان کو بھی

خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اسی طرح ان آیات میں بھی امام اور خلیفہ بنانے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے تو میں کہوں گا اولاً تو مجاز کا قرآن مجید میں تسلیم کرنا بلکہ ہر ایک فصیح اور بلیغ کو کلام میں جب تک کہ حقیقت پر حمل ہو سکے کسی طرح جائز نہیں ہے۔

دوم واقعات پر نظر کیجئے کون سا واقعہ ان واقعات مذکورہ آیات میں ایسا گزرا ہے جس میں خدا نے انسان کو اجماع کر کے امام بنانے کا اختیار دیا ہو۔

سترہویں دلیل

(۱۷) نبی اور امام دونوں کا تقرر اسی غرض سے ہوتا ہے کہ ہمارے آپس میں جو اختلاف رائے نفسانی خواہش سے ہوتا ہے اُس کو مٹا دے اور یہ بات جب ہی پوری ہو گی کہ بدون ہمارے شرکت رائے کے امام کا تقرر خدا اور رسولؐ کی طرف سے ہو اور پورا اطمینان بھی ہمارا اُسی خلیفہ پر اپنے امور دینی اور دینوی میں اُسی وقت ہو گا اس لیے کہ ہم لاکھ ہمدردی خلائق کا اظہار کریں اور قوی اور ضعیف امیر اور فقیر کو یکساں سمجھیں مگر جو دردمندی اور انصاف پسندی خدا اور رسولؐ کو ہے اور جس قدر اُس کے نظرِ عاطفت (عنائت شفقت) ہمارے مصالح پر ہے اس کے پاسنگ (بہت کم) بھی کسی بشر کو نہیں ہے۔

اب معلوم ہوا کہ فتنہ اور فساد اور نزاع باہمی دور کرنے کی بھی بات ہے کہ ہماری تجویز سے امام اور خلیفہ مقرر نہ ہو۔

دفعِ شبہ

یہ کہ فتنہ اور فساد کا قطعاً مٹ جانا یہ تو کبھی ممکن نہیں ملائکہ نے حضرت آدمؑ کی خلقت کے وقت کہہ دیا ہے۔ **اتجعل من یفسد فیھا ویسفک الدماء**۔ انسان ضرور مفسدہ پرور اور خون ریز ہے ہاں اگر خدا سب کو معصوم پیدا کرے البتہ اُس کا انسداد ہو جائے ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر فساد اور پُرخاش خلائق

نے اُن حضرات سے کی جو آپ کو امام اور خلیفہ منصوص کہتے تھے اور اُن کی نافرمانی جس قدر کی اُس کا فیصدی ایک حصہ بھی اجماعی خلیفہ سے نہیں کی اِسی واقعہ سے معلوم ہوا کہ فتنہ کی کمی اسی تجویز سے ہے کہ خلافت اور امامت میں جمہور کا اختیار ہو۔

جواب

یہ شبہ ہرگز قابلِ جواب نہیں اس لئے کہ اگر وہ لوگ جو آپ کو امام اور خلیفہ منصوص از جانب خدا اور رسول کہتے تھے سچے تھے تو ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی تھی پھر اگر تمام دنیا خدا کی نافرمانی کرے خدا کے عذاب میں گرفتار ہے اور اگر وہ لوگ نعوذ باللہ اس دعویٰ میں سچے نہ تھے تو اُن کی نافرمانی عینِ خوشنودی خدا تھی اس سے اختیار اُمت کو خلیفہ بنانے کا کب ثابت ہوا۔

اٹھارہویں دلیل

(۱۸) رفعِ نزاع اور خصومتِ باہمی کے واسطے جو محکمہ عدالت فوجداری اور مال اور دیوانی میں جج ماتحت سے لے کر ہائیکورٹ اور اعلیٰ ترین محکمہ مقرر ہوتے ہیں چونکہ آخری اپیل میں بھی ایسا حاکم کوئی نہیں ہے جس کو ہم خطا سے معصوم سمجھیں اس لئے کہ سب حکام انسانی تجویز سے مقرر ہوتے ہیں لہٰذا بعض فیصلہ ہائیکورٹ کی حکام ماتحت کے فیصلوں سے بھی خراب ہوتے ہیں اور خلافِ واقع فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اگر آخری جج ایسا ہوتا جس کو عالم الغیب نے جج بنایا ہوتا اور جس کو تمام امورِ اُمت کی صحیح صحیح معلوم ہوتے تو کبھی یہ حق تلفی نہ ہوتی۔

انیسویں دلیل

(۱۹) جو اجماع کسی کو اپنے مجمع میں افضل اور لائق تر عہدۂ خلافت کے سمجھ کر اس کو اپنا پیشوا بنائے اگرچہ خلاف ورزی کا گمان اس میں بھی ہے مگر پھر بھی مقام خاص اور ملک خاص جہاں تک اُس گروہ کی رسائی میں ہو ایسا افضل اور اکمل

منتخب کر سکتا ہے اور امام اور خلیفہ تمام دنیا کے موجودہ اشخاص سے افضل ہونا درکار ہے پھر تمام دنیا سے افضل ہونے کا اس خلیفہ پر کیونکر یقین ہوسکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ ہندوستان میں ایک آدمی ایسا ہم نے منتخب کیا اور عرب یا عجم میں اُسی کا برابر یا اُس سے افضل دو چار آدمی اور موجود ہیں۔ اب یہ امام اُن سے تو افضل نہ ٹھہرا لہٰذا عرب اور عجم کے اجماعی جلسہ نے اپنے اپنے ملک کے افضل کو خلیفہ بنایا۔ اب اِن دونوں میں کون امام مطلق ہوگا اور کس کو معزول کرنا واجب ہوگا۔ لہٰذا تجویز خدا اور رسولؐ کی امام بنانے میں صحیح ہے جس کو تمام دنیا کے افضل الناس ہونے کا علم ہے اور جس کی نسبت کسی کو دعویٰ ہمسری یا افضلیت ہو نہیں سکتا اور اگر بغلط وہ دعویٰ کرے امام برحق اُس کے دعویٰ کو باطل کر دے گا۔

بیسویں دلیل

(۲۰) قرآن مجید میں خدا نے ہمیں صاف طور سے اپنے امام اور واجب الاتباع کو بدلیلِ عقل سمجھا دیا ہے کہ ہادی (امام) ہونا کس کو لائق ہے۔ **افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لایھدی الا ان یُھدیٰ**۔ جو شخص راہِ حق کی ہدایت کرتا ہے اس کی پیروی کرنی زیادہ تر سزاوار ہے یا اُس کی پیروی جو اپنے راہِ حق کے چلنے میں دوسرے کا محتاج ہے۔ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ

اور خواشیتن گم است کرا رہبری کند

ہادی اور راہنما وہی شخص ہے جو کہ جملہ امور ہدایت اُمت میں اور نیز اپنی ذاتی امور میں دوسرے کا محتاج نہ ہو اور جب اجتماعی خلیفہ ہر امر میں خواہ بعض امور میں اُمت کی رائے زنی کا محتاج ہے وہ برائے نام پیشوا اور امام ہے سچ مچ اُس کو اس عہدہ کی لیاقت نہیں ہے۔

دفعِ شبہہ

یہی گروہ جو خلیفہ اگر اُمت کو کہتا ہے اُس کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ

ہمارے نبی بھی اصحاب سے مشورہ لینے میں محتاج تھے اور خدا نے ان کو حکم دیا تھا۔ وشاورھم فی الامر۔ صحابہ سے مشورہ کرو یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب نبی کو احتیاج مشورہ اصحاب کی تھی اور حکم خدا بھی اُن کو تھا پھر خلیفہ اور نائب نبی کس شمار میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبوت بھی جمہوری تھی توبہ توبہ مسلمان اور نبی کو افضل اور اکمل جمیع امور میں قائل ہو کر ایسا خراب عقیدہ کبھی نہیں کر سکتا۔ اور تاریخ میں جا بجا اِن اصحاب کی خرابی اُن کا اقرار خود صحابہ نے کیا ہے۔ چنانچہ احد کے واقعہ میں بالاتفاق ارباب سیر سے بھی منقول ہے کہ آخر کار صحابہ نے کہا کہ ہم نبی کو صاحبِ وحی والہام بھی سمجھے! اور اپنی مشورت کا محتاج بھی اُن کو جانیں کیسی بے عقلی کی یہ بات ہے۔

خدا کا حکم دینا اصحاب سے مشورہ کرنے کا اس کی وجہ محض تالیف قلوب تھی محتاج ہونا نبی کا اصحاب کی رائے کا جب ہوتا کہ خدا بذریعہ وحی کے حضرت کو اِس امر میں تجویز مفید بتلانے سے عاجز ہوتا یعنی خدا بھی جاہل اور محتاج رائے زنی اُمت کا تھا توبہ توبہ یہ مشورہ کرنے کے اغراض چند در چند ہیں از ان جملہ یہ بھی غرض ہے کہ جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے اُن کے دلوں کا بھید نیت کی خوبی خرابی عقل اور بے عقلی کی کیفیت اعتقاد کی پختگی اور ڈھلمل یقین ہونا خاص اور عام سب کو معلوم ہو جاتا ہے یہی اغراض ہمارے نبی کو اصحاب سے مشورہ لینے میں تھے اور خدا نے ان کو حکم بھی دیا تھا یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ جناب محتاج اُن کی مشورہ کے تھے یا کارِ نبوت مشورہ کے بھروسہ پر چلتا تھا مجھے اس وقت امام حسین علیہ السلام کا وہ ارشاد یاد آیا جس کا مخاطب عمر بن یوذن ہے اُس سے فرمایا تھا جبکہ اُس نے کوفہ کو جانے کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ یاشیخ لانحفی عَلَی الرای ولکن اللہ لایغلب علی امرہ۔ اے شیخ رائے تو مجھ پر پوشیدہ نہیں مگر خدا کے حکم پر کسی کی رائے غالب نہیں ہو سکتی طول ہو گا نہیں تو میں اسی آیت کی شان نزول بیان کرتا

جس میں ہمارے نبی کو مشورہ کرنے کا حکم ہے پھر بھی اتنا کہے بغیر نہیں رہتا کہ الامر پر الف ولام عہد کا ہے جس سے مراد کسی امر خاص میں حکم مشورہ لینے کا ہے عام طور سے ہر امر میں اس آیت سے نہ کسی اور آیت سے نکلتا ہے اور دوسرے آیت۔ وامرهم شورى بينهم۔ اُس میں ہمارے نبی داخل نہیں ہیں۔

اکیسویں دلیل

(۲۱) امام اور خلیفۂ نبی کی اطاعت مثلِ اطاعت نبی کے خدا نے مقرر کی ہے اور یہ مسئلہ بہت بڑا اہم مسائلِ دین میں سے ہے اب اگر خلیفہ نبی اور امام کا مقرر کرنا اُمت کی رائے اور اختیار پر خدا رکھتا تو جمیع احکام دین میں اُمت کے رائے پر اجرائے احکام جائز ہوتا اس لئے خدا کے اور احکام جس قدر رہیں سب اس سے عظمت میں کم ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُمت کو اختیار ہے جو حکم احکام دینی ہے اُس کو اپنی رائے سے اجماع کر کے جاری کر دے اب اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انبیاءؑ کا بھیجنا بھی بیکار ہے اس لئے کہ جن احکام کے جاری کرنے کے واسطے انبیاءؑ مبعوث ہوئے وہ سب اُمت کی رائے سے جاری ہو سکتے ہیں لہٰذا انبیاءؑ کا آنا بیکار ہے اُمت خود مختار اور آزاد ہے جو حکم اجماع اور اتفاق رائے سے کرے وہی حکم خدا کا ہے۔ حالانکہ اُمت کسی حکم خدا میں احکام دینی اجراء کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

دفعِ شبہہ

امام جماعت کا مقرر کرنا یہ ضرور ہمارے اختیار میں خدا اور رسولؐ نے رکھا ہے حالانکہ نماز بھی ایسے عظیم چیز احکام دین میں سے ہے کہ جس میں ایک ہزار مسائل واجب اور ایک ہزار احکام سنتی ہیں پھر جب ہمارے انتخاب سے امام جماعت مقرر ہونا اُن ہزار مسائل واجبہ اور ہزار احکام مستحبہ میں ہمیں اختیار کا ثبوت مل گیا اب آپ کا یہ کہنا کہ کسی حکم میں اُمت کا اختیار نہیں ہے کب درست رہا

اور جس طرح خلیفہ خطا کار کا تجویز اُمت سے ہونے میں اندیشہ غلط کاری کا ہے اُسی طرح امام جماعت میں؟۔

جواب

امام جماعت اور امام مطلق اور خلیفہ میں بڑا فرق ہے۔ اور ہم پر اُس کی اطاعت چند امور میں واجب ہے اور اُس کا معزول کر دینا ہر وقت ظہور کسی امر منافی نماز کے اور اُس کے جگہ دوسرا پیش نماز اُسی حالت نماز میں مقرر کر دینا جائز ہے اور اگر کوئی دوسرا قابل امام جماعت کی شریک اور حاضر نہ ہو تو اپنی اپنی نیت جدا جدا کر لینا بھی جائز ہے اور امام جماعت کی بھول چوک پر اُس کو اُسی نماز میں آگاہ کر دینا بھی جائز ہے بلکہ امام کی خطا جبکہ ماموم خطا پر نہ ہو خطا میں شمار نہیں کی جاتی ہے ایسے وقت ماموم حاکم امام جماعت پر ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ امام جماعت حاکم ماموین پر نہیں ہے محض اجتماع مسلمین کے لیے یا یہ کہ شوکتِ اسلام ظاہر ہونے کے لیے فقط۔ امام جماعت کے سپرد کوئی حکم احکام شرعیہ سے نہیں ہے خصوصاً جن احکام میں حقوقِ بندگانِ الٰہی کے تلف ہو جانے کا خوف ہو۔

الغرض امام جماعت کو کسی قسم کی حکومت اور اختیار اجرائے احکام کا نہیں ہے۔

دوسرا شُبہ

اچھا قاضی اور مُفتی اور مجتہد بنانے کا اختیار بھی تو اُمت کو دیا گیا ہے اور اگر معصوم ہونے کی شرط ہوتی اُس کا تقرر بھی باختیار خدا اور رسولؐ ہوتا اُس میں اور امام اور خلیفہ میں کیا فرق ہے۔ جیسا امام ویسا قاضی۔

جواب

بڑا فرق تو یہی ہے کہ قاضی اور مفتی اور مجتہد کا معزول کر دینا ہمارے اختیار میں ہے اور خلیفہ اور امام کا معزول کر دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہی بات ثابت کرتی ہے کہ امام اور خلیفہ بنانا ہمارے اختیار سے باہر ہے (دیکھو دلیل ششم کو)

دوسرا فرق:

یہ ہے کہ قاضی اور مفتی سینکڑوں ہم بنا سکتے ہیں اور خلیفہ یا امام سوائے ایک کے دوسرا نہیں ہوسکتا۔

بنانے سے مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے اختیار میں اُس کا بنانا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی اور خلفائے نبی نے شروط قاضی اور مفتی کے تجویز فرمائے اور صفات ایسے شخص کے بیان فرما کر ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسے شخص کو ہم نے تم پر حاکم مقرر کیا ہے اب ہم کو اختیار اسی قدر ہے کہ اُن صفات کو معاشرت سے صحبت سے گواہی گواہان معتمد سے جس میں پائیں اس کو نائب امام تسلیم کریں۔

اب تو دراصل تقرر قاضی اور مجتہد کا بھی نبی اور خلیفہ نبی کی طرف سے ہوا پھر چونکہ وہ صفات جن سے قاضی اور مفتی کا موصوف ہونا شرط ہے اُن کا جاننا علم غیب پر موقوف نہیں ہے بلکہ محض بنا ظاہری افعال پر ہے لہٰذا ہم تنہا خواہ اجماع کے ایسی شخص کو پہچان سکتے ہیں بخلاف امام اور خلیفہ کے کہ جو اوصاف اُس کے ہیں ہم اُن اوصاف کو ہرگز کسی شخص میں اپنی رائے اور تجویز سے نہیں جان سکتے لہٰذا اُس کا تقرر ہمارے اختیار میں نہیں دیا گیا ہے۔

توضیح

مجتہد اور عالم اور خلیفہ میں فرق یہ ہے کہ عالم دین کا فقط عادل اور پرہیز گار اور احکام شریعت کا واقف کار ہونا کافی ہے۔ اس کی شرط نہیں ہے کہ آئندہ کبھی شخص فاسق نہ ہوگا یا کبھی کسی مسئلہ شرعی کے حل کرنے میں عاجز نہ ہوگا یا اس سے بڑھ کر تمام دنیا میں جب تک یہ زندہ ہے کوئی عالم نہ ہوگا جس کی پیروی اس پر واجب ہو اور امام وہی ہے جس کی متقی پرہیز گار ہونے پر تاحیات اُس کو پورا یقین ہو اور اُس کے اعلم اور افضل ہونے پر جمیع صفات میں بموجب نص اور خبر دینے نبی یا

امام سابق کو پورا اطمینان ہو اور کبھی کسی امر میں یہ محتاج تعلیم کسی دوسرے کا نہ ہو اور اُن باتوں کا علم طاقت بشری سے باہر ہے جب تک صاحب وحی اور الہام کسی شخص خاص کو اپنا جانشین اور نائب خلیفہ مقرر کر کے ہم کو بتلا نہ دے اگر آپ کہیں کہ پھر نبی کی شناخت ہم کو کیونکر ہوسکتی ہے۔ میں کہوں گا دو طرح سے اول تو ہر ایک نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دیتا ہے اور اس کے اوصاف بلکہ نام اور نسب کو بھی ظاہر کرتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایایاتی من بعدی اسمہ احمد دوم صدور معجزات اور خوارق (کرامتیں) عادات جو نبی سے ہوتے ہیں یہ دونوں باتیں مل کر ہم کو نبی کی شناخت میں پوری ہدایت کرتی ہیں۔

میں اپنے آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی نسبت بھی انہیں دونوں باتوں کا اقرار کرتا ہوں یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلیفہ اور جانشین کا نام اور نسب اور اس کے اوصاف بھی ہم پر ظاہر کر دیئے۔ بلکہ اتنا اور زیادہ اہتمام فرمایا کہ دوازدہ (۱۲) خلفاء کو بھی نام بنام ہم پر ظاہر کر دیا اور قدرتِ الٰہی کو دیکھو کہ جو لوگ اجتماعی خلیفہ پر دلدادہ ہیں وہ بھی اِن دوازدہ (۱۲) امام کے نام اور نسب کو اپنی کتب میں درج کر رہے ہیں اور مناقب کا ایک فن خاص خدا نے اُمت سے ایجاد کرایا اب کتنے اہلسنت ہیں جنہوں نے کتب مناقب میں احادیث نبویہ کو شان میں انہیں آئمہ علیہم السلام کے درج کیا ہے۔

بائیسویں دلیل

(۲۲/۳) خلیفہ نبی اور امام کو خدا اور نبی ہی مقرر کر سکتا ہے۔ اور اُمت بھی مطلب یہ ہے کہ خدا اور نبی کا مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ محال نہیں ہے یہ نظریہ ہمارے نزدیک نہیں اہلسنت کے نزدیک ہے۔ اب ہمارے نبی کے خلیفہ کو تو خدا اور رسولؐ نے مقرر کر دیا جیسا کہ ہم احادیث متواترہ سے ثابت کرتے ہیں اس وقت تو اُمت پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا اور رسولؐ کے سامنے پیش دستی نہ کرے اور

اگر پیش دستی کرے تو کلام الٰہی کے مطابق حرام ہے۔

یاایھا الذین اٰمنو الاتقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ

اے گروہ مومنین خدا اور رسولؐ کے سامنے تم اپنی تجویز اور رائے کو مقدم نہ کرو اور اگر خدا اور رسولؐ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ اُمت کو حکم دیا کہ اپنے اختیار سے مقرر کرے اس کا ثبوت قرآن اور حدیث سے درکار ہے اور یہ کبھی ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور اگر خدا اور رسولؐ نے نہ تو خود مقرر کیا اور نہ ہی اُمت کو اختیار دیا تو اتنے بڑے مسئلہ اور امر ضروری کا ترک کرنا اور دین کو ناقص رکھنا اس کا الزام خدا اور رسولؐ پر ہوگا حالانکہ ذرا ذرا سے احکام شریعت کے بیان میں خدا اور رسولؐ نے کمی نہیں کی۔

خلاصہ ہشام ابن الحکم کے مناظرہ کا

مجھے اس وقت یاد آیا جس کو جناب صادقؑ کے سامنے انہوں نے بحکم امام بیان کیا تھا ایک شخص بڑا عالم علماء عامہ سے مشہور تھا ہشام کہتے ہیں میرا بھی گذر ایک روز اُس کے جلسہ وعظ میں ہوا اگرچہ مجمع مسجد میں زیادہ تھا مگر میں مجمع کو چیرتا ہوا متصل ممبر کے دونوں گھٹنوں پر جا بیٹھا جو طریقہ سائل کا ہے شیخ نے میری طرف خطاب کر کے کہا اے فرزند کچھ تجھے پوچھنا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ شیخ نے کہا پوچھ کیا پوچھتا ہے میں نے کہا اے شیخ تیری آنکھیں بھی ہیں؟ اس میرے سوال سے شریک محفل سب ہنس پڑی اور شیخ نے کہا اے فرزند کیسا لغو سوال تو نے کیا تو خود دیکھ رہا ہے کہ میری دو آنکھیں ہیں۔ میں نے کہا میرا سوال پھر بھی یہی ہے آپ اقرار کریں یا انکار تب شیخ نے کہا اگرچہ تیرا سوال قابل جواب نہیں ہے مگر خیر میں تیری نادانی کی ہٹ دھرمی پورا کر کے کہتا ہوں کہ ہاں میری آنکھیں ہیں پھر میں نے کہا آنکھوں سے کیا کام لیتا ہے شیخ نے کہا اچھی بُری چیزوں کو دیکھتا ہوں اور سب کام جو دیکھنے پر موقوف ہیں آنکھوں کے ذریعہ سے کرتا ہوں میں نے کہا

بہتر آپ کی کان بھی ہیں شیخ نے کہا کہ ہاں (میں نے کہا) اُن سے کیا کام لیتے ہو (شیخ نے کہا) سننے والی باتوں کو سنتا ہوں (میں نے کہا) آپ کی ناک بھی ہے (شیخ نے کہا) ہاں (میں نے کہا) ناک سے کیا کام لیتے ہو (شیخ نے کہا) سونگھنا اچھی بری بودار چیزوں کا (میں نے کہا) آپ کی زبان بھی ہے۔ اور اس سے کیا کام آپ لیتے ہیں (شیخ نے کہا) زبان سے بولتا ہوں باتیں کرتا ہوں (میں نے کہا) آپ کے دل بھی ہے۔ اور اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں (شیخ نے کہا) اُس کو خدا نے عضو رئیس بنایا اور جتنے اعضائے بدنی ہیں سب پر یہ حاکم ہے جو امور حواس خمسۂ ظاہری یا باطنی سے معلوم ہوتے ہیں اُن کو دل پر عرض کرتا ہوں اور حق و باطل اچھے بُرے کی شناخت اُسی قلب سے ہوتی ہے (میں نے کہا) یا شیخ جب خدا نے تیرے ایک جسم حقیر کو انتظام کی غرض سے بھی حاکم اور امام کے بغیر نہ چھوڑا اور سردار اور حاکم اس کا مقرر کر دیا یہ لاکھوں خلائق جن اور انس ان کو بے امام اور پیشوا اور حاکم کے چھوڑ سکتا ہے؟ اور اس گمراہ خلائق کو جو نفسانیت سے بھری اور قدم قدم پر خطا کار اُس کے واسطے امام مقرر نہ کرے اور اسی اُمت خطا کار کو اختیار دے کہ جسے چاہو اپنا امام بنا لو ایسا ہو سکتا ہے۔ اب شیخ نے گردن جھکائی اور مبہوت ہو کر کہنے لگا۔ انتَ هشام انتَ هشام۔ تو ضرور ہشام ابن الحکم معزز صحابی جعفر صادقؑ کا ہے اور ممبر سے اُتر آیا اور میری از حد تعظیم کی اور میں رخصت ہو کر روانہ ہوا۔

تیئسویں دلیل

(۲۳) خدا اور نبی کا امام اور خلیفہ کی تقرری باختیار اُمت چھوڑ دینا اور خود اس عہدۂ جلیلہ پر کسی کو مقرر نہ فرمانا یا تو اس وجہ سے تھا کہ خدا اور رسولؐ کو ایسے لائق عہدۂ امامت کی شناخت نہ تھی اور اُمت کو خدا اور رسولؐ سے زیادہ اُس کی شناخت تھی اس کو تو کوئی مسلمان تسلیم نہ کرے گا کہ اُمت کا علم خدا اور رسول سے زیادہ ہے۔

یا اس وجہ سے خدا اور رسولؐ نے خلیفہ مقرر نہ کیا کہ اُمت سے نبی کو خوف تھا کہ مجھے اور میرے خلیفہ کو گزند پہنچائیں گے۔ یہ بھی کوئی مسلمان تسلیم نہ کرے گا کہ امر اہم امورِ اسلامیہ کو نبیؐ نے خوفِ اُمت سے چھپایا اور تقیہ فرمایا۔ یا اس کا خوف خدا اور نبی کو تھا کہ میرے مقرر کردہ خلیفہ کو اُمت منظور نہ کرے گی اور گمراہ ہو گی یہ خوف کچھ مخصوص اسی حکم کے مخالفت سے نہیں خدا خود فرماتا ہے۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔ اکثر لوگ باوجود یہ کہ نبی ان کے مومن ہونے پر حریص تھے ایمان نہ لائے۔ لہٰذا یہ سبب بھی نبی کو تقررِ خلیفہ سے مانع نہیں ہوسکتا اور منصبِ نبوت کے خلاف بھی ہے اس لئے کہ تبلیغ حکم شریعت نبی کو ضرور ہے اور ماننا نہ ماننا یہ باختیار اُمت ہے تبلیغ میں کوتاہی کا جرم نبی پر باوجود یہ کہ اس تبلیغ سے کوئی مانع بھی نہ ہو اس کا اعتقاد کسی مسلمان کے شایان نہیں ہے خلاصہ اس دلیل کا یہ ہوا کہ خلیفہ مقرر کر کے اُمت کو آگاہ کر دینا جو اہم مسائل اور احکام اسلامیہ سے اہلسنت کے نزدیک ہے اور اصل چہارم اُصول دین سے ہمارے نزدیک ہے نبی پر واجب تھا اور اس واجب کے ادا کرنے میں کوئی مانع بھی نہ تھا پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ نبی نے نہ کیا ہو ضرور کیا ہوگا یہ تجویز عقلی دلائل نقلی سے بھی مؤید ہے۔

چوبیسویں دلیل

(۲۴) ہم کو جن چیزوں کا علم ہوتا ہے اُس کے تین درجہ ہیں۔ اول درجہ تو شک کا ہے یعنی ہونا اور نہ ہونا دونوں کا احتمال برابر ہوتا ہے دوسرا درجہ ظن کا ہے جس میں ہونے یا نہ ہونے کو ترجیح ہوتی ہے۔ تیسرا درجہ یقین کا ہے جس میں ہونے یا نہ ہونے کا یقین ہوتا ہے اب دیکھو جتنے کام ہم کرتے ہیں سب میں ہمارا یہی دستور ہے اگر اس کے ہونے کا یقین کسی ذریعہ سے ہو جائے تو پہلے اُسی طریقہ کو اختیار کریں گے پھر اگر یقین کسی ذریعہ سے نہ ہو تو بحالت مجبوری ایسا طریقہ اختیار کریں گے کہ اُس کے ہونے کا گمان غالب ہو اور اگر ایسا بھی ذریعہ نہیں ملے تو بنا ہے اپنا

چاری مشکوک ذریعہ کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی طریقہ تمام دنیا کا ہے اور اسی طریقہ سے کاروبار دنیاوی ہر شخص کرتا ہے اور جو شخص اس کے خلاف عملدرآمد کرتا ہے اُس کو سب لوگ نادان اور بیوقوف کہتے ہیں۔

اسی طریقہ پر خدا نے بھی امور دین کے ہم کو تکلیف دی ہے اور جس جگہ ہم کو کسی امر دینی میں یقین کا ذریعہ ممکن ہے کہ خدا نے وہ ذریعہ بتلا دیا ہے وہاں ظن اور گمان پر بنا کرنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ظن کی مذمت جابجا وارد ہے بلکہ یہ بھی وارد ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ بعض مقام پر ظن پر کاربند ہونا گناہ ہے یہ وہی مقام ہے جہاں یقین پر عمل ہوسکتا ہے اور ہم اُس کے برخلاف ظن پر عمل کریں اور حکم عقلی بھی اسی آیۂ قرآنی سے مطابق ہے اب مسئلہ خلیفہ اور امام کو لیجئے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بڑا اہم اور ضروری کام ہے جس پر تمام اُمور دینی اور دنیوی وابستہ ہیں خدا نے ہم پر اطاعتِ امام اور خلیفہ اولی الامر کی واجب کی مثل اطاعتِ نبی کے اور نبی کی شناخت کا ذریعہ ہم کو یقینی بتلا دیا ہے وہ ذریعہ کیا ہے صدردرصد معجزات اور خوارق (کرامتیں) عادات ہمراہ دعوائے نبوت کے اور یہی امر دلیل نبی کے معصوم ہونے پر ہوتا ہے اور یہی شناخت امام اور خلیفہ نبی کی ہے جتنے خلفاء انبیاءؑ گذرے ہیں سب ایسے ہی تھے اب اگر امام ہماری تجویز سے ہو اور خوارق عادات اور معجزات کا اُس سے ظہور ہوتا ہے تو ضرور وہ معصوم بھی ہے اور خدا نے اسے امام بنایا ہے ہم کو اس کی شناخت کرنی کافی ہے جس طرح نبی کی شناخت اور اگر امام اور خلیفہ ہمارا بنایا ہوا صاحب معجزات نہیں ہے تو وہ معصوم بھی نہیں ہے بلکہ مثل ہمارے خطا کار ہے اور فرض یہ کرو کہ امت میں ایک شخص ایسا موجود ہے جو صاحب آیات اور صاحب کرامات اعلم اور افضل جمیع صفات میں ہے اور اُس کی شناخت کا ذریعہ یقینی خدا نے ہم کو بتلا دیا ہے مگر ہم نے اجماع اپنی خود رائے سے کسی دوسرے کو خلیفہ اور امام بنایا جس کی شناخت کا کوئی ذریعہ یقینی نہ

تھا بلکہ ظنِ غالب بھی اس کے انجام دہی امور اُمت پر نہ تھا بلکہ اس کی خطا کاری بھی ہم پر ثابت ہوتی رہی اب یہ کاروائی کیسی خلافِ عقل کی ہوگی اور کون عاقل اس کو پسند کرے گا۔

خلاصہ

اس دلیل کا یہ ہے کہ خدا نے جب ذریعہ شناختِ امام اور خلیفہ نبی کا یقینی ہم کو ایسا دیا ہے جس کے ذریعہ سے ہمیشہ خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شناخت ہوا ہے اُس کو چھوڑ کر ہم طریقہ مظنون یعنی اجماع کو اختیار کریں اور باوجود ظہورِ خطا کاری خلیفہ مصنوعی کے اپنی کج رائے پر جمے رہیں کیسی بے وقوفی کی بات ہے لٰہذا ہم کہتے ہیں۔

ز مشرق تا بمغرب گر امام است
علیؑ و آلِ اومارا تمام است

یہی وہ برگزیدگانِ الٰہی ہیں جن کی امامت پر دلائلِ عقلیہ اور تین حصہ قرآن کے اور صدہا احادیث نبویؐ دلالت کرتی ہیں چنانچہ ہم آئندہ قرآن اور حدیث کو بھی لکھیں گے۔

پچیسویں دلیل

(۲۵) نبی اور خلیفہٴ نبی کا تقرر اسی غرض سے ضرور ہے کہ اُمت کے اختلاف کو دور کرے اور باہمی نفسانیت کے جھگڑے مٹا دیں اس لئے کہ جس قدر مقرر کرنے والا نبی اور امام خودغرضی اور نفسانیت سے بری ہوگا اسی قدر اُس کی تجویز پسندیدگی خلائق ہوگی اور بخوبی معلوم ہے کہ ایسا بے غرضی اور بےلوث کہ جس کو جمیع خلائق کی نفع اور ضرر کا برابر خیال ہو اور یہ بھی خیال ہو کہ کلِ مخلوقات کی حاجت روائی کے جو شخص لائق ہو اُسی کو اس کام پر مقرر کرے خدا اور خدا کے بعد نبی سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس کے مقرر کئے ہوئے میں کسی کو شک اور شبہ کسی قسم کا نہیں رہتا اور یہی

غرض نصبِ امام اور خلیفہ سے ہے پوری بھی خرخشہ (فضول بحث) اُسی وقت ہوگی جب خدا اور رسول خلیفہ اور امام مقرر کرے ورنہ وہی جھگڑا توہین خلیفہ اور امام مقبول اور نامقبول ہونے میں ہوتا رہے گا۔ اب معلوم ہوا کہ رفع اختلاف اور تعلیم کامل بھی خرخشہ (فضول بحث) کے اُمید جیسے اس امام اور خلیفہ سے ہوسکتی ہے جس کو خدا اور رسول مقرر کرے اجماع کے مقرر کردہ سے کبھی نہیں ہوگی اس دلیل سے ترجیح خلیفہ مقرر کردہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت ہوئے اور وجوبِ نصبِ امام خدا پر ثابت نہ ہوا۔

دفع شبہ

اس دلیل پر اہلسنت نے دو شبہ وارد کئے ہیں جن کا سمجھنا ذرا عام طور سے دشوار ہے مگر ہم اپنے آسان عبارت میں ان کو لکھ کر امید کرتے ہیں کہ سمجھ میں آجائیں۔ پہلا شبہ تو یہ ہے کہ خدا نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور نبوت کی نسبت ہم سب کا اتفاق ہے کہ۔ اللّٰہ یعلم حیث یجعل رَسالۃ۔ خدا ہی کو علم ہے کہ نبوت کس گھر میں ہونی چاہئے۔ پھر باوجودیکہ نبی مقرر کردۂ خدا تھا مگر اختلاف اور جھگڑا ان کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں ہمیشہ باقی رہا بلکہ نبی تو نبی ہو۔ اللہ پر اتفاق کل کا نہ ہوا جب ایسی بات ہے تو پھر امام کا تقرر من اللہ بھی جھگڑے اور فساد کو نہ روکے گا بلکہ تجربہ اور مشاہدہ موجود ہے کہ جن کو تمام امام منصوص کہتے ہو ان کے امامت کے منکرین (۷۲) ہیں اور ان کے تسلیم کرنے والے امامت کے ایک' منجملہ (۷۳) کے ہے۔

جواب

سچ ہے کہ نبی کے تقرر سے بھی جھگڑا اور فساد بند نہ ہوا مگر یہ جھگڑا اور فساد نبی کے قابلِ نبوت اور افضلِ خلائق ہونے پر نہیں رہا اس لیے کہ نبی اللہ اپنے کامل

اور افضل ہونے اور مقرر کردہ خدا ہونے کے دلائل رکھتے تھے کسی امر میں ان کو لغزش ایسی نہ ہوئی تھی جس سے شبہ اُن کے نبی ہونے میں پڑے اور بموجب اختلاف ہو بلکہ ان کی نبوت کا انکار ایسا ہے تعصب بیجا کی راہ سے تھا جس طرح خدا کے وجود کا انکار باوجود ظہورِ آیات الٰہی کے کیا کرتے ہیں ویسا ہی حال خلیفہ اور امام مقرر کردہ خدا کا ہے کہ وہ اپنے خلیفہ اور امام برحق ہونے پر دلائل پیش کرسکتا ہے۔
اور اجتماعی خلیفہ غلط کار کم علم اس کی امامت کا انکار ایسی وجود سے امت کرسکتی ہے جو سچ مچ اس کی خلافت اور امامت کے باطل کرنے والے ہیں اور اس کی جہالت اور گمراہی خطا کاریوں کو ثابت کرتے ہیں لہٰذا معترض کا شبہ یعنی دونوں فرض پر جھگڑے کا باقی رہنا بے جا ثابت ہوا عناد اور خصومت بے جا جس کا دفع کرنا خود منکرینِ خدا اور نبی کو ممکن ہے اگر تعصب اور جہالت کو چھوڑ دیں یہ اور بات ہے اور منکرینِ امامت امام اجتماعی کے انکار پر ایسے دلائل ہیں جن کو خود امام اور خلیفۂ مصنوعی تسلیم کر کے آپ کو نا قابلِ امامت کہہ دیتا ہے اور ایسے ہی واقعات خلفائے مصنوعی کے زمانہ خلافت میں ہوئی جن پر تاریخ آج بھی ہم کو ہدایت کرتی ہے پھر چونکہ منکرینِ خدا اور منکرینِ نبوت انبیاءؑ کا انکار محض بے جا اور باطل ہے لہٰذا خدا نے انبیاءؑ کا مقرر کرنا بند نہ کیا اسی طرح اگر امام اور خلیفۂ منصوص کا انکار بے جا تعصب سے خلائق کرے اس کی وجہ سے امام کا تقرر خدا بند نہیں کرسکتا۔

دوسرا شبہہ

ابوالحسین کا ہے وہ کہتا ہے

کہ اگر ترجیح کا خیال کر کے ہم اس کو تسلیم کریں کہ تقرر خلیفہ از جانب خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنہ اور فساد مٹانے میں زیادہ مفید ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ اگر خدا نبی کو یہ حکم دیتا کہ تم اپنا خلیفہ اور جانشین ایسے نصِ جلی غیر محتمل سے کرو کہ

پھر کسی شخص پر اُس کا خلیفہ ہونا مشتبہ نہ رہے اور جس طرح تمہاری نبوت کا ثبوت اُمت پر ہو گیا ہے اسی طرح تمہارے خلیفہ اور قائم مقام کا ثبوت بھی سب پر ہو جائے یہ طریقہ رفعِ نزاع اور دفعِ شبہات میں بہتر اور راجح تھا یا یہ طریقہ کہ ایسے لفظ سے نبی اپنا خلیفہ کرنا بیان کریں جس کے اٹھارہ سے زیادہ معنی ہوں اور اُمت گمراہی میں زیادہ پڑے جیسا کہ۔ **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ**۔ کے کہنے سے نصِ جلی نہ رہے بلکہ فقرہ دُعائیہ۔ **اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن والاہ وَاعادِمَن عادَاہ**۔ سے تو اور بھی شبہہ بڑھ گیا کہ فقط محبت علیؑ سے کرنے کا یہ حکم ہے ضرور ہر ایک عاقل یہی کہے گا کہ پہلا طریقہ یعنی صاف صاف الفاظ میں خلیفہ کا مقرر کرنے کا حکم خدا ہونا بہتر تھا اور دوسرا طریقہ ہرگز اچھا نہیں ہے مگر خدا نے اپنے نبی کو نصِ جلی یعنی صاف صاف الفاظ میں تقرر خلیفہ سے روکا اور مشتبہ طریق سے کارروائی کا حکم دیا اور کیوں ایسا فعل (جس سے گمراہی اور فتنہ وفساد پیدا ہو) حکیم برحق نے جاری فرمایا محض بغرضِ امتحانِ اُمت کہ مطیع کون ہے اور نافرمان کون ہے اور یہ تقریر ہماری اس فرض پر ہے کہ واقعۂ غدیر کو نصبِ خلافت کا واقعہ بقول شیعوں کے تسلیم بھی کریں ورنہ ہم لوگ تو فقط وجوبِ محبت کی تاکید کا واقعہ سمجھ رہے ہیں۔

اب دیکھو جس طرح اس طریقہ مشتبہ میں امتحان اور اختیارِ اُمت کا خدا کو منظور تھا اسی طرح اُمت کا خلیفہ بنانے میں مختار ہونا اس میں بھی کس قدر امتحان اُمت کا ہے وہ امتحان یہ ہے کہ خلیفہ اور امام کا ہونا یہ تو ضروری امر ہے اور بدون اس کے انتظام شریعت اور درستی نظام دشوار ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہ کیا اور ہم پر اُس کا تقرر چھوڑ دیا کہ دیکھوں میرے بندگانِ مطیعِ ابقائے دینِ اسلام میں پورے پوری سرگرمی کرتے ہیں یا نہیں کرتے اور ہمارے نبی کی تعلیم اور اثر اس کی صحبت کا ان میں کس قدر ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی اطاعت اور فرماں برداری اس امر پر خاص میں ایسی ہوئی کہ دو چار اصحاب نے

جس کو خلیفہ تجویز کیا سب کے سب اُس پر راضی ہو گئے بجز دو ایک صاحبوں کے جو بمقتضائے بشریت بیعت کرنے سے باز رہے سو ان کا یہ فعل قابلِ اعتنا نہیں ہو سکتا اس لئے خطائے اجتہادی ہے لہٰذا وہ عاصی بھی نہیں تھے۔

یہ شبہہ ابوالحسین کا ہے

جس کو ہم نے زیادہ تائیدی امور سے پورا کر کے لکھا ہے شاید اس سے زیادہ اہلسنت بھی اس کو نہیں لکھ سکتے ہیں۔

جواب

خلاصہ اس شبہہ کا یہی ہے

کہ نبی کو خدا نے نصِ جلی کر کے خلیفہ کا مقرر کرنے کا حکم نہ دیا اور نہ نبی نے نصِ جلی ارشاد فرمائی یہ بات اگر شیعوں سے ابوالحسین نے کہی ہے تو شیعہ کبھی اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ نصِ جلی نہیں ہوئی اور شیعوں کی روایات صاف صاف نصِ جلی پر متفق ہیں۔ اور کوئی لفظ مجمل یا مشترک نصب خلافت میں جناب رسولؐ نے ہر گز نہیں فرمایا ہے اور نہ خدا نے ایسے اضلال اور گمراہ کرنے والے الفاظ کے کہنے کی اجازت نبی کو دی اس لیے کہ عقل اس کو محال جانتی ہے کہ خدا اپنے نبیؐ سے کوئی خفیف بھی ایسا فعل کرائے جس سے خلائق گمراہ اور شبہہ میں پڑے بلکہ خدا نے تو اس قدر اہتمام کیا اور نبی کو جو خوف منافقین سے اظہار اور اعلان میں اس امر جلیل کے تھا وعدہ فرمایا۔ واللہ یعصمک من الناس۔ پھر مجمل اور مشتبہ کہنے میں خوف کیونکر ہو سکتا دوسرا یہ کہ محبت علیؑ کا اظہار ہمیشہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کبھی اس اظہار میں خوف آپ کو ہوا آج بروز غدیر کیا نئی دشمنی علیؑ کی پیدا ہو گئی تھی جن کے خوف سے خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کا وعدہ فرماتا ہے بہر حال شیعوں کے اعتقاد پر تو یہ شبہہ بالکل غلط ہے اور ضرور خدا اور رسولؐ نے

صاف صاف امر خلافت کو ظاہر کر دیا۔ اب رہے اہلسنت اگر چہ اُنہوں نے اس واقعۂ غدیر کو نقل کرتے ہوئے خوب ہی کاٹ چھانٹ سے کام لیا اور جس قدر اُن سے ہوسکا اس کو چھپایا اور مشتبہ الفاظ سے خلقت کو گمراہی میں ڈالنے کی ہمیشہ کوشش کی مگر آفتاب پر خاک نہیں پڑ سکتی علمائے شیعہ نے آخر اُنہیں اہلسنت کے اقوال اور روایات سے واقعۂ غدیر کا نصِ جلی ہونا ثابت کر ہی دیا دیکھو ہمارے آخری کتاب عبقات الانوار کے دو جلدیں حدیث غدیر کو ثابت کر دیا۔ خدا اس کے مصنف کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور دے چکا۔ اب تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ ابوالحسین کا یہ کہنا کہ خدا اور رسولؐ نے صاف صاف امر خلافت کو ظاہر نہیں کیا بالکل غلط ہے نہ برطبقِ مذہب شیعہ اور نہ بہ نظرِ روایات اہلسنت اگر چہ ہم کو اس شبہ کے رد میں فقط اعتقاد شیعہ پر بنا کر کے اس کا رد کرنا کافی تھا مگر ہم نے دونوں فریق کی روایات پر بنا کر کے اس شبہ کو رد کر دیا۔

چھبیسویں دلیل

(۲۶) بہت بڑا کام جو سپرد خلیفہ اور امام کے ہے وہ جہاد کی دعوت ہے اور جہاد میں قتل نفوس اور رونہب غارت اور اس پر قاضی اجرار الیعنی لونڈی غلام بنانا آزاد بندگان خدا کا کیسے کیسے سخت احکام جاری کرنے پڑتے ہیں پھر اس کی شناخت کہ اب کفار اس درجہ عناد اور انکار اور عدمِ قبولِ دعوتِ اسلام پر پہنچ گئی اور اُمید اصلاح اُن سے منقطع ہو گئی اور بجز قتل کر دینے کے اور کوئی تدبیر باقی نہیں ہے اس کی شناخت یقینی اسی کو ہو سکتی ہے جس کو خدا نے بذریعہ وحی اور الہام کی بتلائے ہو نبی ہو خواہ امام۔

ایضاً

مجاہدین اور ان میں انتخاب اور نامزد کرنا کارہائے مخصوصہ کا اور ترتیب

صفوف اور تقدیم و تاخیر کارہائے جنگ و جدل اور شناخت کرار غیر فرار اور شناخت اس امر کی کہ یہ مجاہد خلاف عدل اور انصاف کسی طرح کی پیش آمد اپنے دشمن مقابل سے نہ کرے گا اور حالتِ غیظ اور غضب میں ہے پابندِ احکام شریعت کا رہے گا یہ بھی مخصوص بصاحب وحی و الہام ہے۔

اور خوئی اندخت ابر روئے علیؑ
افتخار ہر نبی و ہر ولی

اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ جائز الخطا ہر گز اس کے لائق نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تر جہاد منافقین ہے جو بظاہر مسلمان اور باطن میں کافر یہ جہاد تو جہاد کفار سے بھی زیادہ دشوار ہے تا آنکہ جناب رسولؐ نے بھی اپنے زمانہ حیات مین (باوجودیکہ منافقین کو آپ علمِ الٰہی سے خوب پہچانتے تھے) نہ کیا اور اپنے وصی اور خلیفۂ برحق کے سپرد فرمایا حالانکہ قرآن میں حکم قطعی آپ کو تھا کہ۔ جاھد الکفار والمنافقین۔ اور یہی سبب ہے کہ مذہب حق میں جہاد غیبتِ امام میں حرام ہے ہاں تیسری قسم جہاد کی جس کو دفاع (حفاظت خود اختیار ہے) کہتے ہیں چونکہ یہ قسم متعلق بہ حفاظت حقوق الناس ہے یہ جہاد برائے مجبوری غیبتِ امام میں جائز ہے اور جہاد اول کہ متعلق معبود برحق ہے یعنی خدا اور احکام خدا کو تسلیم کرانا جب تک خلیفۂ خدا یعنی نبی یا امام یعنی خلیفۂ نبی موجود نہ ہو ہر گز جائز نہیں ہے اس لئے کہ معرفتِ حدودِ الٰہی کی درجہ یقین پر ایسے امور میں مخصوص بہ صاحب وحی اور الہام ہے غیر معصوم اور خلیفۂ مصنوعی کا کیا ذکر ہے خود آئمہ معصومین علیہم السلام بھی جہاد دعوت سے بوجہ فقدان شروط مخفیہ کے جہاد کرنے سے باز رہے۔ امام سید الساجدینؑ سے جب حسن بصری (غالباً یہی شخص ہے) نے برائے عناد اور تعصب سفر حج میں یہ سوال کیا جبکہ حضور عازم حج بیت اللہ تھے کہ جہاد واجب کو ترک کر کے حج اور نماز پر متوجہ ہو گئے امام نے فرمایا کہ جب ہم کو ایسے انصار ملے جس سے کارہائے جہاد کا

انجام اچھی طرح سے ہوسکتا تھا اس وقت ہم نے جہاد بھی ایسا کیا جو حق جہاد کرنے کا ہے اور جب وہ لوگ (یا ویسے لوگ) نہ رہے اب دیگر واجبات الٰہی کو ادا کر رہے ہیں (الحدیث) عقلی دلیل کے علاوہ تاریخ بھی ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ پہلا جہاد جو خلیفۂ اول کے حکم سے ہوا جس کے بعض امور کی تلافی خلیفۂ دوم کو کرنی پڑی اور جس کی تاویل میں پیروکارانِ خلیفۂ اول کیسی کیسی توجیہات لائے یعنی لکھنے کے درپے ہوئے مگر کچھ بھی نہ ہوسکا زنائے محصنہ اور خونہائے ناحق اور جبر و تعدی سب کچھ ہوگیا۔ آخر یہ کیوں ہوا کہ امام برحق کا حکم نہ تھا اس جہاد میں جو لوگ مارے گئے وہ منکر وجوب زکوٰۃ نہ تھے بلکہ خلیفۂ مصنوعی کو قابل اس کے نہ جانتے تھے اور نہ اُس کو آمین اور قابل نیابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کتاب تشئید المطاعن میں تاریخ اہلسنت سے اس کو پڑھو ہزاروں دلائل ایک طرف اور یہ چھبیسویں دلیل ایک طرف جس شخص نے جہادات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با کفار اور جہادات علیؑ کرار غیر فرار یا گروہِ منافقین تاریخ اسلام میں پڑھی ہیں اور دیدۂ انصاف اُس کا کھلا ہوا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ نبی اور امام منصوب من اللہ کے جہاد میں اور خلفائے مصنوعی کی جنگ و جدل میں حق اور باطل کا فرق کس قدر کھلا ہوا ہے ان دونوں ہادیان برحق کے جہاد میں ایک واقعہ بھی خلافِ عدل اور انصاف نہ ملے گا اور خلفائے مصنوعی کے جنگ و جدل میں (جس پر پیروکارانِ خلفائے مذکورین بڑا فخر کرتے ہیں) سینکڑوں واقعات ایسے ہیں کہ دین اسلام پر شبہ ملک گیری کا قائم ہوتا ہے اور وہی لڑائی جو سلاطین جور کرتے ہیں انہوں نے کی ہے صاف طور سے معلوم ہو جاتی ہے۔ انہیں خلفاء کی بدولت سینکڑوں خرابیاں دین اسلام میں پڑ گئی ہیں اور اسی خیال فاسد (یعنی تجویز خلافت با اختیار خطا کاران امت) نے اسلام پر دشمنانِ اسلام کو حملہ کرنے کا موقع دیا ہے اور جس قدر ظلم اور تعدیٔ بیجا اور مخالفت عقل اور قرآن اور اہلبیت سے مسلمان موصوف ہوئے سب

اسی خود رائے کا نتیجہ ہے یہ مسلمانوں کے ۷۳ فرقہ بھی اسی خلافت کے مسئلہ سے پیدا ہوئے بلکہ اس مسئلہ کے گڑھنے کی غرض اصل یہی ہے کہ جس کو ہم چاہیں خلیفہ بنا کر اُس کی آڑ میں خلائق کو ہم تباہ اور برباد کریں اس لیے کہ امام برحق کبھی خلاف حق کو مار اور لڑائی جھگڑا نہ کرے گا یہ غرض تو خلیفہ مصنوعی سے پوری ہوگی۔

ستائیسویں دلیل

(۲۷) نبی پر جس طرح اجتہاد کرنا حرام ہے اس لیے کہ اجتہاد حکم یقینی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے اور ظن پر عمل کرنا از روئے عقل اور شرع اس وقت ناجائز ہے کہ جب یقینی حکم حاصل ہو سکے اس طرح امام اور خلیفہ نبی پر بھی اجتہاد حرام ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جس طرح نبی کو علمِ الٰہی سے ہر امر کا حکم یقینی معلوم ہے گزشتہ اور حال اور آئندہ ہر سہ زمانہ کا اُسی طرح نبی اپنے خلیفہ کو تعلیم کامل دینے کا خدا کی طرف سے محکوم ہے اور تفریط اس تعلیم میں نبی نہیں کر سکتا۔ ہم کو علاوہ دلیلِ عقلی کے نقلی دلیل سے بھی معلوم ہوا ہے اور خود جناب امیرؑ کے اقوال مرویہ کتب فریقین سے کہ ہمارے نبی نے اپنے وصی اور خلیفہ کی تعلیم میں پورا اہتمام فرمایا ہے یہاں تک کہ اگر جناب امیرؑ کسی وقت نہ پوچھتے تھے تو خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر پوچھے تعلیم فرماتے تھے اور یہی حال سب اماموں کا ہے کہ جس وقت اصحابِ ائمہ سے مناظرہ مخالفین کا کسی امامؑ کے سامنے ہوتا تھا مثلاً علم قرآن کی نسبت ابن مسعود یا ابن عباس کو وہ شخص عالم علوم قرآن کہتا تھا اس وقت ہشام بن الحکم یا کوئی اور صحابی کہتا تھا کیا ابن مسعود وغیرہ کو علمِ جمیع قرآن کا تھا تب وہ شخص اقرار کرتا تھا کہ نہیں اور پھر پلٹ کر امام کے اصحاب سے پوچھتا تھا کہ اس وقت جمیع قرآن کا علم کس کو ہے وہ صحابی اشارہ بطرف امامؑ کے کر کے کہہ دیتا ہے کہ یہ بزرگ اس وقت بھی جمیع علوم قرآنیہ کے عالم ہیں۔ ایسی ایسی روایات اسلامی کتب میں بیشمار موجود ہیں جن کی تائید حدیث نبوی بھی کرتی ہے آپ نے فرمایا

ہے کہ میرے اہلبیتؑ پر کوئی شخص میرے اُمت کا اپنے مزیت علم کا مدعی نہ ہو جس کا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ آئمہ اہلبیتؑ اعلم اُمت ہیں تجربہ بھی اس کو ثابت کرتا ہے کہ جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی اہل مذہب یا غیر مذہب کے مناظرہ میں مغلوب نہ ہوئے سچے خلفائے نبی اور آئمہ بھی ہمیشہ اسی طرح غالب رہے جس طرح جناب رسول اکرمؐ غالب ہوتے تھے اور اُمت کے بنائے ہوئے خلفاء ہمیشہ مغلوب اور مبہوت ہو جاتے تھے۔ اجتہاد کا نہ جائز ہونا امام کو اُس کی وجہ یہی ہے کہ مجتہد کی رائے کسی حکم میں قطعی نہیں ہوتی ہے اور اکثر اپنے حکم کو آپ ہی پلٹ دیتا ہے اس لیے کہ اس کو ظن پر عمل کرنا جائز ہے اور امام چونکہ غلط کاری سے معصوم ہے وہ اپنے حکم کو پلٹ نہیں سکتا ہے یہ بات کہ ظنیت طریق منافی قطعیت حکم کے نہیں ہے یہ مجبوری بوجہ غیبتِ امامؑ معصوم کے ہے اور اس کے دلائل علم اصول فقہ میں مذکور ہیں یہ بات امام میں نبی سے زیادہ تر ملحوظ ہے اس لئے کہ نبی تو صاحب شریعت ہے بحکم خدا کسی حکم کو منسوخ بھی کرسکتا ہے اور امام اور خلیفہ چونکہ بعد تکمیل شریعت کے مقرر ہوتا ہے اُس کے زمانۂ امامت میں اب منسوخ ہونا کسی حکم کا ناممکن ہے لہٰذا اجتہاد اور عمل ظن پر کرنا اس کو قطعاً حرام ہے۔ اور یہ صفت اُسی خلیفہ اور امام کی ہے جس کو خدا نے یا نبی نے اپنا خلیفہ بنایا ہو پھر جب امام خطائے اجتہادی سے بری ہے اگر خطا کرے اس کو ایک اجر مثل دیگر مجتہدین کے نہ ملے گا بلکہ خطائے اجتہادی اس کے لئے معصیت ہے۔ حسنات الابرار سئیات المقربین (ترجمہ) نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ ہیں۔ کا یہی مطلب ہے اسی وجہ سے ہم امام کو معصوم اور غیر جائز الخطاء کہتے ہیں جس کے دلائل آئندہ بھی آئے گا۔

اٹھائیسویں دلیل

(۲۸) صراطِ مستقیم کی ہدایت کی دعا کرنے کا ہم کو خدا نے سورہ حمد میں حکم

دیااور صراط مستقیم کی تفسیر یوں فرماتا ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم

اُن برگزیدہ گانِ خدا کی راہ جن پر خدانے انعام کیا ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

ھذا صراطِ علی مستقیم

صاف لفظ علی تھا بروایت آئمہ جس کو عَلی بنا دیا اور جناب رسولؐ نے فرمایا: صراط علی حق نمسکہ۔ صاف ظاہر ہے کہ نبی بنانا یا خلیفۂ نبی اور امام بنانا اس سے بڑھ کر کون سا انعام ہے جس کو خدا اپنی طرف منسوب کر کے انہی کی راہ کو صراط مستقیم فرماتا ہے اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ اس پر انعام اُمت کا ہے جو اس کو منصب امامت پر سرفراز کرے اور خدا کا بنایا ہوا خلیفہ اُس پر انعام خدا کا ہے اور پیروی کرنا ہم کو اُسی خلیفہ کی واجب ہے جس کے مغضوب علیہ اور ضال نہ ہونے کا یقین ہو خطا کار مصنوعی خلیفہ مغضوب علیہ اور ضال اس وقت ضرور ہوتا ہے جب خطا کرے پھر اس وقت اُس کی اطاعت حرام ہے پھر وہ امام نہ رہا اور خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کبھی خطا کار ہو نہیں سکتا مثل نبی کے لہٰذا امامؑ کا بنانا ہمارے اختیار سے درست نہ ہوگا۔

انتیسویں دلیل

(۲۹) خدا کا بنایا ہوا امام اور خلیفہ اپنے امامت اور خلیفہ ہونے پر اور اپنی مغضوب علیہ اور ضال نہ ہونے پر مثل نبی کے دلائل یقینیہ پیش کر سکتا ہے جن کی وجہ سے کسی کو شبہ اس کے امام برحق ہونے میں باقی نہیں رہتا اور اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ اگر اپنی امامت اور خلافت پر علاوہ اس دلیل کے کہ مجھے اُمت نے اپنا امام تسلیم کیا ہے اور دلائل بھی رکھتا ہے پھر تو وہ خدا کا بنایا ہوا ہے اُمت نے اس کو امام برحق پہچان کر اپنا پیشوا تسلیم کیا ہے اور اگر اُمت کا بنایا ہوا امام بجز اتفاق اور اجماع چند

اشخاص اُمت کے اور کوئی دلیل اپنی امامت پر نہیں رکھتا ہے اس کی امامت پر کوئی دلیلِ قطعی اور یقینی نہ ہوگی پھر اس کی پیروی سے صراط مستقیم پر چلنے کا بھی یقین نہ رہا لہٰذا وہ امام برحق نہ ہوگا۔

تیسویں دلیل

(۳۰) اُمت کا بنایا ہوا امام اور خلیفہ اُمت کا احسان مند اور منت کش ضرور ہوگا اور اُمت کا وہ گروہ جس نے اس کو عہدہ خلافت پر مامور کیا ہے اس امام کا محسن ہوگا اور محسن واجب الاطاعت' واجب التعظیم، واجب الرعایت ہوتا ہے لہٰذا کل اُمت سے اس کی پیش آمد مساوی نہ ہوگی پس۔ ولا تاخذکم بھم الرافة فی دین اللہ۔ تم کو دینی امور کے برتاؤ کرنے میں کسی قسم کی مہربانی اور رعایت کرنی ان سے نہ ہو اس کا مصداق وہی امام اور خلیفہ بالیقین ہو سکتا ہے جس کو خدا نے امام بنایا ہے کیا ہم کو تاریخ پیش آمد حضرت عثمان کی اپنے قوم اور قبیلہ بنی اُمیہ سے اس کو ظاہر نہیں کرتی ہے پڑھو تاریخ فریقین کی۔

اکتیسویں دلیل

(۳۱) خلیفہ بنانا یا امام بنانا اس کی اگر یہ معنی ہیں کہ کسی شخص میں صفات جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوری پوری ہیں اور جو شروط امامت اور خلافت نبی کو ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں اور سوائے اس کے اور کسی میں یہ صفات اور لوازم خلافت نبی تمام اُمت میں نہیں ہیں اور وہی برگزیدہ تعلیم نبی سے جامع جمیع صفات کا ہے پھر تو ہم کو اس کا پہچان لینا بھی کافی ہے وہ بنا بنایا خلیفہ ہوا اور امام خدا کی طرف سے ہے ہمارا بنایا ہوا خلیفہ وہ نہیں ہے ہمارا بنایا ہوا امام اور خلیفہ تو وہی ہوگا جس کو ہم تعلیم صفات اور لوازم امامت سکھا کے قابل امامت کر دیں ایسے شخص کو جو ہمارا تعلیم یافتہ اور ہمارا شاگرد ہو ہم سے صفات امامت سیکھے اس

کوتو کوئی شخص اپنا امام اور خلیفہ نہیں تسلیم کرسکتا اب معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا سرے ہی سے غلط ہے فقط لفظی مغالطہ سے یہ جھگڑا پیدا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اُمت کا اختیار خلیفہ کے پہچاننے میں ضرور اجماعی بات ہے یعنی شیعہ اور سنی دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے شخص کی شناخت کرنی ہے جو کہ یقیناً جامع صفاتِ خلافت اور امامت ہو ہم پر واجب ہے رسولؐ نے فرمایا ہے۔ **من مات ولم يعرف امام زمانه فقد مات ميتةً جاهلية**۔ اپنے زمانہ کے امام کو نہ شناخت کر کے جو شخص مرے اُس کی موت کفر پر ہوگی اور ہم کو اس کا اختیار خدا نے دیا ہے اور ایسے شخص کو جسے ہم قابل خلافت اور امامت اپنی تعلیم اور تربیت سے بنائیں اُس کا خلیفہ اور امام بنانا دونوں فرقہ کے نزدیک ناجائز ہے اب فرمائے پھر جھگڑا کیا رہا اصل مسئلہ تو اجماعی اور اتفاقی ہو رہا ہے۔ اب جھگڑا انتخاب شخصِ خاص میں البتہ رہے گا کہ آیا جس کو اُمت نے خلیفہ اور امام تسلیم کیا اور اس کو خلافتِ نبی کے واسطے منتخب کیا اس میں غلطی نہیں ہوئی یعنی جملہ صفات اور لوازمِ امامت اس خلیفہ میں بالیقین تھے یا نہ تھے۔ اب جھگڑا تو زمانہ خلافت خلفاء میں ان کا غیر مستحقِ امامت ہونا واقعات پیش آنے سے بخوبی ثابت ہوسکتا تھا اور ان کو اقرار کرنا پڑتا تھا کہ مجھ میں یہ لیاقت نہیں ہے خود حضرت ابوبکر پکار کر کہتے تھے۔ **لست بخير كم و على فيكم**۔ علیؑ کی موجودگی میں ابوبکر کا خلیفہ ہونا اچھا نہیں اور ہمارے زمانہ میں تاریخ متواتر اس کا پورا ثبوت دے رہی ہے اس لیے کہ خلافت اور امامت کا منصب ایسا نہ تھا کہ اُس کے لوازم اور ضروریات کا کسی میں ہونا نہ ہونا مخفی رہ سکے۔

بتیسویں دلیل

(۳۲) ہر شخص کا جانشین اور خلیفہ وہی شخص تسلیم کیا جاتا ہے جو اس کے زمانۂ حیات میں اس کے کارہائے مخصوصہ میں برابر منیب کے یا جملہ اتباع اور لواحق سے زیادہ کام دے اور وہ منیب ان خدمات کی بجا آوری اُس کے سپرد کرتا

رہے اور نائب بجا آوری کارہائے متعلقہ میں جملہ اتباع اور لواحق سے اول درجہ کے لیاقت سے زمانہ موجودگی منیب میں بھی سر برآوردہ اور ممتاز ہو کر ہر شخص کے نزدیک خلیفہ اور ولی عہد ہونے کا سزاوار ہو جائے زیادہ تر تائید ولی عہدی اور جانشینی شخص معلوم الذکر کے اس وقت ہوتے ہی جب ہر ایک مبہم اور امر اہم میں اسی کو افسر اور سردار بنانے کا التزام ہو اور کبھی کسی کی ماتحتی میں اس کو تابع اور مطیع کسی کا نہ کیا ہو۔

اس سے زیادہ ثبوت اس کے جانشین اور ولی عہدی کا اس وقت ہوتا ہے جب وہ منیب مشکلاتِ امورِ منصبی کو حصار کے سامنے اپنے نائب کے سپرد کرے اور ان کو حل کرنے کا حکم دے۔ پھر اس پر زیادہ تصریح اور توضیح اس کی قائم مقامی اور ولی عہدی کے اس وقت ہوتی ہے کہ جب کسی امر خاص لوازم منصب کو کسی کے سپرد کرے جس کی نسبت اس وقت یا کسی آیندہ وقت عوام کو خیال جانشینی کا ہے یا ہونے والا ہے اور یہ سردار بسبب پیش بینی کے قرائن ظاہریہ یا مخفیہ سے اس کو سمجھ کر اس شخص کو معزول کر کے جو سچ مچ اس کا خلیفہ یا نائب ہونے کی لیاقت رکھتا ہے اس کو انجام دہی پر اسی امر مخصوص کے مامور کرے (یاد کرو تبلیغ سورۂ برأت اور عزل جناب ابوبکر اور تقرری حضرت علیؑ کو اور پڑھو ہمارے جد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی کتاب تشئید المطاعن کو) یہ عقلی دلیل ایسی کھلی ہوئی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے اور اسی طریقہ سے نیابت اور جانشین کا عہدہ ہر قسم کی کارہائے دنیوی اور دینی میں جاری ہے۔

اب ہم کو تاریخ اسلام سے اس کا ثبوت درکار ہے۔ دونوں فریق کی کتب سے ہم نے ثابت کر دیا ہے اور بخوبی ہم نے ان سب امور پر کاربند ہونا اپنے نبیؐ برحق کا معلوم کر لیا ہے۔ بلکہ تاریخ منکرینِ اسلام جیسے نصاریٰ نے بھی جناب امیر علیہ السلام کا اس منصب کے حاصل ہونے کا اقرار کرنا ابتدائے اظہارِ نبوت سے

برابر تا روز وفات ثابت ہے اور عقلی تجویز بھی مطابق نقلی کارروائی کے ہے (پڑھو شان نزول آیہ۔ و انذر عشیرتک الاقربین۔

تینتیسویں دلیل

(۳۳/۲۵) اگر امام اور خلیفۂ نبی کا مقرر کرنا اُمت کے اختیار میں ہوتا اور اُس کی شرط یہ ہوتی کہ اُمت امام اور خلیفہ اسی کو بنائے جس سے ظلم اور تعدی یعنی خلاف حق کا صادر ہونا محال ہو۔

مطلب یہ کہ اُسی کو اُمت خلیفۂ نبی اور امام بنا سکتی ہے جو معصوم ہو اور اس کی عصمت اُمت پر یقیناً ثابت ہو۔ اس شرط کو سوائے خدا کے اور کون جانتا ہے مراد یہ ہے کہ اس شرط کا اُمت سے پورا ہونا اُس کے علم سے باہر ہے اور جب علم بشری سے بالاتر ہے پھر اس کی تکلیف اپنی امت کو تکلیف مالا یطاق ہے لہٰذا امام کا تقرر خدا ہی کر سکتا ہے اور اگر یہ شرط خلیفہ بنانے میں نہ ہو اور یہ اختیار اُمت کو ہو کہ جس کو چاہے اُمت اپنا امام بنالے چاہے اُس سے خلاف عدل اور انصاف صادر ہونے کا بھی گمان ہو اس وقت تو خلیفہ بنانے کا ضرور بہ نسبت نفع رسانی خلائق کے زیادہ ہوگا اور جو غرض مطلوب تقرر امامؑ خلیفہ سے ہے وہ فوت ہو جائے گی جتنی احکام حدود اور قصاص جاری کرنے کے قرآن میں وارد ہیں مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنے زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑے مارنے سنگسار کرنا خون کے عوض خون بہانا وغیرہ وغیرہ یہ سب آیات مطلق ہیں کسی زمانہ خاص سے مخصوص نہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان احکام کا خطاب (یعنی بجا آوری کا حکم) کل اُمت کی طرف ہے یعنی ہر فرد امت سے اس کو حکم اجرائے حدود اور قصاص کا ہے یا حکم نبیؐ امامؑ اور خلیفۂ نبی کو ہے عوام اُمت اجرائے حدود نہیں کر سکتی بلکہ امام کرے یا جس کو امامؑ نے اجازت دی ہو۔ عوام اُمت کو تو اجماعاً یہ عہدہ سپرد نہیں ہوا ہے اس میں ہمارا اور اہلسنت کا دونوں کا اتفاق ہے۔ پھر جب اُمت اجرائے احکام حدود

اور قصاص کیٹی اور اجماع (کانفرنس) کر کے نہیں کر سکتی تو ایسا حاکم (امام اور خلیفہ نبی) جو ان احکام کو جاری کرے اس کا اختیار اُمت کو کیونکر ہو سکتا ہے۔

توضیح سبب

اُمت کو اختیار اجرائے حدود اور قصاص نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ اُمت کا ہر فرد خطا کار ہے ایسا نہ ہو کہ اجرائے حکم قصاص میں غلطی واقع ہو کر خون ناحق ہو جائے پھر چونکہ اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ یا امام وہ بھی خطا کار ہے یہی سبب مانع اجرائے حدود اور قصاص کا اس میں بھی موجود ہے وہ کیونکر اس کے قابل ہوگا۔

دفعِ شبہ

نبی اور امام یا خلیفہ منصوص بھی جس کو قاضی مفتی اور اپنا نائب مقرر کرتا ہے اور اس کو اجازت اجرائے حدود اور قصاص کی دیتا ہے وہ بھی تو غیر معصوم اور جائز الخطا ہوتا ہے پھر اس کو کیونکر قابل اجرائے حدود اور قصاص سمجھا جائے۔ عالم دین کو نبی اور امام نے نائب عام مقرر فرمایا وہ بھی اور نائب خاص جو زمانۂ امامؑ میں تھے وہ سب جائز الخطا تھے لہٰذا جو خرابی اُمت کے بنائے ہوئے خلیفہ میں تم نے اس دلیل میں لکھی وہی امامؑ کی نائب عام اور نائب خاص میں ثابت ہے۔

جواب

یہ شبہ اگر زمانۂ ظہورِ امامؑ اور خلیفہ منصوص میں کیا جائے اس کا جواب تو ظاہر ہے کہ امام کا تجویز کیا ہوا قاضی اور نائب خاص اگرچہ وہ معصوم نہیں ہے مگر چونکہ امامؑ کسی بات میں جائز الخطا نہیں ہے لہٰذا اس شخص کے نائب مقرر کرنے میں بھی امام سے خطا نہیں ہو سکتی اس کا علم امامت جو اعلیٰ درجے کا ہر امر کی شناخت میں ہے اُس کو اس تجویز میں خطا سے منع کرے گا اس نائب کو اگرچہ ہم معصوم نہیں کہتے مگر اس

کے احتیاط ضرور ایسی ہوگی کہ ہر ایک حد اور قصاص کے جاری کرنے میں جس قدر شروط کا لحاظ طاقت بشری سے ممکن ہے سب کا لحاظ پورا کرے گا اور مقام شک اور احتمالِ خطا میں رجوع امام اصل کی طرف کر کے تب وہ حکم جاری کرے گا۔ اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ اُس پر ایسا وثوق اور اطمینان کبھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اُمت اس تجویز میں بھی مثلِ امامؑ منصوص کے خطا سے محفوظ نہیں ہے کبھی کوئی اس کو تسلیم نہیں کرے گا کہ امامؑ اصل کا مقرر کیا ہوا قاضی اور مفتی خطا کاری میں برابر قاضی اور مفتی مجوزہ خلیفہ جائز الخطا کے ہوگا بلکہ خود یہ خلیفہ جس کو اُمت نے خلیفہ بنایا ہے وہ بھی مثل نائب خاص امام کی خطا سے محفوظ نہیں ہوسکتا ہے رہا حضرت موسیٰؑ کا انتخاب چالیس آدمیوں کا جس میں۔ وقعت الخیرة علی المنافقین ۔یعنی سب کے سب منافقین برآمد ہوئے بطور امتحان الٰہی کے تھا اور پوری دلیل اسی کی ہے کہ انسانی طاقت سے نبی اُولعزم کا انتخاب بھی مثل انتخاب عام اُمت کے ہے۔ اب رہی نائبان عام زمانہ غیبت امامؑ میں اس میں یہ شبہ بطور معارضہ کے البتہ قابل غور ہے مگر جب سبب غیبت امام عصیان اُمت اور ان کی نافرمانی جو مانع ظہور امامؑ ہے لہذا اس کا الزام اُمت ہی کی طرف سے عائد ہوتا ہے ایسے زمانہ میں جس قدر امور خلاف حق اور خلاف عدل اور انصاف واقع ہوتے ہیں بوجہ غیبت امامؑ ان سب کا مظلمہ اُمت منحوس پر ہے اب شبہ کا جواب البحث غیبتِ امامؑ اور اُس کے اسباب کے سمجھنے پر موقوف ہے بلکہ اگر تھوڑا سا انصاف کیا جائے زمانہ وجود آئمہ طاہرینؑ میں کب اُمت بھی اطاعتِ امامؑ کر کے اجرائے حدود اور قصاص اُس طور سے ہونے دیا جو ہونے کا حق ہے لہٰذا زمانہ ظہور اور زمانہ غیبت دونوں برابر ہوئے' ازماست کہ برماست۔ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ۔یہی اُمت پورا جواب اس شبہہ کا ہے اگر انصاف کرو۔ ہٹ دھرمی کی اور بات ہے۔

دلیل

(۳۵/۱۹) اگر کسی جماعت نے (کمیٹی) کو اختیارِ امام اور خلیفۂ نبی بنانے کا ہوتا تو وہ امام اور خلیفہ یا تو اس جماعت پر بھی حاکم ہوتا یا اس جماعت کو چھوڑ کر اور سب آدمیوں پر اس کی حکومت ہوتی پہلی صورت میں تو یہ خرابی ہی کوئی آدمی اپنی ذات پر کسی کو حاکم نہیں کر سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ خود ہی حاکم ہو اور خود ہی محکوم یہ کیسی بے عقلی کی بات ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ امام اور حاکم عام نہ ہوگا اور یہ جماعت بھی امام اور بے خلیفہ کے رہے گی لہٰذا خلیفہ کا بنانا خدا اور رسولؐ ہی سے صحیح ہے۔

شبہ اول بطورِ معارضہ

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ قاضی اور مفتی اور مجتہد پر جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے اتفاقاً وہ اپنے نفس پر جرمانہ یا کفارہ یا دیت اور خون بہا وغیرہ کا حکم لگاتا ہے اس وقت بھی تو اس پر یہی بات صادق آتی ہے کہ آپ ہی اپنے نفس پر حکم لگانے سے حاکم بھی ہے اور اس کی بجا آوری میں اپنا محکوم بھی ہے اور اس کو ہم تم بالاتفاق جائز کہتے ہیں۔ یہی حال اُمت کا خلیفہ بنانے میں ہے۔

مثال:

زید قاضی نے کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے وہ اپنے اجتہاد سے مستحق کسی کفارہ یا دیت کا ہو کر خود ہی فتویٰ دیا کہ مجھ پر یہ کفارہ واجب ہوا ہے اور اسے ادا کیا اب زید آپ ہی حاکم ہے اور آپ ہی محکوم ہے اسی طرح اُمت کے چند لوگوں نے اجماع کر کے کسی کو خلیفۂ نبی واجب الاطاعت عموماً ہونے کا حکم دیا۔ یعنی اپنے اُوپر ہی اس کی حکومت مان لی۔

جواب

یہ شبہہ محض دھوکہ سے اور غلطی سے وارد کیا ہے اس لئے کہ قاضی اور جو اپنی اجتہاد سے اپنے اوپر کوئی کفارہ یا دیت لازم کرتا ہے وہ حکم خدا اور رسولؐ کی تعمیل کرتا ہے اور خلیفہ یا امام بنانے والا اگروہ کسی حکم خدا اور رسولؐ کے خلیفہ بنانے میں تعمیل نہیں کرتا ہے بلکہ محض اپنی رائے اور تجویز سے خلیفہ کو اپنا حاکم بناتا ہے خدا اور رسول کا بنایا ہوا خلیفہ اس کے حکم کی تعمیل میں یہ محض محکوم ہے حاکم نہیں اس لئے کہ وہ اس کا بنایا ہوا امام نہیں ہے فقط اس کے شناخت میں اس کو اختیار دیا گیا ہے حاکم ہونا اس کا بحکمِ خدا اور رسولؐ ہے۔

شبہہ دوم بطورِ نقض

اگر اہلسنت کہیں اس دلیل میں برائے مغالطہ مستدل نے یہ دکھلایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے اوپر کسی دوسرے کو حاکم مقرر نہیں کرسکتا یہ بات اس وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ وہ حاکم اس محکوم سے افضل صفات حکومت میں نہ ہو ورنہ ہر شخص اپنے سے افضل کو اپنا حاکم ان امور میں جانتا ہے اور مانتا ہے جن میں اس کی حکومت کو تسلیم کر رہا ہے یہی حال اُمت کا خلیفہ بنانے میں ہے۔

جواب

یاایھاالذین امنولِمَ تقولون مالاتفعلون

کیوں حضرات سچ کہئے یہی برتاؤ خلیفہ بنانے میں آپ کے گروہ نے کیا ہے اگر افضل ہونے کی شرط آپ کے مذہب میں صحیح مانی جائے پھر تو ہمارے اور آپ کے جھگڑا کیا باقی رہے تفضیل الشیخین ضرور آپ نے اپنا مذہب قرار دیا ہے۔ حالانکہ تفضیل الشیوخ یعنی خلفائے ثلاثہ کو آپ کا ماننا تھا بلکہ معاویہ کو افضل

الناس تسلیم کرنا پڑے گا اور خود معاویہ نے بقول صاحب تاریخ کامل ابن اثیر جذری جو خطبہ مدینہ میں یزید کی واسطے بیعت لینے میں پڑھا ہے اُس کا یہی دعویٰ ہے کون شخص اس وقت یزید سے افضل اور اعلم اور احق بخلافت ہے اب لیجئے افضل اور اعلم کا حال اور اپنے علماء کا دست و پاچہ ہونا کون سی وصف میں آپ کے بارہ خلیفہ جناب امیر اور آئمہ علیہم السلام سے افضل تو درکنار برابر بھی تھے علم اور اظہار کرامت اور اعجاز نمائی میں۔

چونتیسویں دلیل

(۳۴/۱۱) امام اور خلیفۂ نبی کے افضل اور اعلم ہونے کے علاوہ کم سے کم اس کا مومن ہونا تو ضرور یقینی درکار ہے اور اس کا اطمینان کہ یہ منافق نہیں ہے یہ کوئی شخص کسی کی نسبت اس کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے ہاں۔ ظنو المومنین خیرا۔ گمان غالب مسلمان پر اُس کے مومن ہونے پر ہے اور اس کا یقین کہ آخر عمر تک یہ مومن رہے گا کسی کی نسبت ہو نہیں سکتا۔ اس کا یقین یا تو عالم الغیب کو ہے یا اس کی تعلیم سے نبی کو اور ہم کو اس شخص کی نسبت اس کا یقین ہے جو اپنے مومن ہونے پر کوئی دلیل یقینی پیش کرے پھر جب کسی کے مومن ہونے کا ہم کو یقین نہیں اور نہ اس کے خاتمہ بخیر ہونے کا اب ہم کیونکر اس کو سردار مومنین بنا سکتے ہیں۔

چونتیسویں دلیل

(۳۴/۱۶) اگر خلیفۂ نبیؐ اور امامؑ بنانا اُمت کے اختیار میں ہو تو نبی کا بنانا بھی اُمت کے اختیار میں ہوگا اس لئے کہ جس قدر مصالح نبی کے ہونے میں ہیں سب امام کے ہونے میں موجود ہیں اور جب نبی کا بنانا اُمت کے اختیار میں نہیں ہے پھر خلیفۂ نبی کا بنانا کیونکر باختیار اُمت ہوسکتا ہے۔

دفعِ شبہہ

اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ نبیؐ اور امامؑ میں بڑا فرق ہے نبی تو بانئ شریعت ہے اُس سے مصالح اُمت سب سیکھتے ہیں خلیفہ اور امام بھی نبی سے ان مصالح کو سیکھتا ہے پس نبی کی نبوت کا ثبوت ایسے طریق سے ضرور ہے جس میں خطا واقع نہ ہو لہٰذا اُس کا تقرر خدا کی طرف سے ضرور ہے کہ اس میں خطا کا احتمال نہیں ہے اور امام اس پایہ پر نہیں یعنی امامؑ بانی شریعت نہیں ہے اُس کا تقرر جس طرح اور قسم کے امیر اور قاضی وغیرہ مقرر ہوتے ہیں (جن سے دینی احکام کے اجرا میں مدد ملتی ہے) اسی طرح کا امام بھی ہے پھر امام کا تقرر کمیٹی اور اجماع کر کے اُمت کر سکتی ہے۔ (جیسے جمہوری کانفرنس کا پریذیڈنٹ)

جواب

بس یہی سبب ہمارے اور اہلسنت کے اختلاف کا ہے یہ لوگ امام کی تعریف (حدورسم) تو وہی کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں مگر معرّف (جس پر یہ تعریف صادق آتی ہے) اُس میں راہِ صواب سے کوسوں دور ہوئے جاتے ہیں اُوپر کے بیانات سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ امام اور خلیفہ کون شخص ہے قاضی اور مفتی اور دیگر حکام انتظامی کے برابر امام اور خلیفۂ نبی کو سمجھنا یہ کوئی سُنی بھی نہیں کہتا ہے نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم اور اہلسنت (وہابی کے سوا) سب خلیفہ نبی کو افضل الناس بعد نبی کے تسلیم کریں اور خلیفہ بنانے میں یہ کہیں کہ جیسے قاضی اور مفتی حاکم مقرر ہوتا ہے ویسا ہی حال خلیفہ کا ہے خلیفہ اور امام کو حاکم اور افسر کل احکام مقرر کردہ خلیفہ پر تسلیم کریں اور حاکم اعلیٰ (امام) اور حکام ادنیٰ کو برابر ہر ایک اور امور منصبی میں تصور کریں۔

دفعِ شبہہ

یہ بھی اُن لوگوں کا قول ہے کہ خلیفہ نبی یا امام کو ہم حاکم جس راہ سے مانتے ہیں (یعنی خلیفہ راوی اور بیان کرنے والا حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے امامؑ اور خلیفہ کبھی صاحبِ شریعت نہیں ہے) اسی طرح قاضی اور مفتی کو بھی ہم راوی اور مفسرِ قولِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانتے ہیں وہ بھی صاحبِ شریعت نہیں ہے۔ پھر جس طرح ہماری تجویز قاضی اور مفتی میں نافذ ہے امام اور خلیفہ بنانے میں کیوں نافذ نہ ہوگی اس بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو آیت یا حدیث ہم کو قاضی اور مفتی بنانے کا اختیار دیتی ہے وہی آیت اور حدیث خلیفہ اور امام بنانے کی اجازت دے گی۔

جواب

یہ شبہہ بطور مغالطہ کے ہے نہ قاضی اور مفتی بنانے کا اختیار ہم کو خدا نے دیا ہے اور نہ خلیفہ اور امام بنانے کا بلکہ قاضی اور مفتی اور خلیفہ نبی سب کا بنانا خدا ہی کا کام ہے۔ ہم کو بس اسی قدر اختیار دیا ہے کہ ان اوصاف کو جو قاضی اور مفتی یا خلیفہ نبیؐ کے ہیں جس شخص میں پائیں اُس کو پہچان کر قاضی اور مفتی بنائیں اب اگر جس قدر اوصاف اور شروط خلیفہ نبیؐ کے ہیں وہی شروط اور اوصاف قاضی اور مفتی کے ہیں پھر تو قاضی اور مفتی اور خلیفہ نبی سب برابر ہیں اس کو تو کوئی مسلمان تسلیم نہ کرے گا رہے مساوات حکومت کا دھوکہ یہ بھی کھلا ہوا ہے اس لئے کہ خلیفہ یا امام کی حکومت خدا نے مثلِ حکومت نبی کے واجب کی ہے اس لئے کہ وہ اولی الامر ہے اور قاضی اور مفتی اِس اولوالامر کا نائب ہے نائب اور منیب کے حکومت کبھی برابر ہو سکتی ہے۔

پینتیسویں دلیل

(۳۵) خلیفۂ نبی اُولوالامر کی اطاعت مثلِ اطاعتِ نبیؐ کے ہر امر میں واجب ہے اور یہ بات اسی وقت ہو سکتی ہے کہ اولوالامر کسی حکم میں خطا پر نہ ہو اُمت کا بنایا ہوا خطا کار اگر کسی حکم میں خطا پر ہو اس کی اطاعت اگر اس وقت ہم کریں تو گنہگار اس لئے کہ خلافِ حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کا حکم مانا ہے اور نہ کریں تو امامؑ کی نافرمانی کا گناہ ہم پر ہوگا۔ اور امام کا تقرر گناہ سے بچنے کی غرض سے واجب ہے لہٰذا اُمت کا مقرر کردہ امام سے خطاء کا ہونا یقینی ہے لہٰذا عام طور پر واجب الاطاعت نہ رہا اب وہ امام نہیں ہے۔

چھتیسویں دلیل

(۳۶) اگر امام بنایا ہوا اُمت کا عام طور سے واجب الاطاعت مثلِ نبیؐ کے ہے اس کے بعض احکام کی پیروی میں جو براہ خطائے بشری کرے ہم گنہگار بھی ہوں گے مستحق سزا اور مستحق اجر اور ثواب بھی ہوں گے گنہگار تو اس وجہ سے ہوں گے کہ امامؑ کا حکم خلاف حکم خدا براہِ خطا کاری صادر ہوا ہے جس کا بجالانا گناہ ہے اور مستحق اجر اس واسطے ہوں گے کہ امام کے حکم کی اطاعت کی ہے اور یہ بات محض غلط ہے (محال) کہ ایک ہی کام کرنے سے اسی وقت آدمی گنہگار بھی ہو اور مستحق ثواب بھی ہو۔

سینتیسویں دلیل

(۳۷/۱۰) خلیفۂ نبی یا امام کا معصوم ہونا براہ عقل اور شرع کے واجب ہے جس کے دلائل ۳۹، ۱۰ اسی کتاب میں لکھی جائیں گی اور معصوم کی شناخت بجز خدا یا نبی کے اور کسی کو نہیں ہے اور اُمت کی شناخت دو طرح سے ہوتی ہے یا تو خدا اور

نبی کسی شخص خاص یا چند اشخاص کے نسبت ظاہر فرمائے اور اگر خدا یا نبی کا ارشاد کسی کی عصمت پر اُمت کو پہنچے وہ معصوم اپنی عصمت پر آیات اور کرامات ظاہر کرے لہٰذا امام کا تقرر اُمت نہیں کر سکتی۔

اڑتیسویں دلیل

(۳۸) امامت اور وصی نبی کا مسئلہ اگر چہ عقلی دلائل سے اس کا ثبوت ہوسکتا ہے مگر یہ مسئلہ خاص مسائل مذہبی میں ہے لہٰذا ہم کو دیکھنا لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے وصی اور جانشین کرنے میں کیسا برتاؤ کیا ہے فرق اس قدر ہے کہ اوصیائے انبیاءؑ میں سے بعض کو نبوت کا درجہ بھی حاصل تھا جیسے حضرت سلیمان اور حضرت ہارون علیہم السلام اور ہمارے نبی پر چونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی آپ کا وصی نبی نہیں ہوسکتا مگر وصی ضرور تھا۔ اب دیکھو حضرت موسیٰؑ نے اپنے وصی اور وزیر کی نسبت خدا سے دُعا کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور خلیفہ مقرر کر دے اُمت درکنار خود حضرت موسیٰؑ اپنے خلیفہ کا تقرر بدونِ حکم خدا کے نہ کر سکے اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا: **انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ**۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی نسبت خدا سے دُعا کی تھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے خلیفہ کے واسطے خدا سے دُعا کی ہے اس لئے کہ حدیث منزلت میں چونکہ جناب رسولؐ نے حضرت علیؑ کو عام طور سے مثلِ ہارون کے قرار دیا ہے اس عموم سے فقط نبوت کو مستثنیٰ کر دینا ہی دلیل ہے کہ جس طرح ہارون کو خدا نے خلیفۂ نبی مقرر کیا تھا اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی خدا نے ہمارے نبی کا خلیفہ بنایا ہے اس لئے کہ علم اصول فقہ میں ثابت ہوا ہے کہ عام مخصص باقی میں حجت ہے لہٰذا یہ حدیث منزلت بھی پوری دلیل اسی دعویٰ کی ہے کہ خلیفۂ نبی ہے خدا مقرر کرتا ہے اور جناب امیر بھی خلیفۂ مقرر کردہ خدا ہیں۔

اُنتالیسویں دلیل

(۳۹) حضرت سلیمانؑ کو لیجئے اور آپ کے وصی ہونے کا حال تاریخی ہمارے امام صادق آل محمد علیہ السلام سے بروایت کافی کلینی یہ ہے کہ خدا نے جناب داؤدؑ پر وحی نازل کی تم اپنے اہل میں سے اپنا وصی تجویز کرو حضرت داؤدؑ کی ایک ایسی زوجہ تھیں کہ اُن سے آپ کو محبت زیادہ تھی اُن سے جب حضرت داؤدؑ نے ذکر کیا انہوں نے اپنے فرزند کی سفارش کی اور حضرت داؤدؑ کا ارادہ بھی ہوا مگر خدا نے فرمایا اے داؤدؑ جلدی نہ کرو جب تک کہ میرا حکم تعین وصی میں نہ آجائے چنانچہ وہ جناب حکم الٰہی کے منتظر رہے تا آنکہ دو آدمی فریادی حضرت داؤدؑ کے پاس آئے بھیڑ اور انگور کی بابت اب خدا نے آیت نازل کی اے داؤد اپنے فرزندوں کو جمع کرو اور اس استغاثہ کا فیصلہ اُن کے سپرد کرو جو ٹھیک فیصلہ کر دے وہی تمہارا وصی ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست برآمد ہوا اور حضرت داؤد نے فرمایا کہ میرا ارادہ کچھ تھا اور خدا کا ارادہ کچھ ہوا وہی جو خدا کو منظور تھا جناب صادقؑ فرماتے ہیں یہی حال کل اوصیاء کا ہے کہ حکم الٰہی سے تجویز میں اپنے وصی کے تجاوز نہیں کرتے۔

چالیسویں دلیل

(۴۰) امامت اور خلافت کو خدا نے اپنا عہد ارشاد فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا: **لاینال عهدی الظالمین**۔ اور خدا کا عہد معہود پورا کرنا کام خدا کا ہے یا انسان کا' رہے دوسری آیت۔ **اوفوا بعهدی اوف بعهدکم**۔ میرے عہد کو پورا کرو اس سے مراد یہی ہے کہ ظالمین کو اپنا امام نہ قرار دو اس لئے کہ عہد خدا یہی ہے کہ امام ظالم نہیں ہوسکتا اور جو غیر معصوم ہے ہر وقت صدد رخطا وہ ظالم ہے لہٰذا ہم کو ایفائے عہد الٰہی کا جب ہی یقین ہوگا جب ایسے امام کی پیروی کریں جو ظالم نہ ہو اور اس کی شناخت علم بشری سے باہر ہے جب تک خود وہی امام

اپنی عصمت کا ثبوت نہ دے اور وہ امام وہی ہے جس کو خدا نے مقرر کیا ہے۔

اکتالیسویں دلیل

(۴۱) حدیث مروی فریقین۔ **من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة**۔ جو شخص اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اس کی موت کفر پر ہوگی۔ اس حدیث میں امام کی شناخت کو واجب فرمایا ہے اور شناخت کرنا اُسی چیز کا ہوتا ہے جو ہمارے تقرر یا بنانے سے پہلے موجود ہو اور جس امام کو ہم اپنے تجویز سے امام مقرر کریں اُس کی شناخت کے کیا معنی اگر یہ معنی ہیں کہ اوصافِ مخصوصہ امام کے جس میں ہوں اُسی کو ہم اپنا امام سمجھیں پھر تو صاف ظاہر ہے کہ وہ امام ہمارا بنایا ہوا نہیں ہے اور اگر کچھ اور معنی شناخت کے ہیں جن سے ہمارا اختیار امام کے بنانے میں ثابت ہو اُس کا بیان اہلسنت کے ذمہ پر ہے۔ امام کا پہچان لینا یہ اور بات ہے اور امام اور خلیفہ کا بنانا اور بات ہے اور یہی ارشاد ہمارے امام صادقؑ کا ہے فرماتے ہیں ہم گروہ آئمہ وہی لوگ ہیں جن کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے آدمیوں کی اختیار میں بجز ہمارے معرفت کے اور کوئی بات نہیں ہے ہماری پہچان نہ ہونے کا عذر خدا نہ سنے گا (بلکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ ہم کو پہچان لے) جس نے ہم کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے پہچان کر ہماری امامت سے انکار کیا وہ کافر ہے اور جس نے ہم کو نہ پہچانا اور نہ ہماری امامت سے انکار کیا وہ گمراہ رہے گا جب تک ہدایت پر نہ آجائے جس کو خدا نے اُس پر واجب کیا ہے ہماری اطاعت کرنے سے پھر اگر اپنے اسی گمراہی پر مر جائے خدا کو اختیار ہے جو چاہے اُس کی نسبت بروزِ قیامت حکم جاری فرمائے۔

بیالیسویں دلیل

(۴۲/۴۲) وصیت کرنا خدا نے ہر شخص پر واجب فرمایا ہے اور جناب

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وصیت کرنے کی تاکید کی ہے پھر اُمت کو رغبت دلائی ہے تا آنکہ فرمایا ہے جو شخص بلا وصیت کے مرجائے اُس کی موت جاہلیت (کفر) پر ہوگی۔ وصیت کرنا جملہ اُمور دینی اور دنیوی میں واجب ہے جن کا تعلق وصیت کرنے والے سے بعد اس کے مرنے کے ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا بڑا کام ہدایت اُمت کی ہے تا حیات اور بعد وفات جب تک ان کا دین قائم رہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی اُمت کو تعلیم دے کر راہ راست پر رکھنا تا قیامت واجب تھا اس لئے کہ نبوت ختم آپ پر ہو چکی تھی۔ لہٰذا اپنی خلیفہ اور وصی کا تقرر اور اس کی نسبت وصیت کرنی حضور پر جملہ امور سے زیادہ تر واجب تھی اب کوئی مسلمان اور صاحبِ عقل ایسی ترک واجب کا صدور ہمارے نبیؐ سے واقع ہونا تسلیم کر سکتا ہے جس کا وجوب قرآن اور احادیث متواترہ اور عقل سلیم سے ظاہر ہو گیا۔ ہمارے نبی پر نعوذ باللہ یہ آیت صادق آسکتی ہے۔ **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم**۔ اُمت پر تو وصیت کرنا تم واجب کرتے ہو اور خود اس واجب کے بجا آوری کو بھول جاتے ہو اور پھر ایسی ضروری وصیت کفار اور منکرین نبوت ہمارے نبی کے جو درپے الزامات بے جا ہمیشہ رہتے ہیں۔ اگر اُن پر ترکِ وصیت ہذا ثابت ہو جاتا اس سے بڑھ کر کوئی الزام ایسا نہ تھا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ لگاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلیفہ کی نسبت کوئی وصیت نہیں فرمائی اُن سے زیادہ ہمارے نبی کا دشمن کوئی نہیں ہے کہ اس جناب کو ایسے الزام کا مستوجب ہونا پیش کفار ثابت کراتے ہیں۔ پھر جب خلیفہ کی نسبت وصیت کرنا ہمارے نبی پر واجب ثابت ہوا اور کوئی عذر شرعی اس واجب کے ترک فرمانے پر نہ تھا لہٰذا ضرور آپؐ نے اپنے خلیفہ کی نسبت وصیت فرمائی ہے اور وہی احادیث جن کو اہل حق روایت کرتے ہیں سچی ہیں اور مخالفین کا قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت نہیں فرمائی

غلط ہے پھر جب نبی کی وصیت ثابت ہو چکی اب امت کا اختیار تقرر خلیفہ میں کہاں باقی رہا وھو المطلوب۔

تینتالیسویں دلیل

(۴۳) خلیفہ اور جانشین کسی کا فرض کرو وہی شخص ہوتا ہے جس کے پاس وہ علم اور وہ سامان مخصوص بہ منیب موجود ہو۔ جس کا وہ خلیفہ ہے تاکہ بوقتِ ضرورت اپنے خلیفہ ہونے کے اثبات میں اُن کو پیش کر کے اپنا خلیفہ ہونا ثابت کردے۔ جب یہ قاعدہ کلی کارہائے دنیوی میں جاری ہے اور عقل سلیم بھی اسی کو ضروری تجویز کرتی ہے پھر نبوت کا عہدہ جو کہ جامع جمیع امور دینی اور دنیوی کا ہے اس کے جانشین اور وصی اور خلیفہ کا اس ضروری قانون سے جدا ہونا اور اس کے پاس نبی کا کوئی ایسا امر جس سے اس نبی کی نبوت اور اپنی نیابت اور خلافت ثابت کرسکے نہ ہونا سراسر خلافِ عقل ہے لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے دیکھیں اور تلاش کریں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ برتاؤ کیسے اپنی وصی اور خلیفہ کے ساتھ کیا یانہیں کیا ضرور کیا اور بہت سی نشانیاں اپنی نبوت کی اپنے وصی کو سپرد فرمائیں اور ان علامات اور شواہد کا موجود ہونا ہم کو آج تک صحیح تاریخیں بتلاتی ہیں اور زمانہ جود اوصیاءِ نبی میں بوقتِ احتجاج چشم دید حضار تھا اور یہی طریقہ کل انبیاء علیہم السلام کا اپنے اوصیا کی نسبت جاری رہا بلکہ بعض معجزات کا صدور اوصیاءِ نبی سے بشہادتِ قرآن مجید ثابت ہے۔ آصف ابن برخیاؑ کا قصہ قرآن مجید میں پڑھو۔ **وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک**۔ کہ چشم زدن میں تخت بلقیس کا آپ نے حاضر کردیا دور دراز فاصلہ سے ہمارے آئمہؑ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ جس قدر علامات انبیاءؑ سابقین کے پاس تھے سب ہمارے پاس موجود ہیں۔ **مثل السلاح فینا کمثل التابوت سکینۃ فی بنی اسرائیل**۔ سلاح کی مثال ہم میں تابوت سکینہ بنی اسرائیل کی ہے پھر جب

ان علامات اور دلائل نبوت اور امامت کا موجود ہونا ان خلفاء برحق کے پاس ثابت ہو گیا اب ان کا وصی اور خلیفۂ نبی ہونا منجانب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ثابت ہوا اب کسی کی کیا مجال ہے جو اپنی رائے سے خلیفہ مقرر کرے یہ دلیل اگرچہ برہان انّی ہے مگر دلیل وجوب وصیت سے ملا کر برہان لمّی ہو جاتی ہے اثبات اس دلیل کا ہم کتب مناقب اہلسنت کی بھی بخوبی کر سکتے ہیں۔

چوالیسویں دلیل

(۴۴) خلیفہ نبی یا امام کا مقرر کرنا اُمت پر واجب ہے یا اس کی شناخت واجب ہے اور مقرر کرنا کام خدا یا نبی کا ہے۔

مقرر کرنا کسی شخص کا عہدۂ خلافت پر خواہ کسی منصب پر بعد شناخت اس امر کے ہوتا ہے کہ یہ شخص قابل اس عہدہ کے ہے یعنی جتنے امور بجا آوری یہ عہدہ خلافت کو ضروری ہیں سب اس میں موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے اور اس کی شناخت چونکہ علم بشری سے باہر ہے لہٰذا تکلیف مالا یطاق ہے اگر یہ بات اُمت پر واجب ہو۔ ولا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ تحمل اور برداشت سے زیادہ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے اور جو ذریعے شناخت امام اور خلیفہ کا یقینی ہے وہ یہی ہے کہ خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے امام ہونے پر نص کر دے اور جب امام وہی ٹھہرا جو منصوص من اللہ یا من الرسول ہو اب اُمت کا اختیار تقرر۔ خلیفہ اور امام میں باطل ہو گیا۔ وھو المطلوب۔

پینتالیسویں دلیل

(۴۵) امام اور خلیفہ ہادی کل اُمت کا ہے اور اُمت مہتدی یعنی ہدایت قبول کرنے والی ہے اور تقرر امام اعلیٰ درجہ کی ہدایت ہے جو خاص کام خدا کا ہے اس کے بعد جس کو خدا یہ منصب عطا فرمائے نبی یا امام یا علمائے دین جو نائب امام

ہیں اب اگر اُمت کے اختیار میں تقررِ امام بھی مانا جائے تو اُمت ہادی بھی ہوگی اور مہتدی بھی اور یہ محال ہے اس لئے کہ قابلِ ہدایت فاعل بھی اُسی ہدایت کا نہیں ہوسکتا ہے ورنہ علت بھی ہو اور معلول بھی فرض کرو کہ لکڑی آرا سے کٹ جاتی ہے تو آرا کاٹنے کا فاعل ہے اور لکڑی کٹنے کے قابل ہے اب یہ محال ہے کہ لکڑی خود ہی اپنے کو کاٹنے والی ہو اور خود ہی کٹنے والی! لہٰذا ہادی کا تقرر یہ فعل اُمت کا نہیں ہوسکتا یہ تو وہی بات ٹھہری۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

فاعل ہر اثر کا منفعل سے جدا ہوتا ہے۔

چھیالیسویں دلیل

(۴۶) حدیث ثقلین میں ہمارے نبی نے دو ہادی اپنی اُمت کے واسطے اپنے بعد چھوڑنے کا صاف ارشاد فرمایا قرآن اور اہلبیتؑ اور دونوں کی پیروی اور دونوں کا ساتھ رہنا تا روزِ قیامت یہ بھی ظاہر کر دیا قرآن خدا کا مقرر کیا ہونا یہ تو صاف ظاہر ہے رہا دوسرا ہادی جو اہلبیتؑ ہے اس کا بھی تقرر بحکمِ خدا نبی نے ارشاد فرمایا اس حدیث میں تو بالا جمال اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا فعل تقررِ ہادی دوم ارشاد کرتے ہیں جو بدونِ حکم خدا نہیں ہوسکتا اور دیگر احادیث میں نام بنام۔ اب اس کے بعد امام اور خلیفہ بنانے کا اختیار اُمت کو کہاں باقی رہا اور دلائلِ عقلیہ بھی اسی حدیث متواترہ پر ہم لکھ چکے۔ اس حدیث مقدس میں صاف طور سے وارد ہے کہ ہادیان اُمت جن کی پیروی میں گمراہی سے اُمت بچے گی انہیں دونوں میں منحصر ہے اور تنہا قرآن بدونِ ہادیٔ دوم کے جو مفسر اور حاملِ قرآن بلکہ بقول جناب امیرؑ قرآن ناطق وہی ہے کافی ہدایت میں نہیں ہے اب ان دو کے سوا تیسرا ہادی اُمت کا کھڑا کیا ہوا مصنوعی امام کب ہادی ہوسکتا ہے اس حدیث کی توجیہہ اور تفصیل عبقات الانوار کی مجلد ثقلین میں دیکھو۔

سینتالیسویں دلیل

(۴۷) اُمت اجماع کر کے اگر کسی کو خلیفۂ نبی بنانا چاہے تو اس شخص کو اس کا قبول کرنا براہ عقل واجب ہے یا براہ نقل یا اس کو اختیار ہے چاہے منظور کرے یا نہ کرے۔ پھر اگر وہ شخص معصوم نہیں ہے بلکہ جائز الخطا ہے اور صاحب ورع اور تقدس بھی ہے اور اپنے کو قابل ادا کرنے اس امانت خدا کی بوجہ جائز الخطا ہونے کے نہیں سمجھتا اور اس نظر سے اُس نے انکار کر دیا اب دوسرا اور تیسرا وھلم جراً جو شخص صاحب دیانت اور غیر معصوم ہوگا ضرور انکار کرے گا حضرت ابوبکر کا قول (صمیم قلب سے) لست بخیرکم وعلی فیکم۔ میں علیؑ کی موجودگی میں قابلِ خلافت نبی کے اور کوئی نہیں جو اسی بات کو ظاہر کرتا ہے کلمۂ حق ہے۔ اچھا براہ نقل تو اس عہدہ کو قبول کرنا کسی پر ہرگز یہ واجب نہیں ہے اس لئے کوئی حدیث نہ کوئی آیت اس مضمون کے وارد ہے کہ اُمت جس کو امام بنائے اس پر قبول کرنا عہدہ خلافت کا فرض ہے اور دلیل ۲۹ / ۵۷ میں ابوالحسین کا استدلال باطل کیا جائے گا اب رہی عقل کسی مسلمان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ مسائلِ دینیہ کا محض تجویز عقلی سے ثابت ہوتا ہے جب تک اس کی تائید دلیلِ نقلی سے نہ ہو نہ کہ اتنا بڑا اہم مسئلہ اب یہی بات رہی کہ اس خلیفہ پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے نہ شرعاً نہ عقلاً بلکہ اسے اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے اور قبول کرنے کے بعد بھی جب چاہے اس عہدہ سے مستعفی ہو جائے اور یہ صفت امام اور خلیفہ نبی کی نہیں ہے اہلسنت بھی خلیفہ یا امام کا عہدہ سے جدا ہونا از خود یا تجویز اُمت سے ہرگز جائز نہیں سمجھتے لہٰذا امام وہی ہوگا جس کو اس عہدہ کا قبول کرنا اور بعد قبول کے پھر اس عہدہ سے جدا نہ ہونا شرعاً اور عقلاً واجب ہو مثلِ نبی کے اور یہ بات اُسی امام میں ہوگی جس کو خدا یا رسولؐ مقرر کرے اُمت کا بنایا ہوا کبھی خلیفہ برحق اور امام مطلق نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی خلیفۂ نبی اور امام ایسا ہوا ہے۔

اڑتالیسویں دلیل

(۴۸) ہر شخص بجائے خود اپنی لیاقت اور اپنی قوتِ علمی اور عملی کو خوب جانتا ہے۔ الانسان علیٰ نفسه بصیرة ولوالقیٰ معاذیره۔ اپنی ذاتی اُمور کو ہر شخص بعلم حضوری جانتا ہے نبی کا خلیفہ ہونا اس کو جو کام اور خدمت خدا نے یا نبی نے سپرد کی تھی بہ نیابتِ نبی خلیفہ کو سب کرنی ہوگی ہمارے نبی کا یہ بھی ایک ضروری کام تھا کہ یہود اور نصاریٰ کی کتب میں جو احکام الٰہی نازل ہوئے قرآن مجید کے احکام سے اُن کا مقابلہ کرنا بشارات جو کتب سابقہ میں ہمارے نبی اور اوصیاء نبی کے تھے ان کو یہود اور نصاریٰ پر بحوالہ صحیحہ ثابت کرنا اسی طرح خواص اور لوازم نبوت اور امامت جو کہ آسمانی کتب میں وارد ہوئے ہیں ان کو اپنی ذات اور اپنے نائب اور خلیفہ میں موجود دکھلانا یہ سب ایسے امور ہیں کہ خلفائے ثلاثہ میں بھی واقع ہوئے اور اُن کی پوری تحقیق اور تصدیق اگر نہ کی جاتی خلافت درکنار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر بھی شبہہ پڑ جاتا یہ سب امور تاریخ اسلام ہم کو دکھلا رہی ہے کہ سوائے خلیفہ برحق علی علیہ السلام کے کسی کی مجال تھی جو اس کام کو سرانجام دیتا۔

اب فرمائیے اور یاد کیجئے ایسے اوقات مناظرہ اور مباحثہ میں کہ ان میں سے بعض اوقات بدونِ اظہار معجزہ اور کرامات کے اسلام پر سخت حملہ ٹل نہیں سکتا تھا اُمت کے بنائے ہوئے خلیفہؑ کی خلافت اُسی وقت باطل ہو جاتی تھی اور یہود اور نصاریٰ کہہ دیتے تھے۔ انت وصی المصطفیٰ حقاً۔ یہ بات چھپانے سے چھپ نہیں سکتی ہے پھر جب اُن خلفائیں یہ لیاقت نہ تھی اور نہ اُمت اُن کو اس قابل جانتی تھی اور نہ جان سکتی تھی۔ اب یہ فعل براہ عقل کیسا قبیح ثابت ہوا خلیفہ اُمت بنانے والی اور نبی کے بنانے والے دونوں کی دیانت کا ظہور اسی سے ہو گیا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ امام اور خلیفہ بنانا خدا یا نبی کا منصب ہے اُمت کو ہر گز اختیار نہیں ہے۔

اُنچاسویں دلیل

(۴۹) جس شخص میں شرائطِ امام اور خلیفہ نبی ہونے کے موجود ہوں وہ خود تو اپنے امام نہ ہونے کا دعویٰ نہ کرے بلکہ کسی اور کو اپنا امام تسلیم کرے اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) یا تو وہ شخصِ غیر اس سے زیادہ تر لائق ہے اب تو یہ تسلیم کرنے والا مستحق امامت نہ رہا۔

(۲) یا وہ دوسرا شخص اس سے کم اوصاف امامت میں ہے اب تفضیل مفضول اور برھمی و ناکامی اس کی مقرر کرنے سے امورِ ہدایت میں ہوں گے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہے غرض مطلوب کے منافی ہے پوری ہدایت نہ ہوگی۔

(۳) یا دونوں شخص شرائط امامت کے جمع ہونے میں برابر ہیں اب اس وقت چونکہ ہر شخص پر اصلاح اُمت کی برابر واجب ہے۔ لہٰذا اپنا بار دوسرے پر بلا عذر ڈالنا کس دلیل سے جائز ہوگا بلکہ دونوں پر ترکِ واجب کا الزام قائم ہوگا۔

یہ دلیل اگرچہ عقلی ہے مگر اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے۔

اذاظهرت البدع في امتي فليظهر العالم علمه وان لم يفعل فعليه لعنة الله۔ جب میری اُمت میں بدعت ظاہر ہو عالم کو لازم ہے اپنے علم کا اظہار کرے اگر نہ کرے گا اس پر لعنت خدا کی۔ پھر چونکہ اظہار علم (ہدایت) کا امر فوری ہے لہٰذا جس قدر تاخیر اس میں بلا عذر کوئی کرے گا ضرور فاسق ہوگا۔ یہ خرابی اسی وقت ہوگی جب امام اور خلیفہ بنانے یا بن جانے کا اختیار اُمت کو ہو اور خلیفہ مصنوعی کو اختیار قبول اور عدم قبول کا ہو جیسا کہ دلیل (۴۷) میں گذرا اور جب یہ اختیار خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے جس وقت خدا مناسب جانے گا اسی وقت نبی یا امام مقرر کر دے گا اور وہ نبی یا امام چونکہ معصوم ہے چشمِ زدن بھی تاخیر اظہار میں اپنے منصب کے نہ کرے گا۔

پچاسویں دلیل

(۵۰) خلافت نبی اور امامت کی حکومت اور سلطنت ہر ایک حکومت سے اعظم اور زیادہ ہے عوام اُمت یا خواص اُمت میں سے کسی کو ثابت نہیں ہے یعنی کوئی شخص اس کا مجاز نہیں ہے (بدونِ تقررِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو خلیفہ یا امام بنا سکے پھر جب آپ سے امام اور خلیفہ نہیں بن سکتا ہے دوسرے کو کیونکر خلیفہ یا امام بنا سکتا ہے۔

انچہ برخود نہ پسندی...... بر دیگراں می پسند

یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ آدمی جس قدر اپنی ذات پر اطمینان ہر قسم کا رکھتا ہے دوسرا کیسا ہی اعتماد والا ہو کبھی اس پر ایسا اطمینان نہیں کر سکتا۔ ہاں معصوم کی اور بات ہے یعنی اگر معصوم کو امام قرار دے پھر تو وہی بات ہو گی کہ خدا کا بنایا ہوا امام ہے۔

اکیاونویں دلیل

(۵۱/۴) اُمت کو سپرد کرنا نصب امام کا ہرج ومرج اور فتنہ وتنازع باہمی کا باعث ہے اس لئے کہ آدمی کے مذہب مختلف ہیں اور رائیں اور تجویزیں سب کی متبائن اور نیز اعتقادات سب کے جدا جدا ہیں پس ہر ایک صاحب مذہب اپنے مذہب کا امام مقرر کرے گا اور دوسرے مذہب کے امام کو اپنا حاکم نہ مانے گا۔ معتزلی اُسی امام کو مانے گا جو معتزلی ہو اور جبری کا امام جبری ہونا درکار ہے اور خارجی کو خارجی وغیرہ وغیرہ اور جب ہر ایک فرقہ اپنے ہم مذہب کو امام بنائے گا دوسرا فرقہ اس سے نزاع برپا کرے گا تو اور بھی ہرجِ عظیم ہے اور فسادِ شدید ہے۔ شفقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اُمت پر اور رحمت خدا کی اپنی بندوں پر اس کی مقتضی ہے کہ جھگڑے اور فساد کو دور کر دے نہ کہ ایسی پیش آمد

کرے جس سے اُمت لڑتے جھگڑتے تباہ ہو جائے۔ حالانکہ خدا نے ایسے ایسے چند احکام بھی جاری فرما دیئے جن کا نفع نصبِ امام سے بہت ہے۔ کم ہے محض بغرض رفعِ فساد۔ پھر کیونکر لائق ہے نظر بہ رحمتِ الٰہی اور شفقتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ رعایا کو ایسے بڑے فساد اور نافع بحقِ عباد (نصب امام) کو ترک کر کے اُمت کو ہرج مرج میں حیران چھوڑ دے نہایت نامناسب ہے اور کوئی عاقل اپنے نفس پر ایسی خراب کن بات پر راضی نہ ہوگا۔

شبہہ اہلسنت

اگر اہلسنت یہ کہیں کہ یہ تجویز آپ کی واقع تو نہ ہوئے مراد یہ ہے کہ خدا نے امام مقرر نہ کیا یا یہ مراد ہے کہ مقرر کرنے سے لڑائی جھگڑا ہرگز نہ مٹا۔

جواب

اِس کا یہ ہے کہ خدا نے ضرور مقرر کر دیا اور اپنی رحمت کا جو کچھ مقتضٰی تھا وہ جاری فرما دیا ہاں زمانۂ علیؑ اور معاویہ میں جو لڑائیاں ہوئیں یا زمانۂ حسنین علیہا السلام میں یہ سب بہ اختیار اُمت ہے خدا پر اقامتِ حجت کے بعد الزام کچھ نہیں ہے پھر یہ بھی تو سوچو بالفرض اگر زمانہ گزشتہ میں ہماری تجویز پوری نہ ہوئی یعنی باوجود امام منصوبِ من اللہ کے نزاع برطرف نہ ہوئے تو آئندہ اس کا واقع نہ ہونا واقعاتِ گزشتہ پر بنا کر کے ضروری نہیں ہے مراد یہ ہے کہ جو اسباب مانعِ رفعِ فساد کے زمانۂ وجود امام منصوص میں پائے گئے زمانۂ آئندہ میں ان کا ہونا کیا ضروری ہے (یہ اشارہ ہے زمانۂ رجعتِ آئمہؑ اور زمانۂ ظہورِ صاحب الامر علیہ السلام کی طرف)

ایضاً

محض تجویز عقلی ہمارے لئے کافی ہے اختیارِ اُمت کے باطل کرنے میں

برطبق اصول علم مناظرہ میں کہتا ہوں یہ دلیل (۵۱/۴) مقرر آ چکی ہے دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ حدوث مذاہب معتزلیہ اور دہریہ وغیرہ بعد تقرر خلفا کے ہوا ہے اور نصب امام حدوث و مذاہب سے پہلے ہمارے عقیدہ میں ہو چکا پھر خصم اس کو کب تسلیم کرے گا بموجب ہمارے عقیدہ کے بلکہ اس دلیل کے تقریر میرے نزدیک یوں مناسب ہے۔

تقریرِ دلیل بطریقِ مجوز مترجّم

اُمت کے اختیار نصب خلیفۂ نبی اور امام کے قائل ہونے سے اور قائل ہو کر اُس پر عملدر آمد کرنے سے جیسا کہ فساد اور فتنہ اور شرِ امور دنیوی اور دینی میں برپا ہونا ضروری تھا ویسا ہی واقع بھی ہوا اب دنیوی فساد تو خلفاء کی تاریخ پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہے حتیٰ کہ خلافت بلکہ نبوت مخالفین اسلام کے نزدیک محض سلطنت دنیوی سے نامزد ہو گئی اور شخصی سلطنت جمہوری سے بدل گئی دینی فساد فقط بغرضِ حفظِ ناموسِ خلیفۂ مصنوعی کی توحید عدل اور حُسن و قبحِ عقلی اور جبر و اختیار اور عصمتِ امام بلکہ انبیاءؑ کا مسئلہ اور صدور قبائح کا جواز خدائے پاک سے اور صدہا مسائل معاد کے اور صدہا مسائل فروعیہ اسلام تحریفِ آیات قرآنیہ افتراء نبی برحق پر صدہا احادیث موضوعہ خوشامد خلفاء میں اخفائے واقعات صحیحہ اعلان اباطیل الغرض اصول اور فروعِ دین اسلام میں ایسا انقلاب عظیم اسی سوئے اختیار سے پیدا ہو کر ایک فرقہ حقہ کو (۷۲) ہو گئے خاندان نبوت اور خصوصاً جن کی امامت منصوص من اللہ زبانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی اُن کے ساتھ عداوت اس سے بڑھ کر کوئی کام اہل اسلام کو ضروری باقی نہ رہا۔ یہ سب امور نتائج اسی اختلاف کے ہیں کہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے اختیار میں ہے۔ اگر اہلسنت یہ کہیں کہ فرقہ امامیہ جو قائلِ امام منصوص کے ہیں ان میں کیوں اختلاف مذاہب پیدا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی آپ ہی کی بدولت ہے اس لئے کہ جب آئمہ علیہم

السلام کی اطاعت اُمت نے نہ کی اور ان کو اظہار امور حقہ کا موقع نہ دیا ان کا رعب و دبدبہ اُمت کے قلوب سے اٹھا دیا اور افترا علی اللہ اور علی الرسول کا دروازہ آپ نے کھولا خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اور تقیہ کی ضرورت ہادیان برحق کو محسوس ہوئے فرقہ شیعہ کے بعض نادان کم فہم لوگ بھی راہ حق سے انہیں ہوائے نفسانی اور خواہشہائے دنیوی کی وجہ سے جدا ہو گئے۔

ای بادِ صبا ایں ہمہ اوردۂ تست

اور بمصداق۔ الکفر ملة واحدة۔ جب اسلام کا رنگ بگڑا پھر اُسے کون روک سکتا ہے یہ مختصر تقریر ایسے ہے اگر اس کی تفصیل کروں ایک پوری کتاب اسی کی توضیح میں لکھ سکتا ہوں یہاں تک جسارت اُمت کی اسی سوءِ اختیار سے بڑھی باوجودیکہ جناب امیرؑ کو چوتھا خلیفہ تسلیم کر چکے تھے آپ کی نباشِ اوّل حسن بصری کی ایک روز وضو میں پانی زیادہ ایک مد (جو وزن مسنون ہے) سے گرایا تھا جناب امیر نے فرمایا۔ قد اھرقت کثیرا من الماء۔ تم نے پانی زیادہ گرایا حسن بصری نے جواب دیا (خاکش بہ دہن) قد اھرقت کثیرا من الدماء۔ آپ نے خون زیادہ بہایا (یعنی جنگ صفین و جمل میں یہ نتیجہ اسی عقیدہ فاسدہ کا تھا کہ خلیفہ اور امام کا (بلکہ نبی کا) معصوم ہونا ضروری نہیں ہے اور خطا کار خلیفہ ہوسکتا ہے۔

باونویں دلیل

(۵۲/۱۱) امام کے لیے واجب ہے کہ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے دین میں اور علم اور ورع میں (پرہیزگاری میں) افضل اور امورِ سیاست میں فرد یگانہ ہو۔ اب اگر ہم نے اپنے اختیار سے کسی کو امام بنایا ہم کو ضرور اندیشہ رہے گا ایسا نہ ہو باطن میں یہ کافر ہو یا فاسق ہو اور اُس کی مقدار علم بھی ہم پر مخفی ہو گئے (اس لئے کہ مطالب علمیہ روزانہ متجدد ہوتے ہیں اور قوتِ قدسیہ (اجتہادیہ) بھی غلط کاری سے باز نہیں رکھتے) اور اس امام کی اور اس کے سوا دوسرے شخص کی ...

کمالات میں قیاس کرنا اور افضل سے مفضول کو پہچاننا یہ بھی ہم پر مخفی رہے گا۔ پھر جب شرطِ افضلیت کی شناخت ہم سے پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ کام ہم سے انجام پائے گا اور کیونکر امام بنانا ہمارے اختیار میں براہ عقل جائز ہوگا۔

ترپنویں دلیل

(۵۳/۲۴) اگر سب کو یا بعض اشخاص کو امام بنانے کا اختیار ہو تو لازم ہے کہ وہ جماعت خواہ وہ بعض اشخاص امام سے زیادہ علم رکھتے ہوں تا کہ بذریعہ امتحان کے مقدارِ علم امام کو پہچانیں اور اس کی فضیلت کو دوسری پر معلوم کریں اور جب یہ لوگ امام سے زیادہ علم اور فضل رکھتے ہیں تو امام سے زیادہ انہیں کو امام ہونے کی اولویت ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کیونکر امام اور پیشوا ہوسکتا ہے لہٰذا اس مفضول کو تو ہرگز یہ امام نہیں بنا سکتے ہیں اور نہ آپ اپنے کو امام کہہ سکتے ہیں (اس لئے کہ اجماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو امام نہیں بنا سکتا ہے) اب کہ نہ خود امام بن سکتے ہیں اور نہ دوسرے مفضول کو بنا سکتے ہیں لہٰذا امام بنانے کا اختیار باطل ہوگیا۔

(میں کہتا ہوں) اس دلیل میں اور دلیل (۵۱/۱۱) میں فرق واضح ہے لہٰذا ہم نے دونوں کو قریب لکھ دیا ہے۔

اہلسنت کا اعتراض

اہلسنت اگر یہ کہیں کسی شخص کا اعلم ہونا اس نظر سے واجب نہیں ہے کہ اس غیر کی افضلیت اپنے سے یا غیر نبی جانے بلکہ مرجوح فضیلت راجح کو ہمیشہ جانتا ہے چنانچہ ہم رجحان ابوحنیفہ کا فقہ میں ان کے غلامان پر بخوبی جانتے ہیں حالانکہ ہم ابوحنیفہ سے اعلم نہیں ہیں اسی طرح سے سیبویہ کا افضل نحو میں ہونا ان کی معاصرین سے ہم کو معلوم ہے گو کہ ہم علم نحو میں سیبویہ سے اعلم نہیں ہیں۔

جواب مندرج المتن

سچ ہے کہ مرجوح اپنے سے راجح کو ضرور جانتا ہے کہ یہ مجھ سے افضل ہے مگر یہ معلوم کرنا کہ فلاں اور فلاں سے بھی یہ افضل و اعلم ہے یہ ممنوع ہے یعنی مجھ سے اور تمام علمائے اُمت اسے افضل ہے یہ ممنوع ہے۔

میں کہتا ہوں مبنیٰ اس دلیل کا یہ ہے کہ ممتحن کا اعلم ہونا اس شخص سے جس کا امتحان لیتا ہے ضروری ہے یعنی جو گروہ اُمت یا چند اشخاص کسی کو امام بتائیں وہی ممتحن ٹھہری ان کا علم اور افضل ہونا امام سے جس کے علم و فضل کو جانچ کر امام بنائیں گے (ضرور ہے جب وہ امام سے افضل نہ ٹھہرے نہ اپنے سے مفضول کو امام بنا سکتے ہیں اور نہ خود بن سکتے ہیں لہٰذا اختیار امام بنانے کا باطل ہو گیا اب یہ اعتراض کیونکر درست رہا معترض کا یہ اقرار کہ جناب ابوبکر خلیفہ مجھ سے اور ان کے تلامذہ سے افضل تھے یہ بھی قابلِ تسلیم جب ہو گا کہ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل اور دیگر فقہاء سے اُن کی افضلیت ثابت ہو جائے۔ یا سیبویہ کا نحو میں اعلم ہونا اور ابن ہشام صاحب مغنی کا انہی میں سیبویہ ہونا باطل ہو جائے۔

چونویں دلیل

(۲۰/۵۴) ولایت (حکومت) امام کی سب حکومتوں سے بڑھ کر ہے پھر جب اس حکومت کا اختیار کرنا کسی کو اُمت میں سے درست نہیں ہے یعنی کوئی شخص اپنے آپ کو امام نہیں بنا سکتا ہے پھر دوسرے کو امام بنانا کیونکر اُمت کے اختیار میں ہو گا۔

اہلسنت کا اعتراض

اگر اہلسنت یوں کہیں کہ امام کی حکومت کا ثابت کرنے والا تو ہم بھی خدا

کو مانتے ہیں یعنی تقرر اور تجویز کرنا ہمارے اختیار میں ہے اور اس کا حاکم ماننا خدا کے حکم سے ہے جیسے کہ امام اگر کسی کو حکم دے کہ تم فلاں شخص کو امیر اور حاکم مقرر کرو اور بموجب اسی حکم کے امیر اور حاکم مقرر کرے اُس کا حاکم ہونا بھی امام ہی کی طرف منسوب نہ ہوگا؟

جواب اول

اگر آپ اس کو تسلیم کرتے ہو کہ ولایت اور حکومت منجانب اللہ ہے پھر اب ہمارے آپ کے نزاع کیا باقی رہے (چشم ماروشن دل ماشاد) علاوہ بریں آپ اس کے تو قائل نہیں ہو بلکہ نصب امام کو ہمارے اختیار سے تجویز کرتے ہو اور ہم پر واجب کہتے ہو پھر جب ہم پر نصب امام واجب ہوا اور ہم نے جسے چاہا مقرر کیا اور جسے چاہا معزول کر دیا۔ اب یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اس کی حکومت ہماری طرف منسوب نہ ہو بلکہ خدا کی طرف منسوب ہو۔

میں کہتا ہوں:

جواب اصلی تو یہ تھا کہ جس طرح امامؑ نے کسی شخصِ غیر کو حکم دیا مثلاً زید کو امیر بنانے کا اسی طرح خدا کا حکم اُمت کو امام بنانے کا اگر اہلسنت ثابت کر دیں البتہ یہ اعتراض بھی صحیح اور یہ نظریہ بھی کافی ہوجائے ورنہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔

ترجمہ دلائل باقی ماندہ جو علماء کے قابل ملاحظہ ہے

واضح ہو کہ یہ ۵۳ دلائل۔ عام فہم جو ہم نے لکھے ان میں 22 دلیلیں تو کتاب الفین کی ہیں اور ۳۱ دلائل کا ہم نے اضافہ اپنی تجویز سے کیا ہے اب چونکہ اصل کتاب الفین میں کل 29 دلیلیں اس مسئلہ پر ہیں اور 22 کو ہم لکھ چکے باقی رہیں (۷) جن کا سمجھنا عموماً ہر شخص کا کام نہیں ہے اس لئے کہ دقیق اصول علمیہ قابل ملاحظہ ہو ان پر موقوف ہے لہٰذا ان کو جداگانہ اب ہم لکھتے ہیں تا کہ ہماری

کتاب عام اور خاص سب کے واسطے مفید ہو اور ان دلائل کی ترجمہ میں ہم وہی طریقہ جاری رکھیں گے جو کہ جناب علامہ حلیؒ کا ہے۔

(۵۴/۶) جوینی نے جو ایک عالم علمائے اہلسنت سے ہیں اُن کا قول بلکہ عموماً اہلسنت کا قول ہے کہ آدمی کو اپنی افعال میں اختیار نہیں ہے بلکہ آدمی مجبور ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا ہی کا کیا ہوا ہوتا ہے جب یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے پھر خلیفہ اور امام بنانے کا اختیار اُمت کو کیونکر ہو سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ دلیل الزامی خاص فرقہ جبریہ پر چل سکتی ہے اور جبر اور اختیار کے مسئلہ میں جو تاویلات اہلسنت کرتے ہیں اُن کی نظر سے اس اختیار کی تاویل بھی وہ کریں گے لہٰذا ہم نے اس کو زیادہ شرح اور بسط سے لکھنا ضروری نہیں سمجھا۔

پچپنویں دلیل

(۵۵/۱۳) اُمت کے اختیار سے خلیفہ یا امام کا مقرر ہونا اس سے لازم آتا ہے کہ ہرج اور مرج پیدا ہو اور فتنہ اور فساد عالم میں برپا ہو اور امام کا تقرر ہرج اور فساد مٹانے کی غرض سے واجب ہے لہٰذا اُمت کا اختیار نہ ہونا چاہیئے۔

توضیح

اس کی یہ ہے کہ دُنیا میں شہر اور بلاد متعدد ہیں فرض کرو ایک شہر میں اجماع سے ایک امام مقرر ہوا تمام دنیا کے واسطے اور دوسرے شہر میں اسی روز ایسا ہی دوسرا امام مقرر ہوا اب اگر دونوں امام کو برقرار رکھو کوئی ان میں امام کُل اُمت کا نہ ہو گا اور دونوں کی امامت باطل ہوئے بہ برہان تمانع جیسے دو خدا کا خدائی باطل ہے اور اگر ایک کو معزول کیا جائے تو امام کی شان یہ نہیں کہ معزول کیا جائے دوم یہ کہ معزول کرنے کا سبب کیا ہے اس لیے کہ فرض تو یہ ہے کہ دونوں قابلیتِ امامت

میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور نہ اس شہر کو دوسرے شہر پر ترجیح ہے اب اس جھگڑے اور فساد کو کون مٹائے اور اگر دونوں کو معزول کرو یہ بھی باطل ہے مثلِ فرض اول کی۔

شبہۂ اہلسنت

اگر اہلسنت یوں کہیں کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے جیسے کسی عورت کا نکاح دو شخصوں سے وقت واحد میں براہ غلط کاری اس کے دو ولی نے کیا ہو کہ دونوں باطل ہو جاتے ہیں اور یہ تقرر دونوں امام کا بھی غلطی اُمت سے واقع ہوا اور اصل کوئی امام مفروض الطاعۃ نہیں ہے جس کے معزول کرنے سے ہم پر کچھ الزام عائد ہو' بنا بر ین ہمارے عقیدہ کے جواب اس کا ہم یہ دیں گے کہ دونوں کام کے باطل ہونے سے کوئی ہرج اور فتنہ اور فساد برپا نہیں ہوتا ہے بلکہ رفعِ فساد اسی میں ہے کہ دونوں نکاح باطل ہوں اور دونوں امام کے معزول کرنے میں پھر ایک امام کا مقرر کرنا چونکہ ضروری ہے اور دونوں شہروں میں سے کسی کو اولویت نہیں ہے جب کسی شہر کے لوگ اپنی تجویز سے کل اُمت پر امام مقرر کریں گے دوسرے شہر والے ضرور امادۂ فساد ہوں گے علی الخصوص جب اور شہروں میں قابلِ امامت کے اور لوگ موجود بھی ہوں میں کہتا ہوں تاریخ خلفاء کو پڑھو اور جس قدر جھگڑے لڑائیاں باہم خلیفہ کے عزل اور نصب میں ہوئیں اُن کو یاد کرو۔

چھپنویں دلیل

(۵۶/۱۵) جس طرح کہ امام کا ہونا لطفِ خدا ہے بالاتفاق اس نظر سے کہ امام کی موجودگی میں اُمت اگر اطاعتِ امام کرے صلاح اور فلاح دارین اس کو نصیب ہوتی ہے اور نزاع اور جھگڑے اور ہرج مرج سے دور رہیں گے اور یہی سبب ہے نصبِ امام کے ضروری ہونے کا اسی طرح امام کا مقرر کردۂ خدا یعنی

منصوص من اللہ ہونا بھی لطفِ عظیم اور کرم عمیم خدا کا اُمت پر ہے اس لئے کہ جب خدا امام مقرر کر دے گا پھر کسی کو کسی قسم کی نفسانیت نہ لڑائی نہ جھگڑا باقی رہے گا نہ ایک قوم کو دوسرے پر ترجیح کا خیال ہوگا اور صلاح اور فلاح اور دفع ہرج ومرج اور فتنہ اور فساد کی زیادہ اُمید ہے اور اُمت کی تجویز سے تقرر امام میں بڑا جھگڑا اور فساد ہونے کا خوف ہے اور اختلاف رائے کا زیادہ اندیشہ ہے لہٰذا خدا ہی کا مقرر کر دینا واجب ہے۔

پہلا شبہہ اس دلیل پر

اہلسنت اگر یوں کہیں کہ یہ اختلاف اور نزاع بسبب تقررِ امام کے نہیں پیدا ہو گا بلکہ اختلافِ مذہب اس کا سبب ہے اور چونکہ یہ اختلاف مذاہب اس وقت بھی ہے جب امام کو خدا مقرر کرے لہٰذا وہ نزاع اور فساد امام منصوص من اللہ ہونے سے بھی برطرف نہ ہوگا۔ مطلب اس شبہہ کا یہ ہے چونکہ امام میں دو مذاہب اُمت کے ہیں ایک فرقہ تو باختیار اُمت نصبِ امام کو تجویز کرتا ہے اور دوسرا فرقہ قائل ہے کہ خدا کا یہ منصب ہے اور یہ اختلاف بروقتِ امام منصوص من اللہ ہونے تک ضرور رہے گا لہٰذا منصوص من اللہ ہونے سے رفعِ نزاع اور فساد کیونکر تسلیم کیا جائے اس لئے کہ خلیفہ منصوص جس آیت اور حدیث سے ہوگا فرقہ مخالف اس آیت اور حدیث کی تاویل کر کے اُس کو مشکوک کر دے گا اور نصِ جلی کی بھی تاویل کر کے نہ مانے گا چنانچہ اکثر مسائل اختلافیہ میں اُمت کا بھی یہ حال ہے کہ اپنے اپنے مذہب پر آیات اور احادیث کی تاویل کر کے ڈھالتے ہیں (قرآن اور حدیث کا ہر دو وجود ہونا بھی مسلّم ہے) علاوہ برآن فرقہ امامیہ کے لوگ کیونکر رفعِ نزاع اور فساد کا دعویٰ کر سکتے ہیں اس لئے کہ نصوصِ احادیث سے نصب امام اُن کے پاس موجود ہیں جو ہر زمانہ میں وجودِ امام کو ضروری ثابت کرتی ہیں اور اُن کے اماموں کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوئے پھر بھی فتنہ اور فساد اُمت سے نہ اُٹھا اور امام منصوص

کی اطاعت کل اُمت نے ان کے ہاں چند روز حضرت علیؑ کی اطاعت ضرور کچھ لوگوں نے کی سو وہ جناب بھی آج تک جنگ جمل اور صفین میں لڑتے رہے' پھر بعد اس جناب کے کسی امام کو اقتدار اظہارِ امامت پر نہ ہوا بلکہ ہمیشہ مغلوب رہے اور اپنے حق سے منع کئے گئے اور جس خلیفہ کو اُمت نے اپنے اختیار سے مقرر کیا اس کا امر خلافت مسلّم بھی بخر خشہ اور نزاع کے زمانہ دراز تک قائم رہا کسی نے اُس کے خلیفہ اور امام ہونے سے انکار نہیں کیا (اب تجربہ اور مشاہدہ دلیل اِسی کی ہے کہ اُمت کے بنائے ہوئے خلیفہ میں فساد اور فتنہ کم ہے اور خدا کے بنائے ہوئے میں زیادہ ہے لہٰذا یہ دلیل غلط ہوگئی یہ اعتراض بطور حل کے ہے۔

جواب

اِس کا یہ ہے کہ خدا کے مقرر کرنے میں خلیفہ اور امام کے اُمت کا قریب صلاح کے ہونے سے انکار کرنا اُمت کے بنائے ہوئے خلیفہ میں اُمت کا دوراز اصلاح ہونے سے بھی انکار کرنا یہ ہر ایک انکار بدیہی امور کا ہے اور محض مکابرہ ہے اس لئے کہ ہر ایک عاقل کو اس کا یقین ہے کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ضرور واجب الاتباع ہے اور جملہ خلائق کا امام ہے پھر جب کوئی نصِ امامت (آیت یا حدیث کو ایسے معنوں پر حمل کرے جس پر وہ نص دلالت نہ کرتی ہو ضرور وہ شخص حکمِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر اور معاند (دشمن) ہوگا۔

میں کہتا ہوں:

چونکہ دلیل عقلی اور نقلی سے بھی وجوب نص جانب من اللہ ثابت ہے اور یہ آیت یا حدیث مطابق دلیلِ عقلی کے ہے لہٰذا اس کا انکار اور اُس کی تاویل ضرور مکابرہ اور عناد سے ہوگا بخلاف انکارِ اختیارِ اُمتِ نصب امام میں جس پر دلیلِ عقلی اور نقلی قائم نہیں ہے) اب دیکھو کہ نصِ اُمت کے انکار کرنے سے زیادہ سخت انکار

اس شخص کا جو کسی ایسے خلیفہ یا امام کی امامت کا منکر ہو جس کو اُس کے کسی دشمن اور معاند نے امام بنایا ہے اور وہ ایسا امام ہے یا ایسا امام بنانے والا ہے جس کے قول کا یہ شخص منکر قائل نہ ہو اور نہ اس کے امور اعتقادیہ کا یہ منکر قائل ہو اور نہ اُس کے اطاعت کو واجب جانتا ہو اس لئے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس منکر کو دشمنی نہیں ہے اور اس امام یا امام بنانے والے سے اسے عناد ہے لہٰذا یہ انکار بہ نسبتِ منکر امامِ منصوص کے زیادہ شدید نہ ہوگا اور وہ انکار اس سے کم پس اولیٰ بالوجوب وہی صورت ہے یعنی تخصیص من اللہ کہ اس میں انکار شدید نہیں ہے یہ بھی سمجھو کہ اگر ایک جماعت کثیرہ کو عناد اور مخالفت امام منصوص سے بھی ہو اور باوجود اُس کے امام منصوص ہونے کے دوسرا امام اور خلیفہ غیر منصوص کو اپنا امام قرار دیں کیا اُن کے اس مخالفتِ بیجا کی نظر سے خدا تقررِ امام سے باز رہے گا بلکہ خدا پر تقرر امام ہر حال میں واجب ہے امت اطاعت کرے یا نہ کرے اس لئے کہ جملہ واجبات کا یہی حال ہے کہ اُن کے واجب ہونے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جن پر واجب ہیں وہ عمل بھی کریں مراد یہ ہے کہ عمل کرنا یہ فعل اُمت کا ہے اور واجب کرنا یہ فعل خدا کا ہے اور اس بات میں نبی کی بعثت اور امام کے تقرر میں کچھ فرق نہیں ہے پھر جس طرح باوجود انکار کفار نبی کا تقرر خدا نے ترک نہ کیا امام کی مخالفت اگر اُمت کرے ان کا تقرر کیوں خدا نہ کرے گا بلکہ منکرینِ نبی اور منکرینِ امامِ منصوص دونوں معذب ہوں گے۔

دوسرا شبہہ بطور معارضہ کے

ابوالحسن نے اس دلیل (۵۶/۱۵) پر بطور معارضہ یہ شبہ کیا کہ ہرج اور مرج اور فتنہ اور فساد کے دور کرنے میں دو طریقہ مندرجہ ذیل میں سے کون سا طریقہ اچھا اور اقرب ہے؟۔

ایک طریقہ تو یہ ہے

کہ خدا نبی کو بھیجے اور اس کے ہمراہ آیات اور معجزات ظاہری ایسے ہوں کہ نصِ جلی کسی امام کے امامت پر کر کے وہ نبی سب آدمیوں کو دکھلا دے کہ ہمارا خلیفہ فلاں شخص ہے اور نصِ جلی اس کی امامت پر نبی خود کر دے یہ طریقہ اچھا ہے یا یہ طریقہ کہ وہ نبی نصوصِ مجملہ (غیرِ صریحہ) اور وہ بھی روایات محتملہ سے منقول اُن پر نبی اپنے خلیفہ کی خلافت کو چھوڑ دے ضرور ہر ایک آدمی یہی کہے گا کہ پہلا طریقہ رفعِ ہرج ومرج اور رفعِ فتنہ اور فساد کرنے میں اچھا ہے مگر خدا نے پہلا طریقہ نہیں جاری کیا اور نہ نبی نے اس کو ظاہر فرمایا (۲) اسی طرح دو طریقہ اور بھی ہیں ایک تو یہ کہ خدا اشرار اور منکرینِ امامت امام منصوص کی قوت شر وفساد کم کر دیتا یا مٹا دیتا۔ اور انصار اور تابعینِ امام منصوص کی قوت زیادہ کرتا کہ منکرین پر غالب رہتے اور منکرین کی قوت زیادہ نہ کرتا یا یہ اچھی بات ہے کہ منکرین کی قوت خدا زیادہ کرتا۔ ضرور سب یہی کہیں گے کہ پہلی صورت رفعِ ہرج ومرج اور دفعِ فتنہ وفساد میں اچھی ہے مگر خدا نے یہ بھی نہ کیا۔ جب ہم نے دیکھا کہ یہ دونوں باتیں جس سے فتنہ وفساد کم ہوتا خدا نے تجویز نہ فرمائیں اب ہم کو ضرور معلوم ہوا اِس کا سبب یہ ہے کہ تکلیف ہم پر زیادہ قائم ہو اور امتحان ہمارا زیادہ ہو جائے اور ثواب ہم کو زیادہ ملے اس لئے کہ جس قدر تکلیفِ شدید برداشت کریں گے استحقاقِ ثواب زیادہ ہوگا یہی حال اس مسئلہ امامت کا ہے کہ ہمارے اختیار میں رہنے سے ہمارا امتحان پورا ہوتا ہے ہم نے ابقائے دین اسلام میں تقرر منتظم (خلیفہ) کر کے کیسی فرمانبرداری خدا کے کرتے ہیں بخلاف امام منصوص کے اس میں ہم کو زیادہ اہتمام کی ضرورت ہی کیا تھی لہٰذا اُمت کا اختیار ہے واجب تھا۔

جواب:

اس معارضہ کا پہلے تو خود ابوالحسن پر اعتراض بعینہٖ وارد ہوتا ہے اس لئے

کہ وہ بھی نصب امام کو واجب کہتا ہے اس نظر سے کہ وہ لطفِ خدا ہے پھر لطفِ واجب کو جو فعل خدا کا ہے ترک کرنا اور اُمت پر اُس کے انجام دہی کو چھوڑ دینا یہ خدا کیونکر کر سکتا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے

کہ یہ معارضہ جمیع تکلیفاتِ شرعیہ پر وارد ہوتا ہے اس لئے کہ اگر آدمی سب معصوم پیدا ہوتے صلاح اور نیکوکاری دنیا میں زیادہ ہوتی کسی قسم کا فساد کبھی نہ ہوتا مگر باوجود اس خوبی کے خدا نے ایسا نہ کیا اور یہ ایسا کرنا خدا پر واجب ہے اسی طرح اس خیال سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگر امور شرعیہ کی تکلیف خدا سب سے ساقط کر دیتا اس وقت صلاح کا زیادہ ہوتا یہ بھی خدا نے نہ کیا اس لئے کہ یہ امر باطل ہے پھر جس طرح کہ مصلحت نظام عالم دنیا و آخرت متقاضی وجوبِ مشقتِ تکلیف ہے اسی طرح امامت کا بھی حال ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ جواب اخیر یا تو میری سمجھ میں نہیں آیا اور یا دراصل کافی نہیں ہے بلکہ جوابِ شافی تو یہ ہے کہ خدا کا اختیار دینا اُمت کو امام مقرر کرنے میں اس کا ثبوت کسی آیت اور حدیث سے اگر ابوالحسن دے کر پھر امتحان اُمت اور مزید استحقاق ثواب کو سبب اس کا تجویز کرتے تو ضرور قابلِ تسلیم تھا اور جب خدا کا حکم نہ نبی کا ارشاد اُمت کے اختیار پر ثابت ہے اب اس توجیہ کو کیونکر مانا جائے جو سراسر مورثِ الزام خدا اور نبی پر ہے جیسا کہ ہم دلیل (۴۲/۲۵) میں لکھ چکے اور چونکہ کل اہلِ اسلام کا یہ عقیدۂ اجماعی ہے کہ اُمت بدون اس کے کہ خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حکم اُس پر واجب کرے اپنی تجویز عقلی سے کوئی کام احکام شریعت سے اپنی اُوپر واجب نہیں کر سکتے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریرِ

امام کا حکم اُمت کو نہیں دیا پھر یہ قول ابوالحسن کا کل فرقہ ہائے اسلامیہ کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ خود ابوالحسن کے عقیدہ کے خلاف کیونکر صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔
لہٰذا یہ معارضہ محض لغو اور بے بنیاد ہے جس کا بطلان خود ابوالحسن کا عقیدہ کرتا ہے۔

ستاونویں دلیل

(۲۹/ ۵۷) اجماع اہلِ اسلام کا ہے کہ جو آیات قرآنیہ اجرائے حدود اور قصاص وغیرہ کی نسبت وارد ہیں وہ کسی زمانہ خاص کے واسطے نازل نہیں ہوئے ہیں بلکہ تا قیامت اُن کے بجا آوری واجب ہے مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑے مارنے کا حکم وغیرہ وغیرہ۔ اچھا اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ حکم اُمت کو ہے یا امام کو کل اسلام بالاتفاق کہتے ہیں کہ اُمت کو یہ اختیار نہیں بلکہ امام یا جس کو امام اجازت دے چنانچہ خوارزمی نے اس کو نقل کیا ہے اور جب یہ خطاب امام کی طرف ہے اب امام کا مقرر کردہ خدا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر امام مقرر کردۂ خدا نہ ہو گا تو امام کا مخاطب اس خطاب سے ہونا موقوف اس پر ہو گا کہ اُمت جب امام بنائے اور وہ امام عہدۂ امامت کو قبول بھی کرے تب اُن آیات کا خطاب امام کی طرف ہو گا پھر چونکہ امام کو قبول کرنا اس عہدہ کا عقلاً اور شرعاً واجب نہیں ہے جیسا کہ ہم نے دلیل (۴۷) میں ثابت کر دیا ہے اب فرض کرو کہ امام نے عہدۂ امامت قبول نہ کیا نا قبول کر کے مستعفی ہوا اب اُن آیات کی تعمیل کون کرے گا۔

پہلا اعتراض

اس دلیل پر یہ ہے کہ اصل خطاب تو نبی کی طرف ہے اور نبی نے علمائے دین کو قاضی بنانے کا حکم اُمت کو دیا جو تا قیامت اُن کی سپردگی میں تعمیل احکام رہے گی اور یہی عملدرآمد ہمیشہ سے رہا ہے اب امام کا انکار کرنا یا مستعفی ہونا اس سے تعطیل احکام کیوں ہو گی۔

جواب:

اگر یہی بات سچی ہے پھر نبی کا خلیفہ بنانا اِس کی ضرورت کیا ہے محض لغو اور بیکار رہوا (چونکہ یہ اعتراض سراسر لغو تھا اسی وجہ سے جناب علامہ نے اس کو نہیں لکھا۔

دوسرا اعتراض:

یہ جتنی آیتیں ہیں سب وجوبِ نصبِ امام کو اُمت پر دلالت کرتی ہیں اور شیعہ اُلٹا استدلال ان آیات سے عدم اختیار اُمت پر کرتے ہیں۔

توضیح اس مطلب کی

یہ ہے کہ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنے کا جو حکم اس آیت میں ہے اُس کا خطاب اُمت کی طرف اس غرض سے ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے واسطے جتنے امور بطورِ مقدمات اور اسباب کے ہیں اُن کو مہیا کرے تاکہ یہ حد یعنی ہاتھ کاٹنا جاری ہو جائے پھر یہ سب اسباب اور مقدمات اسی وقت پورے ہوں گے جب وہ شخص جو قابلِ امامت اور حکمرانی کے اُمت کی اتفاق رائے سے ہے اس عہدہ کو قبول کرلے اور اُمت اس کو اس عہدہ پر مقرر بھی کردے۔ اس کے بعد امام مقرر کردہ اُمت پر اسی آیت کے ذریعہ سے ہاتھ کاٹنا سارق کا واجب ہوگا اور جو دیگر امورِ ضروری بطور مقدمات کے ہیں ان کا مہیا کرنا ہے امام پر واجب ہوگا جیسے جلاد کا بلانا اور حکم قطع کا صادر کرنا وغیرہ چور کی گرفتاری بھی اس میں داخل ہے اور تحقیق واقعی اُس کے چور ہونے کی تاکہ بیگناہ سزایاب نہ ہو یہ آیت مطلق ہے یعنی کسی زمانہ خاص کا یہ حکم نہیں ہے لہٰذا ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اس کی تعمیل واجب ہے اور اس وجوبِ عام کا مقتضی یہ ہے کہ اس کے مقدماتِ (نصبِ امام وغیرہ) بھی ہر وقت واجب ہوں لہٰذا امام کا مقرر کرنا بھی اُمت پر اور قائل امامت پر اُس کا قبول کرنا بھی واجب ہوا۔

میں کہتا ہوں یہاں تک تو ترجمہ کتاب ہم نے لکھا ہے لیکن ہم اس مطلب کو اپنی تقریر سلیس سے بھی مکرر لکھ دیں تا کہ عام فہم ہو جائے دیکھو جب چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم خدا نے ہم کو دیا تو اس حکم کی بجا آوری چند امور پر موقوف ہے۔

1- چور کا چور ثابت کرنا تحقیق واقعات سے گواہان رویت خواہ اقرار مجرم وغیرہ سے اور پھر بعد تحقیقات کے حکم اخیر جو عدالت سے نافذ ہوتا ہے اور یہ کام ہر شخص کا نہیں ہے بلکہ (جج) قاضی جس کو قابلیت فیصلہ مقدمات فوجداری کی (بموجب قانون شریعت ہو) اب معلوم ہوا کہ خدا نے جو اُمت کو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور حکم دینے کی لیاقت ہر فردِ اُمت کو نہیں ہے لہٰذا ایسے جج کے مقرر کرنے میں یہ بھی حکم ہے جو لیاقت جج ہونے یا قاضی ہونے کے رکھتا ہو اب ثابت ہو گیا کہ امام (جج) کا مقرر کرنا بھی خدا نے اُمت کے سپرد کر دیا پھر چونکہ اس حکم کا پورا ہونا دو باتوں پر موقوف ہے اُمت کا مقرر کرنا امام کا۔

2- اور امام کا قبول کرنا اس عہدہ کا لہٰذا جو شخص امامت (ججی) کو ہو اس پر قبول کرنا تجویز اُمت کا بھی واجب ہوا اور اسی آیت سے دونوں باتیں واجب ثابت ہو گئیں۔ اب بعد قبول کر لینے امام کے اُس پر جو امور اجرائے حد مذکور میں واجب ہیں ان کو وہ بجا لائے گا اب یہ دلیل بخوبی ہر شخص سمجھ لے گا۔

ازطرف مترجم جواب:

یہ آیت بذاتِ خود (اصالۃً) دلالت کرتی ہے ہاتھ کاٹنے کے وجوب پر یعنی دلالت مطابق اس کی وجوب قطع ید پر ہے اور بالتبع (بدلالت الزامی) وجوب مقدمات پر دلالت کرتی ہے اور دونوں باتیں یعنی ہاتھ کاٹنا اور اس کے مقدمات ٹھیک طور سے بدونِ احتمال خطا کاری جب ہی پوری ہوں گی جب امام معصوم مقرر

کردۂ خدا ہو چنانچہ اوپر کے دلائل سے ہم ثابت کر چکے۔

دفع شبہہ

اگر کسی کو یہ شبہہ عارض ہو کہ پھر خطاب اس آیت میں اُمت کی طرف کس غرض سے ہوا اور کیا چیز امت پر واجب ہوئی امام مقرر کردہ خدا سب کچھ کر لے گا اُس کا جواب یہ ہے کہ امام کے حکم کی تعمیل اور مہیا کر دینا اُن چیزوں کا جن سے بجا آوری اس حکم کی ہوتی ہے مثلاً گرفتاریٔ مجرم اور ادائے شہادت احضار جلاد روکنا شر اور فساد کا جو مجرم کے طرف دار برپا کرنا چاہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب امور جن کا خلاصہ تم نے کیں امام (اطاعت ان کی) ہے اُمت پر اسی آیت سے واجب ہوئی۔

جواب مندرج متن

آیت مذکورہ کو بالذات مقدمات موصلہ قطع ید پر دلالت کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ مجازی معنی بلاضرورت مراد لینے باوجود حقیقی معنے کے مراد لینے کے ناجائز ہے خصوصاً جب کوئی دلیل بھی مجازی مراد لینے کی نہ ہو۔ دوسری خرابی اس اعتراض میں یہ ہے کہ امرِ مطلق وجوب مقدماتِ فعل پر اگر دلالت کرتا ہے تو اسی شخص پر واجب ہونے کو کرتا ہے جس پر یہ فعل واجب ہے مراد یہ ہے کہ جس شخص پر اس فعل کی بجا آوری واجب ہے اُسی پر مقدمات کی بجا آوری بھی واجب ہے اور یہ بات صحیح نہیں کہ اُس فعل کی بجا آوری تو زید پر واجب ہو اور مقدمات کی بجا آوری عمر پر جیسا معترض کہتا ہے کہ تقررِ امام اُمت پر اور جملہ امور امام پر اس لئے کہ امام کا مقرر کرنے والا گروہ اُمت سے وہ غیر ہے امام کے۔ پھر اگر قبول کرنا عہدۂ امامت کو اس شخص پر واجب ہے جس کو قابلیت اور صلاحیت امامت کی ہو تو مقدمات قبول کا اس کے غیر پر (اُمت) واجب ہونا صحیح نہ ہوگا اور جو گروہ اُمت امام بناتا ہے اس پر قطع ید واجب نہیں بلکہ جو عہدۂ امامت کو قبول کرے اس پر واجب ہے یہ محض غلط ہے۔

مثال:

وضو کرنا ہم پر واجب ہے تو وضو کے واسطے پانی بھر دینا دوسرے پر کبھی واجب نہ ہوگا بلکہ ہم ہی پر واجب ہے بھریں یا اُجرت دے کر خواہ تبرکاً بھروائیں۔

ابوالحسین بصری

نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نصبِ امام رعیت اُمت پر واجب ہے اُس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ۔ فاقطعوا ایدیھما۔ مشترک ہے کہ جو لوگ ان امور کو بجالاتے ہیں جن کے توصل اور ذریعہ سے ہاتھ کاٹنے کا حکم پورا ہوتا ہے اُن پر بھی صادق آتا ہے اور جو شخص ہاتھ کاٹے جلاد وغیرہ اُس پر بھی صادق آتا ہے مثال اس کی یہ ہے کہتے ہیں امیر نے چور کے ہاتھ کاٹا اور کٹ گئے یعنی امیر نے حکم دیا ہاتھ کاٹنے کا اور یہ بھی کہتے ہیں جلاد نے چور کے ہاتھ کاٹا یعنی خود جلاد نے یہ کام کیا مگر آیتِ مقدسہ میں دوسرے معنے ہرگز مراد نہیں ہیں یعنی ہر فرد اُمت پر حداد کا کام کرنا (چور کے ہاتھ کاٹنے کا) واجب نہیں ہے اس لئے کہ ظاہراً آیت عام ہے شامل دونوں معنوں کو ہے اور دوسرے معنی کا بجالانا ممکن بھی نہیں ہے (بنظرِ امکان عادی) یعنی ہر ایک آدمی حدادی کا کام کرے یہ ناممکن ہے اور اگر ممکن بھی ہے تو بالاجماع یہ مراد آیتِ مقدسہ کی نہیں ہے کہ ساری اُمت کام جلادی کا کرے اور چوروں کے ہاتھ کاٹا کرے دوسرے معنی کہ ساری اُمت جلاد کو حکم دے چور کے ہاتھ کاٹنے کا یہ بھی بدون اس کے جائز نہیں ہے کہ امام متولی اور حکم دینے والا اس کا ہو اب اس وقت بخوبی ظاہر ہو گیا کہ آیتِ مقدسہ مراد بجا آوری اُن امور کی ہے جن کے ذریعہ سے یہ حکم جاری ہو سکتا ہے یعنی مقدمات اس فعل کی بجا آوری کلِ اُمت پر واجب ہے جب یہ بات ثابت ہو چکی اب دیکھو اُمت میں دو قسم کے لوگ ہیں کچھ ایسے لوگ ہیں جو قابل عہدۂ امامت کے ہیں اور کچھ بلکہ بہت کچھ ایسے ہیں

جو اجماع کر کے امام بنا سکتے ہیں اور دونوں گروہ پر بجا آوری اُنہیں مقدماتِ قطع ید کی واجب ہے لہٰذا جو کام جس کے لائق ہے وہ اس کو بجالائے اب چونکہ یہاں پھر بھی دو باتیں ہیں کہ جو لائق امامت کے ہے جب اُمت اس کو امام بنائے وہ قبول کرے یہ تو امام پر واجب ہے اور اُمت پر واجب ہے کہ مستحق اُمت کو امام بنائے اب دونوں باتوں کا وجوب اسی آیت سے ثابت ہو گیا۔ **جواب**: اول تو یہ ہے کہ آیت میں حکمِ صریح بدلالت مطابقی ہاتھ قطع کرنے کا ہے اور اس کو ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ جواب اس وقت کافی نہیں ہے اس لئے کہ ابوالحسین قرینہ مانعہ مراد لینے معنے حقیقی لغوی کا اور قرینہ موجبہ مراد لینی معنی حقیقی عرفی کا قائم کرتا ہے اور سابق کی تقریر میں بھی گذرا ہے کہ بلا ضرورت معنی مجازی کا مراد لینا جائز نہیں ہے لہٰذا یہ جواب ناتمام بلکہ ممنوع ہو گیا۔ بلکہ اب جواب **علی التنزل و التسلیم** یہ ہے کہ ہم نے مان لیا کہ آیت سے مراد وہی ہے جو تم نے ثابت کیا ہے یعنی بجا آوریٔ مقدمات کی نہ مباشرتِ فعل اور یہ بھی ہم نے تسلیم کر لیا کہ اُمت میں دو گروہ ہیں اور ہر ایک گروہ پر جو کام اُس کے لائق ہے منجملہ مقدمات کے وہی واجب ہے اور اسی نظر سے جس گروہ کو لیاقت امام ہونے کی نہیں ہے اُس پر فرض ہے کہ امام مقرر کریں اچھا اب فرمائیے کہ امام مقرر کرنے کے شروط کیا ہیں اور کتنے امور ہیں جن سے یہ گروہِ اُمت قابلیت امامت کو پہچان سکتا ہے اس لئے کہ امام میں کچھ اوصاف ایسے ہیں ظاہری اور بہت سے اوصاف باطنی ہیں مثلاً امام کا مومن ہونا منافق نہ ہونا یہ اول درجہ کی شرط ہے اور **اولی الامر منکم** سے یہی مراد ہے کون فردِ بشر کسی کی نسبت حکمِ قطعی کر سکتا ہے کہ یہ شخص مومن ہے منافق نہیں ہے اور ہمیشہ تا دم مرگ مومن رہے گا ازیں قبیل اور بہت سے امور میں جن کا علم طاقت بشری سے

باہر ہے اب یہ گروہ امام بنانے والا باوجود ایسے لاعلمی کے اگر مکلّف نصب امام کا ہو یہی تکلیف محال ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے بلکہ ابوالحسین کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ اُمت کے دو گروہ ایک تو وہ گروہ جو امام کو قابل امامت کے پہچانے ان دلائل سے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقل نے اس کو تعلیم فرمائے ہیں منجملہ اُن کے نص بر امامت اور ظہورِ معجزات اور موجودگی اشیاء مخصوصہ دالّہ بر امامت ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جو قابل امامت کے ان اوصاف کی وجہ سے ہو چکا ہے لہٰذا یہ آیت اگر مقدمات ہے کہ بجا آوری پر دال ہو جب بھی امام منصوص من اللہ کا ثبوت اسی سے ہوتا ہے الحمدللہ۔

دوسرا جواب مندرج المتن:

یہ بات صحیح ہے جب کہتے ہیں کہ امام نے چور کے ہاتھ کاٹے اس سے عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ امام نے حکم قطع کرنے کا دیا (بطورِ حقیقت عرفیہ) اور جب یہ کہتے ہیں کہ جلاد نے چور کے ہاتھ کاٹے اُس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خود جلاد نے کاٹے (بطورِ حقیقت لغویہ کی) مگر امام کے بنانے والے (خلیفہ گر) ان کو کبھی کوئی نہ کہے گا کہ اُنہوں نے چور کے ہاتھ کاٹے نہ بایں معنیٰ کہ انہوں نے حکم ہاتھ کاٹنے کا دیا اور نہ بایں نظر کہ انہوں نے مثل جلاد کے ہاتھ چور کے کاٹے نہ بایں نظر کہ انہوں نے امام کو مقرر کیا نہ براہ حقیقت عرفیہ اور نہ براہِ حقیقت لغویہ ہاں بطور مجاز بعید کے اور وہ بھی بشرطِ نصبِ قرینہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ یہ عام قاعدہ ہے کہ مجازات بعیدہ پر کوئی لفظ محمول نہیں ہوتا ہے اگر معنیٰ حقیقی موجود ہوں۔

اب میں کہتا ہوں کہ

قطعِ ید حقیقت لغویہ کی راہ سے یہی ہے جو شخص اس کام کو کرے جلاد وغیرہ اور کبھی مجاز اُسبب قطع پر بھی بولا جاتا ہے پھر چونکہ اسباب قریب بھی ہیں اور بعید بھی

اور عام بھی ہیں اور خاص بھی اور انہیں وجوہ سے کوئی معنی مجازی اولی اور انسب ہوتے ہیں مراد لینے میں اور کوئی بعید اور نامناسب اب دیکھو کہ قطع ید کا حکم دینا یہ بھی بعض اسباب قطع میں سے ہے اس لئے کہ علۂ تامہ قطع کی نہیں ہے۔ اور تقرر اس امام کا جو قطعِ ید کا حکم دے وہ تقرر سببِ بعید یہی قطع کا ہے اور عام بھی ہے مراد یہ ہے کہ تقررِ امام میں دو طرح کا نقص ہے اول تو سبب بعید اور دوم سبب عام اور حکم دینا قطعِ ید کا یہ بہ نسبت تقرر امام کے سببِ قریب ہے اور خاص بھی ہے اب آیتِ مقدسہ کا معنی مجازی تقرر امام پر حمل کرنا (باوجودیکہ معنی حقیقی اور سببِ قریب یعنی امر بالقطع موجود ہیں اور ان کا مراد لینا ممکن بھی ہے) ہرگز جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ایسا سبب بعید اس پر کسی لفظ کا حمل کرنا شاید اگر کبھی ہوتا بھی ہو تو امورِ اتفاقیہ قلیل الوقوع سے ہوگا جن کا کچھ اعتبار نہیں ہے لہٰذا آیت کا حمل کرنا نصبِ امام پر جائز نہ ہوگا۔ **میں کہتا ہوں** جب ابوالحسین نے معنی حقیقی یعنی مباشرت قطع ید کا مراد لینا اس کو ظاہر کر دیا کہ ہرگز مراد نہیں ہے اور حکم قطع ید جو دوسرے معنی براہِ حقیقت عرفیہ کے ہیں اس کو علامہؒ بھی تسلیم کرتے ہیں اُسی پر حمل آیت کا ضروری ثابت کیا اور عقدِ امامت جس کو علامہؒ سبب بعید کہتے ہیں چونکہ امر بالقطع موقوف عقدِ امام پر ہے لہٰذا اس کو مقدمہ امر بالقطع یا سبب اسی امر بالقطع کا گردانا ہے نہ سبب قطعِ ید کا۔ پس دراصل ابوالحسین کی مراد اصلی یہ ہے کہ سبب امر بالقطع جو پہلے معنی قطع الامیر کے لکھے ہیں وہی مراد ہیں اور وہی توصل بالقطع ہے جو بدونِ نصبِ امام کے ناممکن ہے لہٰذا یہ جواب بھی میرے فہم ناقص میں کافی نہ ہوا **بلکہ جواب یہ ہے** کہ ضرور توصل الی القطع بدونِ نصبِ امام کے ناممکن ہے اور نصبِ امام من باب المقدمہ اُمت پر واجب ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب اُمت اس کو کر بھی سکے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اُمت کی قدرت سے باہر ہے لہٰذا وہ مراد نہ ہوگا رہا یہ شبہہ کہ ذی المقدمہ یعنی امرِ بالقطع کا واجب کرنا اور مقدمہ یعنی امام کا نصبِ

واجب ان کو نا محال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے احکام ایسے ہیں کہ اُن کے مقدمات چونکہ ہمارے اختیار سے باہر ہیں اور خدا نے خود ان کو مہیا کر دیا ہے۔ مثلاً وضو کے واسطے پانی یا تیمّم کے واسطے مٹی یہ مقدمۂ طہارت ہے اور خدا نے خود ان کو پیدا کر دیا ہے ہم پر پانی کا پیدا کرنا واجب نہیں فرمایا اس لئے کہ ہماری قدرت سے باہر ہے پس ذی المقدمہ واجب اور مقدمہ ہم پر واجب نہیں اسی طرح امر بالقطع کا مقدمہ نصب امام چونکہ ہماری قدرت سے باہر ہے ہم پر خدا کیوں واجب کرے گا بلکہ وہی قادر مطلق اُس کو کر دے گا اور اُسی پر واجب ہوگا۔

اٹھاونویں دلیل

(۲۶/ ۵۸) اگر اُمت پر نصبِ رئیس (امام) اور اُس کا مطیع ہونا واجب ہوتا تاکہ فساد مٹ جائے اور ضرر ہائے فتنۂ باہمی دفع ہو جائیں اُس سے زیادہ تر واجب یہ ہے کہ فساد اور فتنہ کو ترک کریں اور جب فساد کا ترک کرنا واجب ہوتا پھر نصبِ امام کی حاجت نہ رہتی اور وجوبِ نصبِ امام ساقط ہو جاتا اِس لئے کہ جس غرض سے امام کا تقرر اُمت پر واجب ہے اُس کے پورا کرنے پر بدونِ امام کے یہ قادر ہیں اور کر سکتے ہیں۔

توضیح:

امامؑ کے مقرر کرنے سے جو غرض اُمت کی ہے کہ فساد مٹ جائے جب ہی پوری ہوگی کہ کل اُمت امام کی اطاعت کرے اور جب کل اُمت کا اتفاق امام کی اطاعت پر ہونا ممکن ہے تو پھر ترکِ فساد کرنا کل اُمت کا بھی ممکن ہے اس لئے کہ جب اُمت ایسی سنجیدہ اور عقلِ صائب (درست) رکھتی ہے کہ فساد مٹانے والی امام کی اطاعت پر کمر بستہ ہے پھر وہ ایسی نافہم نہ ہوگی کہ فساد برپا کرے حاکم اور حکم اور پنچ (ثالث) وغیرہ کی حاجت جب ہی ہوتی ہے کہ اُمت نافہمی سے جھگڑا اور

فساد برپا کرے اور جب اس قدر شائستگی ہر شخص میں ہے تو کبھی فساد برپا نہ ہوگا لہذا جس غرض سے تقررِ امام اُمت پر واجب تھا بدونِ تقرر امام کے حاصل ہوئی اب امام کا تقرر کیوں واجب ہوگا بلکہ وجوبِ تقرر ساقط ہوگا اور یہ خرابی فرقہ امامیہ کے مذہب پر لازم نہیں آتی اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اتفاق اُمت اطاعتِ امام پر اور نہ اتفاق اُمت دفعِ فساد پر ممکن ہے لہذا خدا پر تقررِ امام واجب ہے اگر اہلسنت یہ کہیں کہ تمام اشخاصِ اُمت فساد سے باز نہ رہیں گی لہذا امام کا تقرر ضروری ہے میں کہوں گا کہ بعد تقررِ امام کے بھی تمام اُمت ان کے اطاعت نہ کرے گی لہذا فساد قائم رہا اور اہلسنت یہ کہیں کہ ہم نے تو امام مقرر کر کے دفعِ فساد کی تدبیر کر دی اب اُس کی اطاعت جو نہ کرے یہ اُس کی ذاتی شرارت ہے میں کہوں گا جب وہ لوگ فساد کو ترک نہ کریں یہ بھی اُن کی ذاتی شرارت ہے پھر نصبِ امام سے کیا فائدہ ہوا اب اہلسنت یوں کہہ سکتے ہیں کہ ترکِ فساد کا واجب ہونا اس میں تو کچھ شبہ نہیں ہے مگر اس کے واجب ہونے سے وجوبِ نصبِ امام ساقط نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ صُلحاء اور نیک چلن ایسے ہوتے ہیں جو فساد کو بُرا جانتے ہیں اور کچھ لوگ جُہال اُمت ایسے ہوتے ہیں کہ جو فساد کو مول لے کر برپا کرتے ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ رئیس (امام) کے تقرر سے فساد کم ہو جاتا ہے بہ نسبت اس زمانہ کے کہ امام نہ ہو ایسے زمانہ میں جب رئیس (امام) موجود ہے نیک چلن آدمی جو فساد کو برا جانتے ہیں اس کو بذاتِ خود ترک کریں گے اور جُہال مفسدین سے رئیس کے ذریعہ سے وقوعِ فساد کو روکیں گے اور رئیس کی اعانت اور امداد اپنی رائے اور تجویز سے اور مالی امداد سے کریں گے تا کہ رئیس (امام) جُہال کو فساد سے روکے۔

اِس کا جواب یہ ہے

کہ صُلحاء اور نیک چلن لوگ بھی چونکہ معصوم نہیں ہیں لہذا ان کی تجویز بھی تعینِ رئیس (امام) میں متفق نہ ہوگی بلکہ جدا جدا اور کبھی کوئی مردِ صالح خود آپ کو یا

جس کی طرف اس کی نظرِ عنایت زیادہ ہے اس کو امام بنانا چاہیئے۔ اب بھی ہرج اور مرج پیدا ہوگا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جُہال صلحاء کی ہمدردی نہ کریں گے۔

(۳) کبھی صلحاء بھی اس امام کی فرمان پذیری نہ کریں گے لہٰذا فتنہ اور فساد برطرف نہ ہوگا یہ فساد اس وقت برطرف ہوگا جب بقولِ امامیہ خدا امام مقرر کرے یہ بھی دیکھو کہ اگر صلحاء تقرر امام پر قادر ہوں تو رفعِ فساد جہال پر بھی قادر ہوں گے اور اگر نصبِ امام سے عاجز ہوں گے رفعِ فساد سے بھی عاجز ہوں گے اس لئے کہ دونوں لازم اور ملزوم برابر ہیں پھر جب رفعِ فساد پر قادر ہوں نصبِ امام واجب نہ رہے گا اور یہ باطلِ محض ہے۔

توضیحِ دوم:

جب اطاعتِ امام سے ترکِ فساد ضرور ہوتا ہے تو یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں اور لزوم مساوات ہے اور فرض یہ ہے کہ دونوں فعل اختیاری اُمت کے ہیں یعنی اطاعتِ امام بھی فعل اختیاری اُمت کا ہے اور ترکِ فساد بھی اور دونوں کا واقع ہونا اُمت سے ممکن ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ بدونِ اطاعت امام کے ترکِ فساد پر اُمت قادر نہیں ہے اس لئے کہ اخلاق حسنہ یا اخلاق ذمیمہ دونوں اختیاری ہیں جس کا فعل اور ترک دونوں باختیارِ فاعل ہے پھر چونکہ تکلیفِ الٰہی اسی فعل کی ہوتی ہے جو مکلّف کے اختیار میں ہو اور بدونِ نصبِ امام کے ترک فساد اُمت کر سکتی ہے یعنی ترکِ فساد محض ارادۂ اُمت سے بھی ہو سکتا ہے اور بذریعہ نصب امام سے بھی جب تک اُمت ارادہ ترکِ فساد نہ کرے نہیں ہو سکتا لہٰذا جو کام محض ہمارے ارادہ اور اختیار سے پورا ہوتا ہے بلا واسطہ کسی اور (امام) کے پھر ضرورت ہی کیا ہے کہ ہم اپنا کام دوسرے کی اطاعت سے کریں لہٰذا تقرر امام کا اس فرض پر بیکار ہے تو اُس کا وجوب ساقط ہوگا اس لئے کہ یہ فعلِ عبث ہے وجوب نصبِ امام اُسی وقت ہوگا کہ

جب بدون اس کے موجودگی کے ترکِ فساد نہ ہو سکے اور اضطرار نصب حجت میں ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے کہ لازم اور ملزوم یعنی نصبِ امام اور ترکِ فساد یہ دونوں بدونِ امداد اور لطفِ الٰہی کے نہیں ہو سکتی اُمت سے ملزوم (نصب امام) محال عقلی ہے اور لازم (ترک فساد) محال عادی ہے اور محال عادی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہوتا ہے تبائن آراء اور اختلافِ تجاویز اور تکالب اور تباغض اور خود بینی اور خود پسندی تفوق بر امثال یہ سب لوازم بشریت اور نتائج خطا کاری کے ہیں جن کو سوائے معصوم عن الخطاء کے کوئی روک نہیں سکتا اور ہر امر میں صواب پر ہونا کبھی ہوگا ترکِ فساد کبھی پورا پورا نہ ہوگا اور یہی سبب لزوم حجت کا ہے اور امام مقرر کردہ اُمت کبھی حجت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ خود جاہل خطا کرنے میں مثل اُمت کے ہے۔

خفتہ را خفتہ کی کند بیدار

رفع فسادِ خدا کے مشروط بوجودِ امام رکھا ہے اور دلیلِ عقلی بھی اسی کی مقتضی ہے آئندہ کی دلیل سے اور بھی اس دلیل کی توضیح ہوگی انشاء اللہ!۔

اُنسٹھویں دلیل

(۲۷/۶۹) اگر چہ ترکِ فساد اُمت پر واجب ہے مگر بوجہ معصوم نہ ہونے کے اس واجب کا ترک اُمت سے ہو سکتا ہے اس خرابی کے دفع کی غرض سے نصب امام کی اُمت کو ضرورت ہے تا کہ اس ترکِ واجب کا ضرر وجودِ امام سے دفع ہوتا رہے مطلب یہ ہے کہ جب واجب (ترکِ فساد) اُمت سے ترک ہو سکتا ہے اس کے اصلاح کے دوسرے امر اختیاری یعنی (نصب امام) سے اُمت خود کر سکتی ہے اس تجویز سے تسلسل لازم آئے گا۔ اس لئے کہ نصب امام کا سبب یہی ہے ترک فساد ہو پھر اگر بعد نصب امام کے بھی ترک فساد نہ ہو (یعنی اطاعت امام کے نہ کرنے سے) یہ بھی تو اُمت سے ممکن ہے لہٰذا اب کوئی دوسری تجویز سے رفعِ فساد ہو جائے کرنی واجب ہوگی اور وہ بھی کافی نہ ہوگی اس لئے کہ اُمت سے وقوعِ فساد

ہمیشہ ممکن ہے اب تیسری اور چوتھی تجویز الیٰ غیر النہایہ کرتے رہو ایک تو مطلب اس دلیل کا یہ ہے۔ **دوسرا مطلب یہ ہے** کہ جب ترکِ واجب کا صدور اُمت سے جائز ہے تو نصب امام یہ بھی ایک واجب ہے اس کو بھی ترک کر دینا اُمت سے جائز ہے پس اس کی عوض کوئی اور فعل جس سے رفعِ فساد ہو کرنا لازم ہوگا اور وہ بھی واجب ہے اس کا بھی ترک اُمت سے جائز ہے اب تیسرا اور چوتھا اور یہی تسلسل ہے اور ہمارے مذہب امامیہ پر یہ تسلسل کبھی لازم نہ ہوگا اِس لئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جب اُمت پر ترکِ فساد واجب ہے اور اس واجب کا ترک اُمت سے جائز ہے لہٰذا خدا پر واجب ہے بنظر لطف واجب کے کہ امام مقرر کر دے اور خدا سے اخلال واجب کا محال ہے اب تسلسل کا محذور جاتا رہا۔

تیسرا مطلب اس دلیل کا یہ ہے

کہ جب فساد کے مٹانے کی غرض سے نصب امام اُمت پر واجب ہے اور اُمت نے جو امام مقرر کیا وہ بھی جائز الخطاء ہے مثل اُمت کے لہٰذا ایسے امام سے دفعِ فساد کا ہونا یقینی نہ ہوگا اب دوسرا امام اور تیسرا چوتھا بدلتے رہو اس لئے کہ جس غرض سے امام بنایا ہے اُس کے جائز الخطا ہونے سے وہ غرض پوری نہ ہوگی اور ہم کہتے ہیں کہ خدا پر نصبِ امام واجب ہے اُس کا بنایا ہوا امام معصوم ہوگا لہٰذا دفعِ فساد میں امام کی طرف سے کمی نہ ہوگی اب دوسرا امام بنانے کی ضرورت نہ رہی اور تسلسل جاتا رہا۔

اہلسنت کا اعتراض

ترکِ واجب کا ہر فردِ اُمت سے جائز ہونا ضرور مستلزم نصب رئیس کا ہے مگر یہ واجب ایسا نہیں ہے جس کا ترک ہو سکے اس لئے کہ ترکِ فساد کل اُمت پر من حیث المجموع واجب ہے اور مجموع اُمت معصوم ہے جائز الخطا نہیں ہے اور

معصوم سے خطا نہیں ہو سکتی ہے یعنی کل اُمت جائز الخطا ہونے سے ترکِ واجب کا اندیشہ نہیں۔

جواب اول مندرج ہیں

سچ ہے کہ اجتماع کل اُمت کا خطا پر محال ہے یعنی ساری اُمت خطا کار نہیں ہے لیکن بعض کا خطا پر ہونا اور بعض کا ثواب پر ہونا یہ جائز ہے اب جنہوں نے ترکِ واجب کیا اور فساد برپا ہوا اُن پر تو نصب امام واجب نہ ہوا اور جنہوں نے ترکِ واجب نہ کیا ان پر واجب نہ ہوا تمہارا قول ہے کل اُمت پر۔ نصب امام واجب ہے وہ باطل ہو گیا۔

ایضاً:

بعض اُمت کا قول نصب امام میں دوسروں پر حجت نہیں ہے اس لئے کہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اور اگر اُن کے قول کی ترجیح بھی مانی جائے بسبب ترکِ واجب کے اور اُن پر نصب امام واجب بھی ہو تو دوسرے گروہ پر کیوں واجب ہو گا اس لئے کہ اس گروہ میں سبب وجوبِ نصب امام نہیں پایا گیا ہے اب یہ امام کل اُمت کا امام نہ رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تم نے سوال میں اس کو (نصب امام) فعل مجموع اُمت کا قرار دیا ہے پھر جب بعض اُمت نے اخلال بالواجب نہ کیا لہٰذا کل اُمت کا اجتماع خطا پر نہ ہو گا اور نہ یہ امام مذکور امام برحق ہو گا اس لئے کہ اس کو کل اُمت نے امام نہیں بنایا ہے۔

جواب دوم از طرف مؤلف

اگر یہ واجب ایسا نہیں جس کا ترک ہو سکے اور نہ اِس کے ترک کا اندیشہ ہے پھر نصب امام کیوں واجب ہو گا بلکہ بیکار ہے۔

جواب سوم از طرف مؤلف

ترکِ فساد کا وجوب کل اُمت پر من حیث المجموع اس کا کیا مطلب ہے اگر یہ مطلب ہے کہ ہر فردِ اُمت پر جدا جدا ترک فساد واجب نہیں ہے پھر تو جتنے واجبات شرعیہ ہیں سب کا وجوب ہر فرد اُمت سے ساقط ہوگا اور اگر کوئی اور مطلب ہے اس کا سمجھانا ضروری ہے۔

ساٹھویں دلیل

(۲۸/۶۰) اگر نصب امام اُمت پر واجب ہو اور خدا پر واجب نہ ہو دو خرابیوں میں سے ایک ضرور پیدا ہوگی یا ترک واجب کی خرابی لازم آئے یا ہرج اور مرج پیدا ہوگا اور دونوں خرابیاں بالا جماع باطل ہیں لہٰذا اُمت پر وجوب نصب امام بھی باطل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اُمت کے بلاد مختلف ہیں اور دور دور ہزاروں میل پر واقع ہیں اور ہر شہر اور مقام پر رئیس (امام) کا مقرر کرنا بغرض رفع فساد واجب ہے پھر اب چار صورتیں اس کی ہیں جس کا منفصلہ حقیقیہ یوں بنتا ہے۔
یا تو ہر شہر اور بلد میں جدا جدا رئیس کا تقرر واجب ہے اور اس فرض پر جھگڑا اور فتنہ برپا ہونا اور روسائے مقرر شدہ کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ایک آفت عظیم پیدا کرے گا اس لئے کہ ہر ایک رئیس ریاست عامہ کا طالب ہوگا (اس لئے کہ امام وہی ہے جو تمام اُمت پر حاکم ہو) اور اگر ہر ایک امام کو خاص اُسی شہر کا امام بنایا ہے وہ امام بالا جماع نہیں ہے اور یہ فساد باہمی روساء اور آئمہ کا وہ چند اور ہزار چند اُس فساد سے ہے کہ اگر ایسے متعدد روساء نہ بنائے جائیں۔

(۲) یا یہ بعض شہروں پر نصب رئیس (امام) واجب ہو اور بعض پر واجب نہ ہو یہ ترجیح بلا مرجح ہے (بشرطیکہ ہر بلد گاؤں' شہر میں ایک یا دو قابل الریاست موجود بھی ہوں اور یہ بات ضروری ہے)

(۳) یا کسی بلد پر نصب رئیس (امام) واجب نہ ہو اور اسی شق میں بطلان وجوب نصب رئیس (امام) اُمت پر ثابت ہوگا (وھو المطلوب)

(۴) یا اینکہ نصب کرنا رئیس کا ہر بلد پر واجب تو ہے مگر (بخوفِ فتنہ وفساد مذکورہ شقِ اوّل یا بنظرِ تساہل (غفلت، سستی) اور تہاوُن (نفرت، حقارت، لاپروائی) کرتا کوئی نہیں اور اس صورت میں اخلال بالواجب لازم ہوگا۔

میں کہتا ہوں:

پانچویں شق اس منفصلۂ حقیقیہ کی کل بلاد اور تمام اُمت متفق ہو کر ایک رئیس (امام) مقرر کرے اور یہ محال ہے لہٰذا اِس کا تعرض جناب علامہؒ نے نہیں کیا اور مکرر اِس کا بطلان گذرا۔

فقط راقم

غلام حسنین

حصہ اول جلد اول تمام ہوا۔

اعلان ضروری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

(۱) چونکہ حصہ اول میں (۶۰) دلائل اس دعویٰ کے کہ اُمت کو اختیار خلیفہ بنانے کا از روئے عقل اور شرع کے نہیں ہے درج ہو چکے اب یہ دوسرا حصہ اس میں دلائل معصوم ہونے خلیفہ نبی کے درج ہوتے ہیں مگر وہی دلائل عقلی یا نقلی آیات قرآنیہ سے جو عام فہم ہیں ان کو مقدم کر کے یہ دوسرا حصہ تیار کیا ہے۔

(۲) تیسرا حصہ اُن دلائل کا ہوگا جو دقیق دلائل عقلیہ اور براہین منطقیہ پر شامل ہے اور وہ براہین مفید خاص ہیں لہٰذا اُس کو بعد اس حصہ کے انشاء اللہ شائع کروں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و الثنآء والحمد کله للّٰہ والعصمة عن الخطآء لمن یھبه اللّٰہ والصّلوۃ علی انبیآئه المصطفین الاخیا۔ سیّما علٰی نبینا محمد سیدالابرار وعلٰی وصیائه المعصومین الاطھار۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے غلام حسنین کنستوری کہتا ہے کہ پہلا حصہ ترجمہ الفین کا تو الحمدللہ ختم ہوگیا جس میں (۶۰) دلائل اس کے ہیں کہ آدمی اجماع کر کے خلیفۂ نبی نہیں بنا سکتا۔

اب یہ دوسرا حصہ ہے جس میں اثباتِ عصمتِ امام اور خلیفہ نبی کا ہے اور اس دعوٰی پر جناب علامہ حلیؒ نے ایک ہزار ۳۸ دلائل لکھے ہیں اُن دلائل کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) دلیل عقلی عام فہم
(۲) دلیل نقلی یعنی آیات قرآنیہ عام فہم
(۳) دلیل عقلی محض یا نقلی محض مگر دقیق اور خاص لوگوں کے سمجھنے کے قابل
(۴) مرکب دلیل عقلی اور نقلی سے اور خاص فہم۔

پھر ان دلائل میں مکررات بھی زیادہ ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکرار زائد ہے مگر دراصل جناب علامہؒ کا منشا تکثیر دلائل کا ہے مثلاً ایک آیت سے دس دلائل لکھے اور مضمون جدا جدا ہے لہٰذا یہ تکرار غیر مفید نہیں ہے۔

پھر چونکہ اس بات کا سمجھنا کہ تکرار زائد نہیں ہے عام ناظرین کا کام نہیں ہے اور اکثر مقامات میں جناب علامہؒ نے اُس مصلحت کی تشریح بھی نہیں کی۔ لہٰذا مجھے ضرورت اس کی داعی ہوئی کہ بقدر اپنی فہم کی مکررات کو مع فوائد تکرار کے بعد لکھ دوں جہاں تک میری عقلِ ناقص کی رسائی ہے اسی وجہ سے میں نے اس حصہ دوم یا

باب دوم کے چند حصہ یا چند فصلیں کر دیں۔ پہلے حصہ میں دلیل عقلی اور نقلی عام فہم خصوصاً وہ دلائل جو آیات قرآنیہ کی ہیں اور کسی دقیق مسئلہ کے سمجھنے پر اُن کا سمجھنا موقوف نہیں ہے ہاں اُس کی تقریر میں بعضے مقام پر میں نے تغیر اور تصرف ضرور کیا ہے تاکہ عام فہم ہو جائے اس لئے کہ زیادہ ضرورت اسی کی ہے کہ عام لوگ سمجھ کر اپنا عقیدہ پختہ کر لیں اور علمائے دقیق النظر اُن کو تو آسان اور دقیق دونوں قسم سے پوری واقفیت ہے اُن کی تفہیم اور افہام کی ایسی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہے تو سوائے اس حصۂ اولین کے اور حصوں میں اُن کی دلچسپی ہوگی اور اُن کو معلوم ہوگا کہ میں نے اس ترتیب اور تہذیب میں کس قدر کوشش کی ہے۔ اب میں تمہید کی چند سطور لکھ کر اصل ترجمہ کو شروع کرتا ہوں۔ والا تمام بید اللّٰہ سبحانہ۔

ناظرین کو معلوم ہو

کہ جناب علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کوشش کہ ایک ہزار ۳۵ دلائل فقط ائمہؑ کی عصمت پر لکھنا اور آیات قرآنیہ سے ثبوت اپنے دعویٰ کا کرنا علاوہ دلائل عقلیہ کی یہ کام ایسا ہے کہ جس کے انجام دینے میں عقل حیران ہوتی ہے اور بجز تائیدِ الٰہی کے اور کسی طرح اس کا انجام کو پہنچنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض لوگوں کو جو یہ خیال ہے کہ اکثر دلائل میں تکرار ہے یہ نہایت بُرا خیال ہے اُن کو یہ حدیث آئمہ علیہم السلام کی یاد رکھنی چاہیے فرمایا ہے۔

قرآن کے تین حصہ ہماری ہی شان میں ہیں' یا یہ فرمانا کہ۔ یاایھاالذین امنوا ۔ جہاں وارد ہے مراد اُن سے ہم آئمہ ہیں اس حدیث کا ثبوت پورا پورا اسی عالم نے دیا ہے تکرار اور تاکید سے تو اُس دعویٰ کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے جس کے درپے اثبات ہم ہوں ان لوگوں کو یہ خیال نہیں ہے کہ ساری عمر ہماری تلاوت قرآن میں گزری کبھی کسی کے خیال میں بھی آیا کہ اس قدر آیات قرآنیہ سے امام کی عصمت ثابت ہے حق تو یہ ہوتی ہے کہ یہ کام جناب علامہؒ نے ایسا کیا ہے کہ جس

قدر فخر و مباہات کریں بجا ہے بلکہ ہمارا فرقۂ حقہ بھی جس قدر فخر کرے تھوڑا ہے ایسے کار عظیم کو اس نظر حقارت سے دیکھنا سچ کہئے کیسی بری بات ہے۔

باب دوسرا دلائلِ عصمتِ امام اور خلیفہ نبی کے

(ا) میرے ایک دوست تعلیم یافتہ (جس نے کتاب الکرار سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی (لائف) لکھی ہے اور اب چھپ کر شائع ہوگی جس طرح بلاتشبیہ الفاروق المامون شائع ہو چکی ہے) نے مجھے لکھا ہے کہ الفیۂ کنتوری میں آپ معصوم کے معنی اور اُس کا محال عقلی نہ ہونے کا پہلے ثبوت لکھ کر تب انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کی عصمت پر بحث کیجئے گا اور ثبوت بھی ایسا ہو جو زمانہ موجودہ کے طبائع پر اثر ڈالے اور دقیق (مشکل، گہرائی، پیچیدہ) بیان سے احتیاط کیجئے گا اور فاسق و عادل اور ثقہ اور معصوم کا فرق بھی ظاہر کر دیجئے گا لہٰذا پہلے مجھے معصوم اور عادل اور ثقہ اور فاسق کے معانی بیان کرنا ضروری ہے اُس کے بعد فرق ان سب میں جس قدر ہے اس کے بعد معصوم کا براہِ عقل محال نہ ہونا لکھوں گا انشاء اللہ۔

(ا) معصوم کے معنی لغت عرب میں بچائے ہوئے ضرر سے یا نگاہِ داشتہ شدہ کے ہیں اور وہ ضرر یا تو اسی شخص معصوم کے گفتار اور کردار سے ہوتا ہو یا کسی دوسرے کی ضرر رسانی سے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ خدا تم کو اے محمد آدمیوں کے (منافقین) کے ضرر سے بچائے گا پس خدا عاصم ہے اور ہمارے نبی معصوم ہیں۔ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنَ الْمَآءِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّی۔ آج کی طوفان میں غرق ہونے سے اے نوح کوئی کسی کا بچانے والا نہیں ہے ہاں جس پر خدا کا رحم ہو گا وہی بچ جائے گا۔ ہمارے افعال میں ہم کو ضرر سے خدا کا بچانا دو طرح سے ہماری سمجھ میں آتا ہے یا تو اُس فعلِ قبیح کی قوت ہم سے سلب کر لے جیسے اندھے میں نگاہ بد ڈالنے کی قوت یا نامرد میں زنائے حرام کی قوت نہ رہے یا گونگے بہرے میں اُن گناہوں کی قوت نہ رہے جو سننے اور بولنے سے تعلق رکھتے ہیں اُس کو

شریعت معصوم نہیں کہتی ہے اور نہ اور شرائط کے مفقود ہونے سے اگر کوئی گناہ سے بچے اُس کو معصوم کہتے ہیں بلکہ معصوم وہی صاحب اختیار جامع الشرائط ہے وقوع معصیت کا جو بخوفِ خدا گناہ کرنے سے باز رہے مجبور اور بے اختیار نہ ہو پھر ایسے شخص کو جو ہم کہتے ہیں کہ خدا نے اُس کو بچایا اُس کے معنے یہ ہیں کہ خدا کی ہدایت نے اُس کو بچایا اور وہ ہدایت وہی ہے۔ اِنَّا هَدَیْنَاهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا۔ راہِ نجات بتلادی اور مجبور اُس کو نیکوکاری یا بدکرداری پر نہیں کیا ہے۔

(۲) معصوم کا عالم ہونا جمیع احکام الٰہی کا ضروری ہے شریعتِ اسلامیہ معصوم اُس کو کہتی ہے جو عمداً اور سہواً گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے اپنے آپ کو بچاتا ہو اور براہِ جہالت بھی گناہ نہ کرے ظاہر ہے کہ جب تک کسی چیز کا علم نہ ہوگا اُس کے کرنے یا نہ کرنے سے آدمی کیونکر بچ سکتا ہے علم ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ہر وقت ہر چیز کا علم ہم کو ہو یہ صفت تو مخصوص خدا کے ہے صادق آل محمد علیہ السلام نے ایک زندیق کے جواب میں چند کیڑے مکوڑے حشرات الارض کی خلقت کے مصالح بیان فرما کر یہ ارشاد فرمایا اے شخص اگر ہر چیز کا علم ہم کو ہوتا۔ لَساوِیْنا اللّٰهَ فی علمه۔ ہم خدا کے برابر علم میں ہو جاتے۔

دوسرا طریقہ علم کا یہ ہے کہ جب کسی چیز کے جاننے کی حاجت ہو اُس کا علم معصوم کو ہو جائے۔ الائمة اذا شاءُ وا ان یَعلموا اعلموا۔ یہ فقرہ جزائے شرط دو طرح سے پڑھا گیا ہے ثلاثی مجرد کا ماضی معروف اُس قرأت پر ترجمہ حدیث یہ ہے کہ آئمہؑ جب چاہتے تھے کسی چیز کا جاننا اُن کو علم ہو جاتا تھا اور دوسری قرأت عُلِّمُوْا باب تفصیل کا ماضی مجہول اب اس کے معنی یہ ہیں کہ آئمہؑ جب کسی چیز کا جاننا چاہتے ان کو تعلیم دی جاتی تھی دونوں قرأت سے یہی نکلتا ہے کہ خدا کی برابر اُن کو علم نہ تھا۔

اب رہا طریق علم آئمہ اس میں ہم کو زیادہ بحث کرنی مناسب نہیں ہے

اور نہ اس مقام سے اُس کو کچھ تعلق ہے مطلب تو حاصل ہو گیا کہ معصوم وہی ہے جو عالم جمیع احکام الٰہی کا ہو کسی طریق سے کیوں نہ اُس کو علم ہو اور اسی وجہ سے ائمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے۔ الحجة من لا یقول لاأدری حجت یعنی نبیؐ اور امامؑ کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہیں گے کہ میں نہیں جانتا۔ اچھا اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ایسا شخص جس کو جمیع احکام الٰہی کا علم ہو طریق مذکور سے محال ہے یا ممکن ہے محال ہونے کی تو کوئی دلیل بجز استبعاد کی نہیں ہے یعنی ہماری سمجھ میں ایسا ہونا نہیں آتا اور ضرورتِ ہدایت اور حفظِ نظامِ عالم ایسے شخص کے وجود کو واجب کرتی ہے انہیں دلائل سے نبی کو تو ضرورت عالم ہم تسلیم کرتے ہیں ورنہ کار نبوت جہالت میں کیونکر چل سکے ہاں یہ بات ضرور ہے چونکہ نبی پر نزولِ احکام رفتہ رفتہ زمانہ دراز میں ہوتا ہے آخر وقت حیات یا اُس سے کچھ پہلے اس کا عالم جمیع شرائع ہونا واجب ہے۔

خلیفۂ نبی اور امام چونکہ تعلیم نبی سے اُس کو علم ہوتا ہے اس کو بروقت وفاتِ نبی اور ابتدائی زمانۂ خلافت اور امامت میں جملہ شرائع کا علم تفصیلی خواہ اجمالی ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اُس کا معلم دنیا سے جا رہا ہے اب اس کو کون تعلیم دے گا وحی اس پر نازل نہیں ہوتی شریعت اسلامیہ پوری نازل ہو چکی لہٰذا امام کی ابتدا اور انتہا علم میں برابر ہے۔

میں امام کو نبی پر فضیلت نہیں دیتا معاذ اللہ مگر میں اصلی کیفیت کو بیان کرتا ہوں اس لئے کہ امام کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے نبی کی تعلیم اور شاگردی سے ہوتا ہے اُستاد اور شاگرد بھلا کب برابر ہو سکتا ہے چہ جائے کہ شاگرد اُستاد سے بڑھ جائے۔

(۳) عادل اور ثقہ اُس کو کہتے ہیں کہ عمداً گناہ کبیرہ نہ کرے اور نہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرے اور سہو و نسیان سے اگر کوئی گناہ کرے قاضی عدالت نہ ہوگا۔

اسی بیان سے معلوم ہوا کہ معصوم نبی ہو یا امام اُس سے خطائے اجتہادی کا بھی سرزد نہیں ہونا چاہیے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ ابرار کی

بعضے نیک کام مقربین کے لیے گناہ میں داخل ہیں۔ اجتہادی خطا سے مجتہد کو اگر ایک اجر ملتا ہے نبی اور امام کو درجۂ نبوت اور امامت سے گرادیتا ہے یہی عقیدہ عقل صحیح کے مطابق ہے۔

وجود معصومؑ پر دہریوں کا شبہہ

گناہ سے بچنا صغیرہ ہو یا کبیرہ جب ہی ممکن ہے کہ ہر ایک کو گناہ کا علم ہو۔ اور نبی یا امام کو جملہ اقسام گناہ کا رفتہ رفتہ برسوں میں علم ہوتا ہے۔ پھر جن گناہوں کا علم ابھی نبی کو یا امام کو نہیں ہوا ہے اُس سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے اُس گناہ کے کرنے میں نبی اور امام اور تمام خلائق برابر ہے اب یا تو یہ اقرار کرو کہ نبی کو ابتدائے نبوت سے علم جمیع گناہوں کا ہوتا ہے اس کا تو کوئی قائل نہیں اور جب رفتہ رفتہ ہوتا ہے تو زمانۂ جہالت میں نبی یا امام گناہ سے کیونکر بچ سکتا ہے۔

جواب

علم کی دو قسمیں ہیں اجمالی اور تفصیلی' اجمالی علم نبی کو ہونا اُس کی یہ صورت ہے کہ یہ لوگ ابتدائے خلقت سے برگزیدۂ خدا ہوتے ہیں ان کی عقل بھی ہماری معمولی عقل سے جدا ہوتی ہے اور یہی مراد خدا کی اس آیت سے ہے۔ اَللّٰہُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ۔خدا ہی جانتا ہے کس گھر میں عہدۂ رسالت (نبوت) قائم کرے گا۔

ہر ایک نبی کی سوانح عمری اور اسی طرح خلیفہ نبی اور امام کی سوانح عمری سے ہم کو اطلاع ملتی ہے کہ نبی یا امام کا برتاؤ ابتدائے عمر سے کیا تھا۔

سالکیہ نکوست از بہارش پیداست

لڑکپن ہمارے نبی کا ذرا اُس کی کیفیت تاریخ میں پڑھئے کہ بت پرستوں میں پیدا ہوئے اور کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا جاہل خونخوار بدکردار خائن

جھوٹے بد معاش کی صحبت اور ہمیشہ نیکوکار اور امین و راست گو۔

یہ سب امور اسی وجہ سے تھے کہ نبی اور امام کی خلقت ہی جدا ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو لیجئے۔ وَاٰتَیْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۔گہوارہ میں نبی ہو گئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ علم تفصیلی شرائع اور احکام کا ضرور نبی کو رفتہ رفتہ بوقت ضرورت اُمت ہوتا تھا اور علم اجمالی چونکہ اُن کی عقل کامل بدو فطرت سے تھی جیسے اور قبیح افعال کو ضرور پہچانتے تھے وہی عقل کامل اُن کو گناہ کرنے سے ہمیشہ روکتی تھی۔

اب گناہوں کے اقسام کو دیکھئے۔ گناہ یعنی افعال بد اور اشیائے قبیحہ کچھ ایسے ہیں جن کی بُرائی ہر صاحبِ عقل پر ظاہر ہے پابند شریعت کا ہو یا نہ ہو اور یہ قسم ایسی ہے کہ تبدلِ شریعتِ انبیاءؑ یا تبدلِ زمانہ یا اختلافِ شہر اور ملک کو اس میں دخل نہیں بلکہ ہر طرح سے اُس کی بُرائی ظاہر ہے اس کے ترک کرنے پر تو نزول وحی اور الہام کی ضرورت نہیں ہے جس کو ذرا سی بھی عقل ہے اُس کو بُرا جانتا ہے کرے یا نہ کرے۔ یہ دوسری بات ہے ایسے امور قبیحہ کا ترک ایسے گروہ سے جس کی عقل براہِ فطرت اعلیٰ درجہ کی ہے کیوں ضروری نہ ہوگا دوسری قسم گناہ کی یعنی امر قبیح کی عام طور سے قبیح نہیں ہے بلکہ بنظر کرنے والے کے وہ امر قبیح ہے ایسے گناہ کو بھی صاحب عقل کامل اور ذہنی وجاہت ضرور سمجھ سکتا ہے اور نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ حُسن و قبح اشیاء کا عقلی ہے ان دونوں قسم کے گناہ کو گناہ یا قبیح سمجھتے ہیں کبیرہ ہوں یا صغیرہ نبی اور امام کو نزولِ وحی یا الہام کی ضرورت نہیں۔ تیسری قسم کا گناہ وہی ہے جو شریعت خاص میں بنظرِ مصالحِ وقت یا مصالح ملک کے ناجائز ہوئے ہوں ان کی بُرائی اصلی نہیں ہے بلکہ اضافی ہے۔ اور یہ گناہ جب ہی گناہ تسلیم کی جاتی ہے جب خدا بذریعہ وحی کے نبی کو ان کے کرنے سے روکے خواہ عام اُمت کو اور قبل از صدورِ حکم امتناعی وہ امور گناہ میں داخل نہیں ہیں ایسے گناہوں سے بچنے سے قبل ازانکہ وبسببِ حکم خدا کے گناہ قرار پائیں نبی کو یا امام کو ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اُن کا گناہ ہونا

بعد نزول حکم کے ہے۔اب تینوں قسم کے گناہ سے معصوم کا بچنا براہِ عقل ممکن ثابت ہوگیا اور شبہہ دہری باطل ہوگیا۔ یہاں تک تو ہم نے محض عقلی اصول سے جواب دیا ہے اور جواب بھی کسی ایسے امر کی تسلیم کرنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ عموماً ہر ایک صاحب عقل اُس کو تسلیم کرسکتا ہے۔اور دہری اور زندیق کو پہلے ایسا ہی جواب دینا چاہیئے ہاں اس کا اثبات ہم کو ضروری ہے کہ نبی اور امام کی عقل کامل جملہ افراد انسانی سے ہوتی ہے اس کو ہم عقل اور نقل دونوں طرح سے بخوبی ثابت کرسکتے ہیں عقلی دلیل تو یہ بھی ہے کہ تمام دنیا میں لاکھوں کروڑوں آدمیوں میں سے ایک فرد واحد یا چند افراد کو عہدۂ نبوت عطا کرنا ایسے حکیم مطلق اور علام الغیوب کا جو اپنی مخلوقات کے تمام جزئیات پر رحمت کی نظر رکھتا ہے بدونِ اس کے کہ وہ شخص خاص کل کی افسری کے لائق ہو اور کبھی کوئی امر خلاف رفاہِ خلائق اُس سے سرزد نہ ہو کبھی نہیں ہوسکتا ہے۔چھوٹی چھوٹی ریاست میں ہمارا قاعدہ ہے اُس کو رئیس منتخب کرتے ہیں جس کو ہر طرح سے قابل بجا آوری امور ریاست یا سمجھ لیتے ہیں گو ہماری تجویز میں براہِ بشریت کبھی خطا بھی ہوجائے۔ پھر خدائے دانا علام الغیوب اتنا بڑا عہدۂ نبوت بدونِ اس کے کہ نبی کی عقل سب اشخاص اُمت سے زائد نہ ہو کیونکر اُس کو نبی مقرر کرسکتا ہے۔

رہی نقلی دلیل سو دہریہ اور منکرین نبوت اُسے کب تسلیم کریں گے ورنہ ایسے ایسے واقعات ہم نقل کرسکتے ہیں جن سے پورا ثبوت ہمارے دعویٰ کا ہوتا ہے۔

دوسرا شبہہ

معصومؑ کو یا تو قدرت گناہ کرنے پر نہیں ہے اور خدا نے اُس کو مجبور کردیا ہے یا پھر تو کوئی استحقاق ثواب کا اُس کو ترکِ معاصی (گناہ) پر نہیں ہے اور نہ اُس کو کوئی فضیلت گناہ سے بچنے میں ہے اور اگر مجبور نہیں ہے بلکہ قادر گناہ کرنے اور نہ کرنے پر ہے جیسا غیر معصوم پر تو وہ بھی جائز الخطاء تمہاری رائے میں قابلِ نبوت اور امامت کے نہیں ہے۔

جواب

معصومؑ ضرور قادر گناہ کرنے پر ہے مجبور نہیں ہے جیسے اندھا نگاہ بد ڈالنے سے یا نامرد زنائے حرام کرنے سے مگر معصوم کی عقل کامل اُس کو ہمیشہ امور قبیحہ کرنے سے روکتی ہے اور یہی فضیلت ہے منطقی تقریر سے ہم اس جواب کو دقیق کرنا پسند نہیں کرتے۔

معصومؑ کی ضرورت

انتظامِ عالم جیسا کہ چاہئے بدونِ ایسے منتظم کے دشوار ہے جو کہ جمیع امور انتظامی کو جانتا ہو اور جاننے کے علاوہ کبھی کوئی امر اُس سے جو بدنظمی کا باعث ہو عمداً اور سہواً صادر نہ ہو اور ایسا عالم اور پابند امور انتظامیہ کا (معصوم) اُس کا قدرت کی نظر سے پیدا کرنا ممکن ہے محال نہیں ہے اور خواہش قادر برحق کے بھی یہی ہے کہ عالم کائنات میں پورا انتظام رہے لہٰذا واجب ہے کہ منتظم (نبی یا امام) کو مدبر حکیم (خدائے علیم) پیدا کرتا رہے پھر بعد مقرر کرنے ایسے منتظم کے جو بدنظمی اور فساد عالم میں ہوگا اُس حاکم کی نافرمانی اور خدا کی احکام کی مخالفت سے ہوگا اس کا الزام مخلوقات پر ہے خالق عالم کی حجت تمام ہو چکی ہے۔

زندیق کا سوال

جناب صادق آلِ محمد علیہ السلام سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ تمہارے خدا کو یہ قدرت نہ تھی کہ تمام مخلوق کو مطیع اور فرمانبردار اپنے احکام کو پیدا کرتا، کہ پھر کسی قسم کا فساد عالم میں ہونے ہی نہ پاتا۔

جواب امامؑ

خدا کو ضرور اس کی قدرت ہے مگر اطاعت پر مجبور نہیں کرتا ہے اس لئے

کہ مجبور مستحق ثواب اور عتاب کا نہیں ہے۔ فخلقهم قادرين مختارين انشآء واطاعوا وان شآء والم يُطيعُوا۔ اس حکمت سے خلائق کو قادر اور مختار پیدا کیا اگر چاہیں اطاعت کریں (ثواب اُن کو ملے) اور اگر چاہیں اطاعت نہ کریں (عذاب میں گرفتار ہوں)

آغازِ مدّعا

جب ہم معصومؑ کے معنی اور اُس کے ہونے کا امکان اور دفعِ شبہاتِ منکرین اور وجودِ معصوم کو سلیس عبارت سے لکھ چکے اب امام کے معصوم ہونے کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ کا لکھنا شروع کرتے ہیں اوور پہلے وہی دلائل لکھیں گے جس کی سمجھنے میں ہماری کتاب کے پڑھنے والے کو دقیق مقائل منطقیہ جاننے کی ضرورت نہ ہوانشاءاللہ!

واضح ہو

کہ امامت فرع نبوت کی ہے اور امام نائب اور خلیفۂ نبی کہلاتا ہے یہ اصطلاح جدید اہلِ اسلام کی ہے جیسا کہ حصہ اول میں بیان ہو چکا۔

ظاہر ہے کہ نائب وہی کام کرتا ہے جو منیب کا خاص کام ہے اور نبی کا خاص کام ہدایت ہے اور ہدایت احکام الٰہی کے پہنچانے سے ہوتی ہے جس کو تبلیغ کہتے ہیں اسی تبلیغ میں خطا کا صادر نہ ہونا بھی شرط ضروری ہے ورنہ بجائے ہدایت کے ضلالت ہوگی لہٰذا نبی کا خطا سے معصوم ہونا ضروری ہے اور یہی دلیل امام کے معصوم ہونے کی ہے۔ اس کتاب کے دلائل کے تین قسم کے ہیں محض عقلی اور دوسرے مرکب عقلی اور نقلی سے اور تیسرے محض نقلی پہلی قسم کے دلائل وہی اصول فلسفہ اور منطق کے قوائد جو آسان اور عام فہم نہیں ہیں اور اس زمانہ میں اُن کے سمجھنے میں زیادہ دشواری ہے خاص وہی لوگ اُن کو سمجھ سکتے ہیں جو الٰہیات اور منطق میں

اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہوں لہٰذا ہم نے اُن دلائل کو تیسرے حصہ میں لکھنا تجویز کیا اور پہلی اور دوسری قسم کو حصہ اول میں لکھنا تجویز کیا اسی حصہ میں وہ آیات قرآنیہ جن سے امام کا معصوم ہونا ضروری ثابت ہوتا ہے اُس کو لکھوں گا اور وہ دو قسم کی آیات ہیں۔

قسمِ اوّل

جن میں صاف صاف اس دعویٰ کا ثبوت ہے اور کسی ضم ضمیمہ کی ضرورت نہیں یعنی وہ آیت جو تنہا اس دعویٰ کے اثبات میں کافی ہے جیسے۔ اَفَمَنۡ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی ۔اس لئے کہ ہدایت حق کا یقین اُسی شخص پر ہوسکتا ہے جو خطا سے بری ہو (معصوم ہو) یا دلیلِ عقلی عام فہم اُس کو بھی اسی حصہ میں لکھوں گا۔ پھر چونکہ جناب علامہ کو یہ ترتیب ملحوظ تھی اس لئے کہ ان کا زمانہ علم کا تھا اور ہمارا زمانہ کمی علم اور کمی علماء کا ہے لہٰذا ہم کو ایسے دلائل کے انتخاب میں زیادہ وقت کرنی پڑی مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم کو کامیابی ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دس سینکڑے میں کتاب الفین کے ہزار دلائل کا بیان ہے لہٰذا تقدیم تاخیر اور اُلٹ پلٹ کرنے سے ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ تین باتوں کا نشان دیں اور اُسی کے مطابق شمار دلائل کا ہندسہ قائم کریں۔

(۱) اپنے ترجمہ کی ترتیب کا شمار یعنی نمبر

(۲) جس سینکڑے کی دلیل ہے اُس کا شمار

(۳) اُس سینکڑے میں جس شمار کی دلیل ہے اُس کا شمار

مثلاً ۹-۲/۳ کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے ترجمہ کی نویں دلیل اور الفین کے دوسرے سینکڑے کی تیسری دلیل یہ ہے۔ اِس التزام سے ناظرِ کتاب ہذا کی تطبیق ترجمہ کی اصل عربی الفین سے دقت نہ ہوگی اور دونوں اغراض ترجمہ کے پورے ہوں گے۔ (۱) اصل دلیل کو باآسانی سمجھ لینا (۲) اُس ترجمہ کی تطبیق اصل کتاب

الفین سے کرلیں اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر مترجم سے براہِ بشریت یا بسبب غلط ہونے اصل کتاب کے ترجمہ میں غلطی ہوئی ہو اور اصلی دلیل صحیح ہے تو کسی معترض کو خوردگیری کا موقع اصل دلیل پر نہ ملے گا بلکہ اُس غلطی کا مجرم میں ہوں یا چھاپنے والا مجرم ہے مذہب حق پر اعتراض کبھی نہ ہوگا بلکہ اسی گناہگار خطا کار غیر معصوم غلام حسنین پر ہوگا اور جناب علامہ بھی اس اعتراض سے بری رہیں گے اب میں اتنی بات اور بھی کہتا ہوں کہ آیات قرآنیہ بعض ایسی ہیں جو بوجہ شانِ نزول کے کسی شخص خاص سے اُن کا تعلق ہے مگر علت جامعہ جو کہ جملہ افراد مکلفین میں ہے اُس نظر سے شخص واحد کی تخصیص نہیں ہے مثلاً۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ سچوں کے ساتھ رہو اگر ثابت بھی ہو جائے کہ یہ آیت کسی گروہ صحابہ کے واسطے بالخصوص نازل ہوئی تھی مگر سبب اس حکم کا یعنی سچا ہونا یہ عام ہے اس لئے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک سچے کے ہمراہی واجب ہے اور عقل بھی اسی کا حکم دیتی ہے برخلاف اس کے یہ آیہ ولایت ہے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ۔ حالت رکوع میں خیرات کرنا اگرچہ یہ بھی سبب عام ہے مگر اُس کی شرط یہ ہے کہ بغرضِ حصول عہدۂ ولایت یہ فعل نہ کیا ہو بلکہ بلا غرض اور بلا سبق علم اس بات کے کہ رکوع میں خیرات دینے سے ہم کو عہدۂ ولایت حاصل ہوگا لہٰذا اب اگر کوئی آدمی ہزار مرتبہ یہ فعل کرے کبھی اُس کو عہدۂ ولایت حاصل نہ ہوگا بس یہ تو جس کا حصہ تھا اُسی کو مل چکا۔

اس کی ایک نظیر بھی آپ کو دکھلا دیں راست و دروغ برگردن راوی جب سعدی شیرازی نے یہ شعر لکھا:

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تو مشہور ہے خدا نے کیا انعام سعدی کو دیا۔ انوری کو حسد یا غبطہ ہوا اور اُس نے بھی کہا:

ہر گیا ہے کہ اررتین روید
وحدہ لاشریک لہ گوید

یہ شعر کہہ کر منہ کھول کر انوری آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ میرے منہ میں بھی نور آسمان سے اتر آئے چیل نے انوری کے منہ میں ہگ دیا تب انوری نے جھلا کر کہا۔ شعر فہمی عالم بالا معلوم شد۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوا جو امام برحق کے دیکھا دیکھی سائلوں کو رکوع میں انگوٹھی دیتے تھے پڑھ لیجئے تاریخ فریقین کو۔ پھر چونکہ سینکڑے کا حساب ہمارے ترجمہ کی ترتیب میں بھی ہے لہٰذا جب ایک سینکڑا تمام ہوگا دوسرے سینکڑے کا شمار دوسرا ہوگا جیسا کہ اصل کتاب میں ہے۔

اب ہم خدا پر توکل کر کے ترجمہ شروع کرتے ہیں۔ "وھو الموافق للاتمام"۔

پہلا سینکڑا

اس میں اوپر کا ہندسہ شمار دلیل اصل کا اور نیچے کا ہندسہ شمار صدی اصل کا اور اُردو میں بقلم جلی ہماری ترجمہ کا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلی دلیل

۱/۱۴۔ اگر امام معصوم نہ ہوتو اُس کی اطاعت یا تو ہر امر میں واجب ہے اس لئے کہ اولی الامر ہے یا ہر امر میں واجب نہیں ہے اگر ہر امر و نہی میں اُس کی اطاعت واجب ہے یہ تو باطل ہے اس لئے کہ جو حکم براہ غلطی دے گا اُس میں اُس کی اطاعت خدا کی نافرمانی ہے اور وہی گناہ ہے اور عقل اور نقل دونوں ناجائز اُمور میں کسی کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ ۔ اور جب ہر امر میں اُس کی اطاعت واجب نہ ہوئی اُس کے امام ہونے سے فائدہ کیا رہا۔

میں کہتا ہوں:

اولی الامر وہی ہے جس کی اطاعت ہر امر میں واجب ہو نص قرآن مجید جس طرح خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے او ر امام کی تعریف بھی حصہ اول میں گذری ہے کہ اُس کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

دوسری دلیل

۱/۵ جب امام کا مقرر کرنا خدا کی طرف سے واجب ہے (جیسا کہ حصہ اول میں (۶۰) دلائل سے ہم ثابت کر چکے ہیں) اب محال ہے کہ خدا غیر معصوم کو امام مقرر کرے یا غیر معصوم کی اطاعت کرنے کا ہم کو حکم دے۔ اس لئے کہ خدا کو علم ہے کہ غیر معصوم کبھی کبھی خواہ اکثر غلط کاری سے خلاف مرضی خدا کے حکم دے گا اور اُس حکم میں پیروی اُس کی حرام ہے۔ اب لازم آتا ہے کہ ایک ہی فعل کو خدا نے واجب بھی کیا (اطاعت امام ہر وقت خطا کاری) اور حرام بھی کیا اور یہ بھی اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے۔

تیسری دلیل

۱/۸۔ خدا کو امام معصوم مقرر کرنے کی قدرت ہے اور خلقت کو ایسے امام کی حاجت بھی ہے اور کوئی خرابی اور مفسدہ معصوم کے مقرر کرنے میں نہیں ہے پھر غیر معصوم کو (جس کے مقرر کرنے میں خرابی ہے) خدا کیوں مقرر کرے گا لہٰذا وہی امام خدا مقرر کرے گا جو معصوم ہو۔

چوتھی دلیل

۱/۱۶۔امامت خدا کا عہدہ ہے اُس کی نسبت قرآن مجید میں فرما دیا ہے۔
لَایَنَالُ عَهْدِی الظّٰالِمِیْنَ ۔میرا عہدہ ظالموں کو نہ پہنچے گا یعنی ظالم امام نہیں ہو سکتا

اور غیر معصوم ظالم ہے لہٰذا وہ امام نہیں ہوسکتا (میں کہتا ہوں) غیر معصوم کا ظالم ہونا اس وجہ سے ہے کہ اُس کے نسبت گناہ نہ کرنے کا یقین نہیں ہے اور جب تعین نہیں تو وہ مرتکب گناہ کا ہوسکتا ہے عمداً یا سہواً اگر عمداً گناہ کرے پھر تو وہ فاسق ہے اور فاسق ضرور ظالم ہے اور اگر سہواً اور خطا سے کرے چونکہ امام کے قول اور فعل دونوں کی پیروی اُمت پر واجب ہے لہٰذا وہ اُمت کی معصیت میں پڑنے کا باعث ہوگا یعنی اُس قول اور فعل کی پیروی کرانے میں مضل (بہکانے والا) اور گمراہ کرنے والا اُمت کا ہوگا اور مضل بھی فاسق ہے لہٰذا اب بھی وہ ظالم ہے پس امام نہیں ہوسکتا۔ (میں اس سے زیادہ توضیح کرتا ہوں مکلّف کے افراد اُمت میں تین ہیں یا تو معصوم ہے کہ عمداً اور سہواً کسی طرح خطا نہیں کرتا ہے۔ یا عمداً خطا نہیں کرتا مگر سہواً کرسکتا ہے جس کو ہم ثقہ اور عادل اصلاحی) کہتے ہیں یا عمداً بھی خطا کرتا ہے وہ فاسق ہے تیسرے قسم تو امام کسی طرح ہو نہیں سکتے رہی دوسری قسم یعنی عادل اور ثقہ اُس کا خطا کا رسہوا ہونا اُس کی ذات پر تو فسق کا مستلزم (کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا) نہیں ہے مگر چونکہ وہ پیشوا اور مقتدا ہے اُس کی پیروی معصیت میں اُمت کو گمراہ کرے گی لہٰذا وہ بھی فاسق ہوجائے گا ہاں اگر وہ پیشوا اور امام نہ ہوتا تو فاسق نہ ہوتا۔

پانچویں دلیل

۱/۷۱۔ جب خدا پر امام کا مقرر کرنا ہم نے (۶۰) دلائل سے واجب ثابت کردیا اور غیر معصوم ہمیشہ یا کبھی کبھی خطا کرتا ہے جو باعثِ مفسدہ ہے یعنی خدا کو معلوم ہے کہ اس کے امام بنانے سے مفسدہ ہمیشہ یا کبھی کبھی پیدا ہوگا اور جب خدا کو یہ معلوم ہے پھر جان بوجھ کر ایسا فعل کرنا جو باعث مفسدہ ہے از روئے عقل کے قبیح ہے اور خدا فعل قبیح سے بری ہے لہٰذا غیر معصوم کو کبھی امام نہ بنائے گا پس امام مقرر کردۂ خدا ضرور معصوم ہوگا۔

چھٹی دلیل

۱/۱۹۔ اگر امام معصومؑ یعنی عالم کامل نہ ہو جس پر اجتہاد کرنا حرام ہے اُس کی دو صورتیں ہیں یا تو جاہل محض ہے یا مجتہد ہے۔ جاہل محض کا امام ہونا یہ تو محال ہے اس لئے کہ عالم پر بھی امام کی اطاعت واجب ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مجتہد جاہل کی پیروی کرے دوسری بات یہ ہے کہ جاہل محض کی پیروی کا حکم دینا خدا کا یہ بھی محال ہے اسی طرح امام جاہل کی پیروی جاہل پر بھی واجب نہیں اس لئے کہ دونوں جاہل ہیں کسی کو اولیت اور فضیلت دوسرے پر نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ امام مجتہد ہو یہ بھی محال ہے اس لئے کہ مجتہد کی پیروی دوسرے مجتہد پر واجب نہیں اور رہا جاہل اُس کو اختیار ہے چاہے امام مجتہد کی پیروی کرے چاہے دوسرے مجتہد غیر امام کی۔ اب ایسے امام کے مقرر کرنے میں کوئی فائدہ نہ رہا بلکہ فعل لغو ہوا جو خدا سے ہر گز صادر نہیں ہو سکتا۔

دفعِ شبہہ

اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ امام مجتہد اور مجتہد دیگر میں فرق ظاہر ہے کہ دوسرا مجتہد امام نہیں ہے لہٰذا مجتہد غیر امام اور جاہل دونوں پر اُس کی پیروی واجب ہو گی اُس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد کو امام بنانا یا تو اُس کی اجتہاد کی وجہ سے ہے پھر سب مجتہد برابر ہیں اُس کی اولویت کیا رہی اور اگر کسی اور سبب سے وہ امام بنایا گیا ہے سوائے عصمت کے وہ کافی برآمد کار میں نہ ہو گا۔

ساتویں دلیل

۱/۲۱ شیطان کی طرف خطاب کر کے خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِم سُلْطَانٌ۔ میرے خاص بندوں پر تجھے قدرت اضلال (گمراہ کرنا)

کی نہ ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں سلطان کی لفظ نکرہ ہے اور تحت میں نفی کے واقع ہے لہذا عام ہے اس کا یہ فائدہ ہے کہ اُن خاص بندوں پر شیطان کا کسی وقت تسلط نہ ہوگا اسی آیت سے بخوبی ثابت ہوگا کہ اگر ایک گروہ بندگان خدا میں ایسا ہے جو گناہ سے پاک ہے ابتدائی عمر سے آخر عمر تک اور انہیں کو ہم معصوم کہتے ہیں جو گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے عمداً اور سہواً اور تاویلاً ہمیشہ تمام عمر میں دور رہیں جب معصوم کا ہونا قرآن مجید سے ثابت ہو چکا۔ اب دیکھو آدمیوں میں دو گروہ ہیں ایک تو وہ فرقہ جو ایسے معصوم کا وجود مانتا ہے جو اول عمر سے آخر عمر تک صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے محفوظ ہو یعنی گروہِ انبیاء علیہم السلام اور وہی فرقہ امام کو بھی ایسا ہی معصوم کہتا ہے اور دوسرا فرقہ ایسے معصوم کا وجود نہیں مانتا جو تمام عمر میں صغائر (چھوٹا) اور کبائر (بڑا) اُسے پاک ہو یعنی انبیاءؑ کو بھی ایسا معصوم نہیں جانتا کہ اول عمر سے آخر تک گناہان صغائر (چھوٹا) اور کبائر (بڑا) سے پاک ہوں یہ فرقہ امام کو بھی معصوم نہیں مانتا ہے۔ اب تیسرا فرقہ کہ نبیؐ کو تو معصوم مانے اور امامؑ کو نہ مانے یہ احداث قولِ ثالث اور خارق اجماع مرکب ہے۔ لہذا یہ تیسرا مذہب باطل ہے۔

میں کہتا ہوں

اجماع مرکب کا توڑنا اور قولِ ثالث کا خلاف اجماع مرکب کے پیدا کرنا یہ مسئلہ ہمارے اور اہلسنت دونوں کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے اور اس کی دلیل علم اصول فقہ میں بیان ہو چکی ہے اُس کے بیان کی ہم کو اس کتاب میں ضرورت نہیں ہے۔

آٹھویں دلیل

۲۲/۱۔ اَفَمَنۡ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی۔ خدا فرماتا ہے کہ پیروی اُس کی کرنی لائق ہے جو راہِ حق کی ہدایت

کرے یا اُس کی پیروی بہتر ہے جو خود راہِ حق پر چلنے میں دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو۔

میں کہتا ہوں

چونکہ معصوم کسی امر حق میں دوسرے کا محتاج نہیں ہے (بجز خدا اور رسولؐ کے) اور غیر معصوم دوسرے کا محتاج ہے یعنی ہدایت کے امور دوسرے سے سیکھنے کا محتاج ہے لہٰذا اُس کی پیروی سے انکار کرنا بہتر ہے۔ اب معلوم ہوا کہ غیر معصوم کی پیروی جائز نہیں ہے یعنی حرام ہے اور امام کی پیروی مثل پیروی خدا و رسولؐ کے واجب ہے۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے جو اس آیت سے ثابت ہو گیا۔

نویں دلیل

۱/۲۳۔ قولہ تعالیٰ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ اس آیت میں حکم ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے کی خدا سے دعا کرو اور وہ راہ اُنہیں لوگوں کی ہے جس پر خدا نے انعام کیا ہے اور نعمت سے مراد یہاں عصمت ہے اس لئے کہ صراط مستقیم وہی راہ ہے سیدھی جس کے چلنے میں آدمی راہ راست سے نہ بھٹکے اور وہ راہ اُنہیں بزرگواروں کی ہے جو خطا اور سہو سے ہمیشہ رہنمائی میں بری ہوں یعنی معصوم ہوں۔ ایسے رہنما وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ صواب پر ہوں اور خطا کا سرزد ہونا اُن سے ہمیشہ محال ہو اور معصوم سے ہماری یہی مراد ہے اور غیر معصوم یا تو ہمیشہ خطا کار ہے یا کبھی کبھی خطا کرتا ہے۔ اب ثابت ہوا کہ غیر معصوم کی بتلائی ہوئی راہ ہمیشہ صراط مستقیم نہیں ہے اور پیروی کرنی ہم پر اُس کی واجب ہے جو ہمیشہ صراط مستقیم کی ہدایت کرے لہٰذا غیر معصوم کی پیروی ہم پر واجب نہیں اور امام کی پیروی ہم پر ہمیشہ واجب ہے پس غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔

دسویں دلیل

۱/۳۱۔ قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۔
جب خدا نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے عرض کی بار الٰہی کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بنا دے گا جو زمین پر جا کر فساد برپا کرے اور خونریزی پیدا کرے یعنی خلیفہ یا امام کا غیر معصوم ہونا موجبِ فتنہ وفساد ہے اب فرشتوں کا یہ کہنا کہ خلیفہ غیر معصوم سے فتنہ پیدا ہوگا جہل مرکب سے معاذ اللہ نہ تھا۔ اس لئے کہ جہل مرکب کا ہونا فرشتوں میں محال ہے مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو اُس کا علم نہ ہو کہ غیر معصوم سے فتنہ برپا ہوگا اور پھر دعویٰ اس کا کریں لہٰذا ابھی بات سچی ہوئی کہ فرشتے غیر معصوم سے فساد پیدا ہونے کو جان کر پوچھتے تھے پس غیر معصوم خلیفہ (امام) نہیں ہوسکتا ورنہ فساد برپا ہو اس آیت سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ جس طرح ہماری عقل حکم کرتی ہے کہ امام غیر معصوم سے فتنہ وفساد پیدا ہونا یقین ہے فرشتے بھی اس کو جانتے تھے پس دلیل تو یہاں تک تمام ہوگئی کہ غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا ہے ورنہ فساد برپا ہو۔

اب رہی:

یہ بات کہ فرشتے نہیں جانتے تھے کہ انسان خطا کار جس کی خلقت نسیان اور خطا سے مرکب ہے وہ بھی معصوم ہوسکتا ہے لہٰذا خدا نے جواب دیا۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ میں جانتا ہوں اُس بات کو جو تم کو معلوم نہیں ہے یعنی میں انسان خطا کار کو بھی معصوم بنا سکتا ہوں مجھے ہر طرح کی قدرت ہے تب فرشتوں نے کہا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا خدایا ہم کو تو وہی بات معلوم ہے جو تو نے ہم کو سکھلائی ہے مطلب یہ ہے کہ اب ہم کو معلوم ہوا کہ آدمی بھی معصوم ہوسکتا ہے۔

دفع شبہہ

اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ اس آیت سے تو نبی کا غیر معصوم ہونا اور فتنہ و فساد برپا کرنے کا ثبوت ہوتا ہے پھر خلیفہ نبی کا معصوم ہونا کیسا اس لئے کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی نسبت یہ سوال کیا ہے۔

جواب

نہیں یہ سوال ذریت آدمؑ سے کیا تھا اس لئے کہ اُن کو معلوم ہوا تھا کہ بنی آدم خونریز ہوں گے اور سوال ملائکہ میں تصریح لفظ خلیفہ کی نہیں ہے کہ تو خلیفہ اُس شخص کو کرے گا جو مفسد اور خونریز ہو گا۔

میں کہتا ہوں:

یہ جواب مندرج میں ہے مگر مجھے وہی تاویل پسند ہے کہ حضرت آدمؑ کی عصمت کا اُن کو علم نہ تھا اور نہ اور انبیاءؑ اور اوصیا معصومینؑ جو نسل میں حضرت آدمؑ کے ہوں گے اور تائیداس کی اُس حدیث سے ہوتی ہے کہ اُن کے اسمائے گرامی کی تعلیم حضرت آدمؑ کو کر کے پھر فرشتوں سے کہا گیا۔ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ ھٰۤؤُلَآءِ۔ ان لوگوں کے نام بتلاؤ۔ فرشتوں نے کہا لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ۔

گیارہویں دلیل

اگر امامؑ معصوم نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ امام ہدایت کرنے سے باز رہے اور چپ ہو جائے اور یہ محال ہے لہٰذا اُس کا غیر معصوم ہونا بھی محال ہے بیان اس کا یہ ہے کہ جب امام پر خطا جائز ہے تو اُس کی پیروی اُسی حکم میں جائز ہو گی جو حکم خطا سے نہ دے بلکہ وہ حکم خدا کا ہو اور اس کا علم ہم کو امام ہی کے فرمانے سے ہوتا ہے۔ اب امام کے قول کا صواب پر معلوم کرنا اُس کے قول کے قبول کرنے پر موقوف ہے

اور اُس کے قول کا قبول کرنا اُس قول کے ثواب معلوم ہونے پر موقوف ہے اب بھی اور محال ہے لہٰذا امام چپ ہو جائے گا اور کچھ اُس سے کہتے بن نہ پڑے گا۔

میں کہتا ہوں:

اگرچہ یہ دلیل منطقی ہے مگر چونکہ نہایت آسان ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے لہٰذا اسی حصہ میں درج کردی الحمدللہ۔

بارھویں دلیل

۱/ ۳۷۔ جو شخص غیر معصوم ہے اُس کے لائق امام ہونے کو ہم بالیقین نہیں پہچان سکتے اور جس کے امامت کے قابل ہونے کا علم ہم کو یقین نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔

توضیح

جو شخص معصوم نہیں ہے اُس کا خطا کاری سے بچنا یقیناً ثابت نہیں بلکہ خطا کر سکتا ہے اور خطا کاری سے گمراہی پیدا ہو گی پھر ہدایت کہاں رہی اور امام وہی ہے جس کا ہر حکم موجب ہدایت ہو لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا اس دلیل کو پورا پورا حصہ دوم میں پھر لکھیں گے یہاں پر عام فہم تقریر سے لکھا ہے۔

تیرھویں دلیل

۱/ ۳۸۔ جو شخص غیر معصوم ہے وہ اپنی ذات کو خدا کی اطاعت پر پوری ہدایت کرنے میں اور خدا کی نافرمانی اور گناہ سے بچانے میں کافی سمجھتا ہے یا کہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ یقیناً نہیں سمجھتا ہے۔ دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔

اگر اُس کی ذات اپنی ہدایت میں باوجود غیر معصوم ہونے کے کافی ہے پھر اُس کو امامؑ معصوم کی حاجت ہی کیا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر ایک معصوم محتاجِ امامؑ

معصوم کا نہیں ہے لہٰذا امامت کا صیغہ ہی اڑ گیا اور یہ بات ہمارے اور اہلسنت دونوں کے نزدیک باطل ہے۔

اور اگر غیر معصوم اپنی ذات کو اطاعت خدا کے ادا کرنے اور معصیت سے دور رکھنے کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ محتاج دوسرے کا ہے پھر

او خویشتن گست کرا رہبری کند

پیر خود درماندہ شفاعت کس کی کریں پھر وہ امام کیونکر ہو سکتا ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ امامؑ معصوم ہو۔

چودھویں دلیل

۱/۴۱۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ تم کو ہم نے درمیانی اُمت بنایا ہے تا کہ اور لوگوں پر تم گواہی دو بروزِ قیامت اور رسول تم پر گواہ ہو جائے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اطاعتِ خدا اور رسول کی اوامر اور نواہی میں کی اور ہادی کے احکام کو مانا۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے مثلاً جیسے وہ لوگ جن کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ جو لوگ آیاتِ الٰہی کو چھپاتے ہیں اور تھوڑی قیمت پر اُس کو فروخت کرتے ہیں اور اُس کو کھاتے ہیں یہ آگ کے انگارے کھاتے ہیں ان سے خدا بروزِ قیامت کلام نہ کرے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا ان کے واسطے عذاب دردناک ہے۔ پہلے قسم کو گواہی رسول سے خدا پاک کرے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول کی نافرمانی نہیں کی۔

اب دیکھو امامؑ کی ہدایت کی وجہ سے ہم نافرمانیٔ خدا سے بچتے ہیں اور پورا

بچنا معصوم کا کام ہے جو خطا وار اور عمداً کسی طرح کا گناہ نہ کرے۔اب اُمت وسط میں امام کا ہونا اُس گروہ سے بھی اولیٰ ہے۔اب معلوم ہوا کہ امامؑ معصوم کا خدا ضرور بروز قیامت تزکیہ کرے گا اور غیر معصوم کا تزکیہ یقینی نہیں ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا ہے۔اس لئے کہ غیر معصوم ممکن ہے کہ آیت خدا چھپائے یا فروخت کرے تو اُس کو خدا پاک نہ کرے گا۔

میں کہتا ہوں:

جب اطاعت رسولؐ اور اولی الامر (امامؑ) کی خدا نے برابر واجب کی پھر دونوں کا گواہ نیکوکاران اُمت پر ہونا ضرور ثابت ہوا اب واسطہ شفاعت اور تخلیص اُمت کی گواہی اُنہیں اشخاص کی ہوسکتی ہے جس کی گواہی میں کسی طرح کا شبہہ خلاف واقع کا نہ ہو وہ گواہ اگر چہ عادل اور ثقہ بھی سہی مگر سہو اور نسیان سے وہ بھی بری نہیں لہٰذا واجب ہوا کہ وہ گواہ معصوم ہوں کہ اُمت کی نیکی پر وہ گواہی دیں اور رسولؐ اُن کی شہادت پر گواہی دے وہی آئمہ علیہم السلام ہیں۔

جب عقلی دلیل سے یہ ثابت ہو چکا اب نقلی دلائل جو مطابق اسی دلیل کے ہوں اُن کو بھی ہم ضروری جانتے ہیں۔اور تفسیر صافی میں کافی اور عیاشی وغیرہ سے جو نقل کیا ہے اُسے بعینہٖ ہم نقل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ آیت ہمارے دعویٰ عصمت آئمہؑ کی پوری دلیل ہے احادیث ائمہ علیہم السلام اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اُمت وسط سے مراد وہی آئمہ معصومینؑ ہیں۔مگر مناقب میں جو حدیث ہے وہ مدلل ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے جو ہدایت نازل کی ہے تو شہداء (گواہ) آدمیوں پر بجز آئمہ اور رسول کے اور کوئی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ تمام اُمت کا گواہ ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اُمت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی گواہی ایک دانہ پر صحیح نہیں ہے (یعنی فاسق)

میں کہتا ہوں:

کہ یہ حدیث بھی مطابق اُسی دلیل عقلی کے ہے جس کو ہم نے اوپر لکھ دیا ہے اور سب احادیث کی نقل میں طول ہو گا مطلب حاصل ہو گیا۔

پندرہویں دلیل

۱/۴۵۔ وَلَاتَاكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ مالِ غیر کو طریقِ باطل سے کھانا حرام فرمایا پس ضروری ہے کہ طریقِ صحیح تصرف مال غیر کا بھی بتلایا جائے ایسا کہ ہم کو یقین ہو جائے کہ اس طریقے سے تصرف ہمارا صحیح ہے اور یہ طریقِ معاشرت ہر وقت معلوم ہونا ضروری ہے قرآن اور حدیث جمیع حوادث کے بتلانے میں کافی نہیں اس لئے کہ نصوص بہت کم ہیں اور متشابہات زیادہ ہیں لہٰذا احتیاج اجتہاد کی ہوتی ہے اور مجتہد کا حکم ظنی ہے بلکہ خود اپنے حکم کو کبھی غلط سمجھ کر رد کر دیتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مفسر آیات اور احادیث امام معصوم ہو جس کے بیان میں خطا نہ ہو۔

میں کہتا ہوں:

یہ آیت اور از ین قبیل اور آیات عصمت امام کے علاوہ ضرورت وجود معصوم کی ہر زمانہ میں ثابت کرتے ہیں لہٰذا ہم حصہ سوم میں جداگانہ ان سب آیات کو لکھیں گے انشاءاللہ!

سولہویں دلیل

۱/۵۳۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الی قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اِس آیت میں بخوبی فرما دیا کہ ایسے آدمی کا امام یا حاکم ہونا موجب فساد و اختلال (خلل ڈالنا) نظام عالم ہے اور باطن کا حال سوائے

خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر جو امام خدا کی طرف سے مقرر ہوگا اُس کے ظاہر اور باطن پر خدا کو علم ہے اگر ایسا نہ ہوگا تو اُس کا مقرر کرنا خدا کو جائز نہیں ہے۔

سترہویں دلیل

۱/۵۴۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۔ شیطان کی راہ کی پیروی نہ کرو حرام ہے اور امام کی پیروی خدا نے واجب کی مثل اپنی اور رسول کی پیروی کے اور واجب اور حرام میں تناقض ہے اور جو شخص غیر معصوم ہے اُس کی پیروی میں احتمال خطوات شیطان کی پیروی کا ضرور ہے اس لئے غیر معصوم کی خطا کاری عمداً یا سہواً ہو سکتی ہے لہٰذا یقین کا مل اُسی کی پیروی میں خطوات شیطان سے بچنے کا ہے جس کی خطا کاری نہ کرنے کا یقین ہو جیسے خدا یا نبی معصوم لہٰذا اولی الامر کا بھی معصوم ہونا واجب ہے۔

اٹھارویں دلیل

۱/۱۷۔ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ جہاد کا حکم اس آیت میں ہے اور بھی جتنی آیات میں ہے اور سب پر واجب ہے مگر رئیس اور افسر اعلیٰ مجاہدین کا ضرور ہے کہ معصوم ہو اس لئے کہ جہاد میں خونریزی اور اتلاف (ضائع کرنا) مال اور اتلاف نفوس بندگان خدا کا ہوتا ہے لہٰذا واجب ہے کہ جہاد کے صحیح ہونے اور اپنے موقع پر واقع ہونے کا پورا یقین ہو اور اس کا یقین غیر معصوم کو کبھی نہیں ہو سکتا لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے جس طرح نبی کا معصوم ہونا۔

اُنیسویں دلیل

۱/۲۷۔ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ ۔ خدا اپنا ملک جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ وہی سلطانِ عادل ہے اب دیکھو کہ خدا جس کو بادشاہ بنائے غیر معصوم نہیں

ہوسکتا اس لئے کہ سلطنت اور حکومت سے غرض یہ ہے کہ خلق پر حکمرانی امرو نہی میں کرنے کا اُسی بادشاہ (اولی الامر) کو استحقاق ہے یہ خلاف عدل اور انصاف کوئی حکم عمداً اور سہواً جاری نہ کرے اور یہ بات سوائے معصوم کے غیر معصوم سے ہرگز ہمیشہ نہیں ہوسکتی پس بادشاہ (اولی الامر) کا معصوم ہونا واجب ہے اور امام وہی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مراد ایسے بادشاہ ہے ذات نبی کی ہے امام کی نہیں ہے۔ میں کہوں گا۔ اچھا یونہی سہی تو اب نبی کا معصوم ہونا واجب ہوا ابتدائے عمر یعنی قبلِ نبوت کے اور بعدِ نبوت کے اس لئے کہ اگر قبل از نبوت نبی خطا کار ہوگا اُس کا اعتبار دلوں سے ساقط ہوجائے گا اور جب نبی کا ایسا معصوم ہونا ضروری ہوا تو امام کا بھی ایسا ہی معصوم ہونا ضروری ہے اس لئے کہ جو فرقہ نبی کے ایسے عصمت کا قائل ہے (امامیہ) وہ امام کو بھی معصوم جانتا ہے (دیکھو دلیل ساتویں)

بیسویں دلیل

۷۸/۱۔ امام مستحق نصرت اور انصار کا ہے اور غیر معصوم نہ مستحق نصرت کا نہ مستحق انصار کا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔

امام معصوم کے استحقاق نصرت کی دلیل یہ ہے کہ اُس کی اطاعت خدا نے واجب کی ہے اور مطیع وہی ناصر ہے لہٰذا اسی آیت سے امام معصوم کا مستحق نصرت اور انصار رہنا ثابت ہوگیا اور غیر معصوم ظالم ہے چنانچہ اور چند دلیلوں میں لکھ چکے اور ظالم کی نسبت خدا کہتا ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ظالمین۔ کے واسطے انصار نہیں ہیں۔ اب اس آیت سے یا تو مراد یہ ہے کہ ظالمین کو استحقاق ایسے انصار پانے کا نہیں ہے جو نصرت کہ مطلوبِ الٰہی ہے یا مراد آیت سے یہ ہے کہ ظالمین کو انصار نہ ملیں گے یہ دوسرے معنی تو غلط ہیں بلکہ محال ہیں اس لئے کہ ظالموں کو ہمیشہ انصار ملتے رہے ہیں لہٰذا پہلے معنی آیت ہذا کو درست رہے یعنی ظالمین کو استحقاق نصرت اور انصار کا نہیں ہے اور امام کو استحقاق ہے یہی ثابت کرنا تھا سو کر دیا۔

میں کہتا ہوں:

جب امام کو استحقاق طلب نصرت اور فراہمی انصار کا خدا کی طرف سے ہے اب اگر اُمت نصرت نہ کرے تو اُس کا استحقاق باطل نہ ہوگا اور ظالم کی نصرت کرنے سے وہ نصرت جو مطلوبِ الٰہی ہے پیدا نہ ہوگی اگر چہ وہ نصرت کسی امر حق میں بھی کی ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جاہل مسئلہ شرعی کسی کو بتلائے اور وہ مسئلہ صحیح اور درست ہو مگر اُس کو بتلانا حرام ہے یہی حال جاہل کی نصرت کا ہے پس جس قدر جہادات خلفائے غیر معصومین کی ہوئی اور مسلمانوں نے اُن میں نصرت کی گو کہ بعض مجاہدات صحیح بھی ہوں مگر کبھی یہ نصرت مطلوبِ الٰہی نہ تھی نہ یہ انصار انصار اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں اس لئے کہ امام غیر معصوم کی نصرت مطلوبِ الٰہی نہیں ہے۔

اکیسویں دلیل

۱/۸۰۔ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَاَصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ۔ نیکی کرو پرہیز گاری کرو اور اصلاح باہمی کرتے رہو خدا سننے والا اور جاننے والا ہے کفار کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو اُن کو اُسی طرح سے نکال دو جس طرح تم کو انہوں نے نکالا ہے۔ یہ سب احکام رئیس کے مقرر کرنے پر موقوف ہیں اور رئیس غیر معصوم کے قول و فعل پر اعتبار نہیں ہے پھر اُس کی پیروی ان احکام کی بجا آوری میں کیونکر ہو سکتی ہے لہٰذا اگر معصوم حاکم نہ مانا جائے ان احکام کے صادر کرنے کا فائدہ مٹ جائے پس ضروری ہے کہ امامؑ معصوم ہو۔

بائیسویں دلیل

۱/۸۲۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ فتنہ برپا کرنا قتل سے زیادہ شدید اور

قبیح ہے اور غیر معصوم سے فتنہ پیدا ہوتا ہے جب وہ عمداً یا سہواً خطا کرے لہٰذا غیر معصوم سے پرہیز کرنا اور اُسی طرح واجب ہے جس طرح فتنہ سے بچنا واجب ہے پھر اُس کی پیروی کیونکر واجب ہوگی لہٰذا امام اور پیشوا کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

تیئسویں دلیل

۹۲/۱۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ مِنْهُ ایَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ الٰی الاخر الایه۔ اس آیت سے عصمت امام چند طرح سے ثابت ہوتی ہے۔

(۱) آدمی دو قسم کے ہیں مُقَلِّد اور مُقَلَّد یعنی جس کی تقلید کی جائے۔ خدا نے اس شخص کی پیروی اور تقلید کرنے سے منع فرمایا جو متشابہات کی خواہش بغرضِ فتنہ و فساد کرتا ہے اور جو شخص غیر معصوم ہے اُس میں اس فعل ناجائز کا شبہہ ضرور ہے لہٰذا اُس کے قول پر وثوق نہ رہا پس اُس کی تقلید (پیروی) جائز نہ ہوگی یعنی پیروی اور تقلید اُس کی جائز ہے جو یقیناً اس فعل بد سے بری ہو اور وہی معصوم ہے لہٰذا امام وہی ہے۔

(۲) خدا نے اس آیت میں حکم فرمایا کہ تاویل متشابہ کا حکم خاص ایک گروہِ مخصوص کو ہے جو راسخین فی العلم ہیں اُن کو اپنے علم میں درجہ یقین حاصل ہے اور یہ صفت بجز معصوم کے جملہ معلومات متشابہ میں کسی کو نہیں ہے اس لئے کہ غیر معصوم میں شناخت متشابہ اور اس کو معلوم کرنے کی صفت ہم کو حاصل ہی نہیں ہے پھر اُس کے قول کی پیروی ہم کیوں کریں۔

(۳) مراد خطاب متشابہ سے بھی اُس پر عمل کرنے کی ہے اور خطائے عمل سے امان آیات متشابہ میں یقیناً بدونِ تفسیر معصوم کے ہو نہیں سکتی لہٰذا معصوم کا مفسر ہونا واجب ہے اور وہی امام ہے۔

(۴) کلام متشابہ سے خطاب کرنا خدا کا درصورت نہ ہونے مفسر معصوم کے جس

کے قول کی صحت پر ہم کو یقین ہو مستلزم فتنہ کا ہے اس لئے کہ جو لوگ اپنے اجتہاد ظنی سے تفسیر آیات متشابہہ کرتے ہیں اُن کی تجویزیں اور رائیں مختلف ہیں اور اسی اختلاف تجویزات سے خبط و عدم صواب پیدا ہوتا ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس اختلاف کے دور کرنے اور صحیح مراد متشابہات کے جاننے میں معصوم کی طرف رجوع کی جائے بس معصوم کا ہونا واجب ہوا۔

(۵) واجب ہے دفع کرنا اُن لوگوں کا جن کے دلوں میں زیغ (انحراف حق سے) ہے اور اسی زیغ کی وجہ سے متشابہ کی خواہش یا پیروی بغرض خواہش فتنہ کے کرتے ہیں مراد یہ ہے کہ اُن کے خواہش وقوع فتنہ اور فساد کی تھی اُن کو اس خواہش سے ہٹا دینا واجب ہے تا کہ فتنہ برپا نہ ہو اور بجز معصوم کے اور کون اُن کو ہٹا سکتا ہے اس لئے کہ غیر معصوم کے قول کی ترجیح دوسرے غیر معصوم کے قول پر بوجہ نہ ہونے عصمت کے نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک مجتہد اپنے مخالف کو خطا پر سمجھ رہا ہے۔ (ایک حمام میں سبھی ننگے) اور فتنہ سے مراد یہی ہے۔

چوبیسویں دلیل

۱/۹۲۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوْحًا وَّآلَ اِبْرَاهِيْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ۔خدا نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو سب اہل عالم پر برگزیدہ کیا ہے یعنی یہی لوگ منتخب اور برگزیدۂ بندگانِ الٰہی سے ہیں۔ اور یہ برگزیدہ ہونا بدونِ معصوم ہونے کے کبھی ممکن نہیں اس لیے کہ جملہ عیوب سے پاکی بھی ہے کہ آدمی معصوم ہو اول عمر سے آخر عمر تک۔ اب یہ برگزیدہ ہونا یا تو مخصوص انبیاء علیہم السلام سے ہے فقط یا کہ آئمہ علیہم السلام بھی اس میں داخل ہیں اور دونوں فرض پر ہمارا مطلوب (امام کا معصوم ہونا) حاصل ہے۔ پہلی صورت یعنی انبیاءؑ کا اول عمر سے آخر تک معصوم ہونا پس جو شخص عصمتِ انبیاءؑ کا

قائل ہے اس طرح پر یعنی اول عمر سے آخر عمر تک (جیسے شیعہ) وہ آئمہؑ کی عصمت کا بھی قائل ہے اور جو عصمتِ انبیاءؑ کو اوّل عمر سے آخر تک نہیں مانتا وہ آئمہؑ کی عصمت کا بھی منکر ہے۔ اب تیسرا قول کہ عصمتِ انبیاءؑ کا تو ہمیشہ تمام عمر قائل ہو اور آئمہؑ کی عصمت سے انکار کرے یہ احداث قول ثالث ہے اور سنی اور شیعہ دونوں کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے لہٰذا آئمہ کی عصمت کو بھی ماننا ضرور پڑے گا۔ رہی دوسری صورت پر تو ائمہ علیہم السلام کا معصوم ہونا ظاہر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ آل کی جمع ہے اور مضاف واقع ہوئی اور جمع مضاف مفید عموم کو ہوتی ہے (جیسے علماء اُمت سے کل علماء مراد ہیں) اور چونکہ علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ اور باقی ائمہ علیہم السلام سب آلِ ابراہیمؑ میں داخل ہیں لہٰذا سب معصوم ہیں اور غیر انبیاءؑ آلِ ابراہیمؑ کی جو بالاتفاق معصوم نہیں ہیں وہ اس آیت میں داخل نہ ہوں گے اور اُن کا برگزیدہ ہونا عالمین پر صحیح نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں:

یہ استدلال میری رائے میں بظاہر درست نہیں ہے اور بظاہر مصادرہ معلوم ہوتا ہے ہاں آیۂ تطہیر کو ملا کر البتہ پورا ہو جائے گا اور وہی دلیل احداث قول ثالث کی اس میں بھی جاری ہوگی اس لئے کہ آیۂ تطہیر سے جو قائل عصمت ان حضرات کا ہے وہ ائمہ کو بھی معصوم مانتا ہے اور جو منکر عصمت ان حضرات کا ہے وہی آئمہ کی عصمت کا منکر ہے۔ متن۔ جمع مخصوص (یعنی عام مخصص) اور خصوصاً جس کی تخصیص کسی لفظِ متصل سے ہو وہ حجت نہیں ہے اس اعتراض کو علامہ نے اپنے مذہب سے رد کیا ہے کہ عام مخصوص باقی میں حجت ہے یہ مسئلہ اصول فقہ کا ہے ہم کو زیادہ بحث اس پر کرنی منظور نہیں ہے۔

پچیسویں دلیل

۱/۱۰۰۔ امام کو خدا دوست رکھتا ہے اس لئے کہ خدا کے دوست رکھنے کے

معنی یہی ہیں کہ اُس کو ثواب زیادہ ملے گا پھر جب امام کے ذریعہ سے عام اُمت کو ثواب ملتا ہے پس امام کو کثرت ثواب کے دو سبب ہیں ایک تو اپنے ذاتی عبادات اور ترکِ معاصی کا ثواب دوسرا ہدایتِ اُمت کا ثواب لہٰذا خدا کا محبوب ہونا امام کا ثابت ہوا دوسرے دلیل اُس کے محبوبِ الٰہی ہونے کی یہ ہے کہ امام خلیفۂ نبی ہے اور قائم مقام نبی کے ہے اور نبی کی پیروی پوری پوری کرتا ہے اور جو شخص نبی کی پیروی کرے اُس کو خدا دوست رکھتا ہے قرآن مجید کو پڑھو۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ رسولؐ نے فرمایا میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا۔ اب ہمارا یہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ امام کو خدا دوست رکھتا ہے اور یہ دوستی اُسی زمانہ تک ہے کہ خلافِ حکم خدا اور رسول کوئی قول اور فعل نہ کرے نہ عمداً اور نہ سہواً اس لئے کہ جب ایسا کرے گا ظالم ہوگا جیسا کہ دلیل (چوتھی) میں ہم ثابت کر چکے اور غیر معصوم کو خدا دوست نہیں رکھتا اس لئے کہ وہ ظالم ہے۔ وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۔ لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا کہ خدا اُسے دوست نہیں رکھتا بروقت صدور ظلم کے۔

دفعِ شبہہ

مجموع ظالمین سے نفی محبت اس آیت سے ثابت ہوئی اُس سے لازم نہیں آتا کہ ہر فردِ ظالم سے نفی محبت ہو جائے یعنی حکم مجموع مطابق ہر فرد کے ہونا ضرور نہیں۔

جواب:

یہ ہے کہ سببِ عدمِ محبت وہی ظلم ہے جو ہر فردِ ظالم میں پایا گیا ہے لہٰذا حکم مجموع اور حکم افراد یہاں واحد ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ اعتراض اور اس کا جواب دونوں میری سمجھ میں نہیں آتے اس لئے کہ

اَلظَّالِمِیۡن معرف بلامِ استغراق ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے اور سیاق نفی میں ہے پھر مجموع کیسے ہوگئی شاید میری سمجھ میں غلطی ہو۔

اعلان

پہلا سینکڑا اصل کتاب کا یہاں ختم ہوگیا اور ہم نے 25 دلائل اور اُس میں سے لکھے اور 75 کو چھوڑ دیا اس کے دو سبب ہیں کچھ دلائل تو دقیق ہیں جن کو حصہ سوم میں لکھیں گے اور کچھ دلائل مکرر ہیں لہٰذا ہم اُن کو ایک جداگانہ حصہ میں یکجا کر کے ترجمہ کردیں گے۔

چھبیسویں دلیل

1/2۔ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَیُوَفِّیۡھِمۡ اُجُوۡرَھُمۡ۔ جولوگ ایمان لائے اور اعمال نیک اُنہوں نے کئے خدا اُن کے اجر پورے کردے گا چونکہ اَلصَّالحات پر الف لام استغراق کا ہے یعنی جمیع اعمال خیر تو سب کا شناخت کرانے والا بجز معصوم کے جو عالمِ جمیعِ احکام ہو اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں:

یہ دلیل محتاج دوسری دلیل کی ہے اُس کو ہم آئندہ لکھیں گے۔

ستائیسویں دلیل

۳/۲۔ رسول کی اطاعت جو خدا نے واجب کی ہے اُسی وقت پوری ہوگی کہ اُن کے جمیع احکام کی بجا آوری کی جائے خدا فرماتا ہے۔ مَا آتَاکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَھَاکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَھُوۡا۔ جس کا حکم رسول تم کو دے اُسے کرو اور جس چیز سے منع کرے اُس کے کرنے سے باز رہو اور اطاعتِ امام (اولی الامر) کی برابر اطاعتِ رسولؐ کے بموجب نصِ قرآن ہے اس لئے کہ۔ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ

وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔ میں عطف وارد ہے اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح ہر حکم رسول کی پیروی واجب ہے اُسی طرح امام کے ہر حکم کی پیروی واجب ہے اور امامؑ غیر معصوم کی پیروی ہر حکم میں واجب نہیں بسببِ احتمالِ خطا کاری کے پس اگر امام غیر معصوم ہو اجتماع امر اور نہی کا لازم آئے گا اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شے واجب بھی ہو حرام بھی (دیکھو دلیل)

اٹھائیسویں دلیل

۲/۴۔ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ جو شخص بعد اس اہتمام خدا کے (ارشاد خلائق میں) خدا پر افترائے کذب کرے وہ لوگ ظالم ہیں۔

میں کہتا ہوں:

غیر معصوم سے افترائے کذب ممکن ہے عمداً بھی اور سہواً بھی اور امام معصوم سے افترائے کذب عمداً اور سہواً محال ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ظالم ہے (دیکھو دلیل چوتھی)

انتیسویں دلیل

۲/۵۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو امور خیر کی طرف دعوت کرے اس طرح سے کہ اچھے کام کا حکم دے اور برے کام سے منع کرے یہی گروہ رستگار ہے یہ گروہ وہی ہادیانِ برحق کا ہے جو ہر ایک امر خیر کی طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے ہم کو بتلاتا ہے جس کی دعوت پر شبہہ اضلال کا نہیں ہے پس وہی معصوم ہے اور وہی امام ہے۔

تیسویں دلیل

۶/۲ ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ۔ اے گروہ مومنین ڈرو خدا سے جو حق ڈرنے کا ہے۔ حق ڈرنے کا اُسی شخص سے ادا ہوگا جو احکامِ الٰہی کو یقیناً سمجھے اور ہمارے سمجھانے اور ہدایت کرنے میں غلط کاری سے عمواً اور سہواً محفوظ ہو اور یہ صفت بجز معصوم کے دوسرے میں کبھی نہیں ہو سکتی لہٰذا ہادی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

اکتیسویں دلیل

۷/۲ ۔ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۔ رسیٔ استوار کو جو خدا نے بتائی ہے پکڑو تھامو اور اُسے نہ چھوڑو سب مل کر اور متفرق نہ ہو یعنی اتفاق سے رہو۔ اس آیت سے دو طرح سے امام معصوم کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۱) رسیٔ استوار الٰہی کا پکڑنا اُس سے مراد یہ ہے کہ جمیع احکام خدا کی پیروی کرو۔ اور جمیع منہیات سے بچو اور یہ بات بدونِ تعلیم امام معصوم کے ممکن نہیں ہے لہٰذا وجودِ امام معصوم واجب ہے۔

(۲) اتفاق اور اجتماع امر حق پر کرنا اور متفرق نہ ہونا بدون (بغیر) وجود معصوم کے محال ہے اس لئے اختلاف رائے جب تجویز علماء اور مجتہدین میں ضروری ہے چہ جائیکہ عوام اُمت لہٰذا اجماع واقعی جب ہی ہوگا جب معصوم موجود ہو جس کے حکم میں اختلاف نہ ہو۔ پس امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا ہم کو اجتماع اور اتفاق باہمی پر رغبت دلاتا ہے اور ایسے امر پر رغبت دلانے اُس مخلوق کو جس کی خواہشاتِ نفسانی زیادہ اور قوتِ شہوانی اُس پر غالب اور قوتِ غضبیہ کا اُس پر غلبہ اور جس شخص سے گناہ صادر ہو یعنی غیر معصوم اُس کی اطاعت سے پوری رکاوٹ اور اُس کی عزت اور حرمت اُس کے دل سے

ساقط ہے کہ جیسے ہم گناہگار ویسا ہے وہ بھی پھر یہ حکم اجتماع کا دینا بدونِ تقررِ امام معصوم کے ایسے حکیم برحق سے کیونکر درست ہوسکتا ہے بلکہ محض بے جا ہے۔

بتیسویں دلیل

۹/۲۔ کَذَالِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ آیاتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ اسی طرح سے خدا اپنی آیات کو تمہارے لئے بیان کرتا ہے اُمید ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت تمام احکام اوامر ونواہی کو شامل ہے مجملات اور متشابہات اور الفاظِ مشترکہ اور اُن کا علم یقینی اور تعلیم صحیح جب ہی ہوگا جب وہ عالم معصوم ہو اور ہماری تعلیم میں غلط کاری نہ کرے ورنہ بیان پورا نہ ہوگا لہٰذا معصوم کا مفسر اور ہادی ہونا ضروری ہے۔

ضروری تنبیہ

یہ جو عام طبائع میں شبہہ ڈالا جاتا ہے تا کہ قرآن میں رطب یا بس صغیرہ اور کبیرہ سب کچھ موجود ہے بیشک موجود ہے مگر قرآن مجید خود متشابہات اور مجملات کو شمول پر ناطق ہے اور اُن کی سچی تفسیر کرنے والے نبی اور امام معصوم کی ضرورت کو خود قرآن ہی ثابت کر رہا ہے۔ لہٰذا یہ کہہ دینا کہ حسبنا کتاب اللّٰہ ہم کو قرآن مجید کافی ہے بالکل خلافِ عقل اور خلاف قرآن ہے یہ خیال اُسی گروہ کا ہے جس کے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ایک چھٹی رسان کی سی ہے قرآن مجید خدا کا خط بنام خلائق نہیں ہے بلکہ اگر ہے تو بنامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کے حامل بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ اہل بیتؑ ہیں جن کو حدیث ثقلین میں ہمارے نبی نے صاف الفاظ سے ظاہر کر دیا ہے کہ قرآن اور امام معصوم دونوں مل کر ہدایت کر سکتے ہیں اور اسی واسطے دونوں جدا نہ ہوں گے۔

تینتیسویں دلیل

۲/۱۱۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ اب دیکھو جس احکام کا خدا نے حکم دے کر خلائق پر اُس کی بجا آوری واجب کی ہے یا اُن کو ترک کرنا واجب کیا ہے وہ سب مراد خدا کے ہیں یعنی سب کی بجا آوری خدا کو مطلوب ہے اور جب وہ سب خدا کی مراد ہے اب محال ہے کہ اُن احکام کی بجا آوری میں ہم کو غیر معصوم کی اطاعت کا حکم دے اس لئے کہ غیر معصوم کبھی ظلم کا حکم کرتا ہے اور ظلم کا خدا اپنے بندوں پر ارادہ نہیں کرتا ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

یہ دلیل نہایت ہی صاف اور واضح ہے اور غیر معصوم کا ظالم ہونا بھی ہم اوپر جا بجا لکھ چکے ہیں۔

واضح ہو

کہ یہ دلیل اس مسئلہ پر موقوف ہے کہ جن احکام کی بجا آوری کا یا اُن کے ترک کا خدا نے حکم دیا ہے وہ خدا کے ارادہ میں داخل ہیں یا نہیں اس کی تحقیق علم کلام کے باب توحید میں ہو چکی ہے مسئلۂ ارادۂ خدا میں۔

چونتیسویں دلیل

۲/۱۲۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۔ تم بہترین اُمت ہو جو آدمیوں کی عام اُمت سے جدا کیے گئے کہ نیک کام کرنے کا تم حکم دو اور ان بُرے کام کرنے سے منع کرو اور خدا پر ایمان لاؤ۔

اب اس آیت سے یا تو ساری اُمت مراد ہے ابتدائے اسلام سے تا روزِ

قیامت یعنی کل مسلمان کا مجموعہ۔ یا ہر فرد اُمت کی مراد ہے یا بعض اُمت اور چند لوگ پہلی صورت تو محال ہے اس لئے کہ ساری اُمت کا اجماع بھی کسی ایک امر خیر پر نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ امر نیک پر حکم کرنا اس پر ساری اُمت کا اجماع کیونکر ہوسکتا ہے اس طرح پر کہ ساری اُمت ہر شخص کو جملہ امور خیر کا حکم دے۔ اور دوسری صورت بھی محال ہے کہ ہر فرد اُمت ہر امر اور نہی کرنے کا مصداق ہو اس لئے کہ واقع اس کے خلاف ہے۔

ایضاً:

اگر ہر شخص اُمت کا جملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لائق ہو پھر امام اور حاکم کی ضرورت ہی کیا رہی اب وہی تیسری صورت رہی کہ بعض اُمت یعنی چند نفوس اُمت کے اس حکومت کے واسطے خدا نے پیدا کئے ہیں اور وہی معصوم ہیں اور اگر معصوم نہ ہو تو اُن کے امر اور نہی پر اعتماد کیونکر ہوگا۔

پینتیسویں دلیل

۲/۷۔ اَفَاِذَالَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ یہ آیت منافقین کے باب میں ہے اور ایک گروہ اُمت کا ایسا ضرور ہے جس کی شناخت امور قلبی کے جاننے پر موقوف ہے اور اُس کی نسبت فرمایا کہ دلوں کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اب یہ فرقہ وہی غیر معصوم میں داخل ہے اور غیر معصوم میں منافق اور غیر منافق کا پہچاننا ہم کو دشوار ہے لہٰذا محتمل ہے ہر ایک کا منافق ہونا جس کی اطاعت حرام ہے پس امام وہی ہوسکتا ہے جس کا منافق نہ ہونا بالیقین ثابت ہو اور وہی معصوم ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔

چھتیسویں دلیل

۲/ ۱۹۔ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۔تم میں سے خدا گواہ اپنے بندوں پر لے گا اور ظالموں کو خدا دوست نہیں رکھتا یعنی اُن کو گواہ نہ بنائے گا یہ آیت معصوم کے ہونے پر دلیلِ قطعی ہے اس لئے کہ غیر معصوم ظالم ہے چنانچہ اوپر چند دلائل میں گذر چکا اور جس کو خدا گواہی میں لے گا اُس کو عدالتِ مطلق یعنی پوری عدالت لازم ہے اور وہی معصوم ہے۔

میں کہتا ہوں

دلیل چودھویں میں گذرا کہ امامؑ گواہ عام خلائق پر اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ امامؑ پر بروزِ قیامت ہوگا رہے اور مومنین ثقات (معتبر لوگ) اور عدول (روگردانی، انکار) اُن کی گواہی باہمی اس وجہ سے معتبر نہ ہوگی کہ عادل کبھی فاسق فی نفسہ ہوتا ہے یعنی چھپ کر کوئی گناہ کر لیتا ہے جس کا علم ہم کو نہیں ہوتا لہٰذا ہم تو اُس کو عادل جانتے ہیں اور خدا کے نزدیک وہ فاسق ہے لہٰذا اُس کی گواہی مقبول نہ ہوگی ایسے ہی شخص کی نسبت فقہاء میں اختلاف ہے کہ فاسق لنفسہ اقامت جمعہ اور جماعت اور دیگر امور مخصوصہ بعادل کر سکتا ہے یا نہیں خیر یہ مسئلہ فقہی ہے۔

اب رہا وہ عادل جو فاسق لنفسہ بھی دنیا میں نہ تھا یعنی عمداً اُس نے کوئی فعل خلاف مروت نہیں کیا مگر سہواً بھی نہیں کیا اِس کا علم بجز معصوم کے کسی کو نہیں ہوتا یعنی سوائے اُس شخص کے جس کو جملہ گناہانِ کبیرہ اور صغیرہ کا علم ہو دوسرے کو نہیں ہو سکتا لہٰذا ممکن ہے کہ اُس عادل سے کوئی امر خلاف عدالت سہواً یا جہالۃ واقع ہوا ہو اور خدا اُس کو جانتا ہے اب اُس کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی یہ جو کچھ ہم نے لکھا بہ نسبت گواہِ عادل کے ہے۔

اب جس کے واسطے یہ گواہ ادائے شہادت کرے گا اُس کا مومن ہونا تا بہ

عمر اور منافق ہونا یا خفیہ طور سے مرتکب گناہ ہونا اس کا علم بھی پورا پورا معصوم ہی کو ہوسکتا ہے لہٰذا عام مومنین کی گواہی باہمی بروزِ حشر مطلوبِ الٰہی نہ ہوگی۔

بدا نرا بہ نیکان بخشد کریم

یہ اور بات ہے گواہی اور شاہدی روز حشر کی اور بات ہے اُس کو اچھی طرح سے سمجھ لیجئے۔

سینتیسویں دلیل

۲/۵۲۔ مِنۡکُمۡ مَنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَمِنۡکُمۡ مَنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ۔ آخرت کی طلب گاری صحیح طور سے جب ہی ہوگی جب ہادی امور خیر کی ہدایت یقینی طور سے ہو اور کسی طرح کا شبہ اُس ہادی کی نسبت خطا کاری کا امر ہدایت میں نہ ہو اور یہ بات خاص ہے امام معصومؑ سے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔

اڑتیسویں دلیل

۲/۳۰۔ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ۔ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ اور۔ ہر ایک غیر معصوم پر یہ گمان ہوسکتا ہے یہ آیت بھی مذمت کر رہی ہے غیر معصوم کی پھر وہ امام کیونکر ہوسکتا ہے۔

اُنتالیسویں دلیل

۱/۳۲۔ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ۔ اپنے ہاتھوں آپ کو تہلکہ (ہلاکت) میں نہ ڈالو۔ غیر معصوم کے قول کو قبول کرنا کبھی کبھی یا ہمیشہ آپ کو تہلکہ میں ڈالنا ہے خصوصاً جہاد کرنے میں اور امامؑ معصوم کے قول کو قبول کرنے میں کبھی تہلکہ کا خوف نہیں ہے لہٰذا غیر معصوم امام ہو نہیں سکتا۔

اور تینتیسویں دلیل کتاب الفین کی اسی کی توضیح میں ہے لہٰذا بنظرِ تکرار ہم

نے اُس کو دلیلِ بُرہانیہ قرار دیا مگر اُس کا ترجمہ بھی ضروری نہیں ہے۔

چالیسویں دلیل

۲/۶۷۔ یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۔اے گروہِ مردمان (جمع مرد) ڈرو اپنے پروردگار سے تقویٰ اور پرہیزگاری یہی ہے کہ شبہات سے پرہیز کریں اور منجملہ شبہات غیر معصوم کے قول پر عمل کرنا لہٰذا اُس کی اطاعت کا حکم خدا نہیں دے سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ اُسی چیز کا حکم بھی دے اور اُسی چیز سے منع بھی کرے اور یہ محال ہے کوئی عاقل ایسا فعل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حکیم مطلق۔ دوسری بات یہ بھی ہم سے جبھی ہو سکتا ہے کہ معصوم ہادی ہو جس کے اوامر اور نہی پر یقین ہو پس تقویٰ کا حکم تو دیا اور معصوم مقرر نہ فرمانا یعنی مشروط کو واجب کر دیا اور شرط کو موجود نہ فرمایا یہ تکلیف مالایطاق (برداشت سے باہر) ہے جو خدا سے محال ہے۔

اکتالیسویں دلیل

۲/۶۸۔ امام ہمیشہ ہادی ہے ہر ایک واقعات اور شبہات میں اور جو شخص ایسا ہادی ہو وہ ضرور معصوم ہے پس امامؑ ضرور معصوم ہے۔ پہلی بات یعنی امام جملہ واقعات اور شبہات میں ہادی ہے یہ تو ظاہر ہے اس لئے کہ امامؑ کی تعریف یہی ہے کہ کل امور کی ہدایت اُسی سے متعلق ہے رہی دوسری بات کہ ایسا ہادی ضرور معصوم ہو اُس کی دلیل یہ ہے کہ امامؑ کو خدا ہدایت کرتا رہتا ہے اور غیر معصوم کو خدا ہدایت نہیں کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ خدا گروہِ ظالمین کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں

ظالمین کی ہدایت نہ کرنا اس کا مطلب یہ نہیں ہے جو بظاہر معلوم ہوتا ہے

بلکہ ہدایت کے دو معنی ہیں پہلے معنی راہ دکھلانے کے ہیں یہ فعل تو خدا نے ظالم اور غیر ظالم سب کی نسبت انبیاءؑ اور ائمہ کے مقرر کرنے میں کر دیا ہے چنانچہ فرمایا اِنَّا هَدَیْنَاهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ ہم نے انسان کو راہ دکھلا دی۔

دوسرے معنی ہدایت کے مطلب پر پہنچانے کے ہیں یعنی جو راہِ دکھلائی ہے جس مطلوب تک پہنچنے کی ایسی ہدایت ظالمین کی خدا نہیں کرتا اس لئے کہ وہ لوگ راہ حق پر جان بوجھ کر نہیں چلتے جب نہیں چلتے تو خدا اُن کو مجبور کر کے اُس راہ پر نہیں چلاتا ہے کہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

بیالیسویں دلیل

۲/۷۲۔ یُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا۔ جو لوگ تابع شہواتِ نفسانی کے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی حق سے پھر جاؤ ایسے لوگ وہی غیر معصوم ہیں اُن کی خدا مذمت کرتا ہے اور اُن کی اطاعت سے منع فرماتا ہے۔ پھر جس وقت وہ غیر معصوم تابعِ شہوات ہو کر معصیت میں مبتلا ہو اُس وقت تو اُس کی اطاعت کبھی جائز نہ ہوگی اور جس وقت وہ شخص تابعِ شہوات نہیں ہے اس کا یقین ہم کو کیونکر ہو پھر اُس کی ہر ایک حالت مشکوک اور محلِ خطر ہے لہٰذا اُس کی پیروی ہر وقت محلِ خطر ہے اور امام کی پیروی ہر وقت واجب ہے اور بے خطر ہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

تینتالیسویں دلیل

۲/۷۵۔ امامؑ کا یہ کام ہے کہ جو آدمی محل معصیت ہے اُس کو قبولِ معصیت سے خارج کر دے یعنی گناہ کرنے سے اُس کو بچائے پھر خود امامؑ قابلِ معصیت کیونکر ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے جب غیر کو گناہ کرنے سے روکتا ہے تو پھر خود کیونکر گناہ کرے گا لہٰذا امام ضرور معصوم ہے ورنہ مصداق اسی آیت کا ہوگا۔ اَتَاْ ءُ

مُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ۔اور اُن کو تو نیک عمل کا حکم کرتے ہو اور خود اُس کو بھول جاتے ہو۔

چوالیسویں دلیل

۲/۷۶۔ امامؑ سبب ہے بجا آوری اطاعاتِ الٰہی کا اور مانع ہے اُمت کو معصیت سے اور اس خدمت کے ادا کرنے کے جملہ شروط امام میں حاصل ہیں اور موانع اطاعاتِ الٰہی کے سب اُس میں برطرف ہیں اور عوارضِ نفسانی اور بدنی سب امام سے دور کر دیئے گئے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو امرِ ہدایت امام سے کیونکر پورا ادا ہو سکے اور یہی مراد معصوم سے ہے پھر اس کے خلاف جو منافی عصمت ہو اُس سے کیونکر ہو سکتا ہے۔

پینتالیسویں دلیل

۲/۷۷۔ امامؑ سببِ مانعِ معصیت ہے پھر سبب معصیت کرنے اور کرانے کا کیونکر ہو سکتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ جو شخص معصیت کا مانع ہو وہی معصیت کا سبب موجد بھی ہو اور جب غیر کو امام معصیت سے بچاتا ہے تو آپ خود کو کیونکر گناہ سے نہ روکے گا اور یہی مراد معصوم سے ہے۔

میں کہتا ہوں

فرض کرو کہ تلوار کی باڑھ کی تیزی کاٹنے کا سبب ہے لہٰذا جس قدر باڑھ تیز ہو گی کاٹ بھی زیادہ ہو گا اب کسی کی عقل اس کو قبول کرے گی کہ وہی باڑھ کی تیزی کاٹنے کی مانع بھی ہو یعنی جس قدر باڑھ تیز ہو اُسی قدر کاٹ کم کرے یہی حال امام کا ہے کہ عصمت اُس کی مانع اور گناہ سے روکنے کی اُمت کو ہے پھر خود امام کو گناہ سے کیوں نہ روکے گی۔ اس دلیل کی زیادہ توضیح برہانی حصہ سوم میں دلیل ۲/۷۸ کی

ترجمہ سے کی جائے گی۔

چھیالیسویں دلیل

۸۰/۲۔اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ۔جولوگ یتیموں کا مال براہِ ظلم کھاتے ہیں گویا کہ آگ کھار ہے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔غیر معصوم سے احتمال اس گناہِ عظیم کا ضرور ہے عمداً یا سہواً اور یقینی بچنا معصوم کا ہے لہٰذا اُسی کی پیروی کرنی لازم ہے۔

سینتالیسویں دلیل

۸۳/۲۔وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۔اگر شوہر اور زوجہ میں تم کو خوف لڑائی جھگڑے کا ہو تو ایک حکم شوہر کے اہلِ قرابت سے اور ایک زوجہ کے رشتہ داروں سے مقرر کرو۔ یہ حکم اور خطاب امامؑ معصوم کی طرف ہے اور اُسی کے حاکم بنانے کا یہ ارشاد ہے اس لئے کہ تحکیم غیر معصوم کی جائز نہیں ہے حکیم مطلق سے۔

میں کہتا ہوں

کہ جب ہم نے حصہ اول میں ساٹھ دلائل سے امامؑ کا تقرر از جانبِ خدا ثابت کر دیا اور دلیل (۳۵/۱۶) حصہ اول میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ امام کا مقرر کردہ قاضی اور مفتی اگرچہ معصوم نہ ہو مگر اُس کے تقرر میں امام سے خطا نہ ہو گی اس لئے کہ وہ خطا سے معصوم جملہ امور میں ہے لہٰذا شوہر اور زوجہ کی رفعِ نزاع میں بھی جو حکم اور پنچ امام مقرر کرے گا وہ بھی ویسا ہی اچھا ہو گا جیسا کہ قاضی اور مفتی مقرر کردہ امام ہو گا۔

اڑتالیسویں دلیل

۸۴/۲۔اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا ۔خدا متکبر اور بیجا فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا اور غیر معصوم پر اشتباہ اس بدخصالی کا ہے لہٰذا

اُس کی نسبت یقین اُس امر کا نہیں ہے کہ خدا اُس کو دوست رکھتا ہے اور امام کو خدا یقیناً دوست رکھتا ہے (دیکھو دلیل ۲۵ کو (حصہ اول) لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

اُنچاسویں دلیل

۲/۸۷۔ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۔جس کا شیطان قرین اور مصاحب ہو کیا بُرا مصاحب ہے۔ غیر معصوم شیطان کے ضرور قرین ہے اور نہیں معلوم کہ آخر کس وقت شیطان کا تسلط اُس پر ہوگا اس لئے کہ عصمت جو مانع ہوتی ہے تسلطِ شیطان سے وہ اس میں نہیں ہے۔ اُس کے قول اور فعل کا وثوق اور اعتبار کسی وقت نہ رہا پھر وہ امامت کی صلاحیت کیونکر رکھے گا جس کے قول اور فعل پر ہمیشہ اعتبار ضروری نہیں ہے۔

پچاسویں دلیل

۲/۸۸۔ امامؑ کا تقرر اس غرض سے ہے کہ اُمت سے اغوائے شیطانی کو روکے اور شیطان کے اقران اور اعوان کا تسلط اُمت پر نہ ہونے دے اور غیر معصوم تو خود اغوائے شیطان سے اپنی ذات کو روک نہیں سکتا پھر دوسروں کو کیونکر بچائے گا لہٰذا قابلِ امامت نہ رہا۔

میں کہتا ہوں:

یہ دلیل بطورِ تائید دلیل سابق کے ہے مستقل دلیل وہی پہلے ہے۔

اکیانویں دلیل

۲/۸۹۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۔خدا بقدر ایک ذرہ کے ظلم نہیں کرتا ہے۔ چونکہ تحکیم غیر معصوم کی ظلم ہے (دیکھو دلیل ۴۱ کو) اور خدا سے ظلم بقدر ایک ذرہ کے بھی صادر نہیں ہوتا ہے لہٰذا غیر معصوم کی امامت خدا کبھی جائز نہ کرے گا اور نہ اُس کو امام بنائے گا۔

باونویں دلیل

۲/۹۳۔ فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ وَّ جِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا ۔ کیا حال ہوگا جب ہم (بروزِ حشر) ہر اُمت سے ایک گواہ واسطے ادائے شہادت کے لائیں گے اور تم کو اے رسول ان لوگوں پر گواہ بنائیں گے۔ دیکھو دلیل (۱۴) کو کہ امامؑ معصوم اُمت پر گواہ ہوگا اور نبی اس امام پر گواہی دیں گے اور اتمامِ حجت بدونِ نصبِ امامِ معصوم کے ہو نہیں سکتا لہٰذا امام کا معصوم ہونا اور ہر زمانہ میں موجود ہونا ضرور ہے۔

ترپنویں دلیل

۲/۹۸۔ امام ہادی اور رہنمائے سبیلِ حق یقیناً ہے اور غیر معصوم یقیناً ہادی سبیل حق نہیں لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہے۔ امام کا بالیقین ہادی سبیل ہونا یہ تو ظاہر ہے کسی کو اس میں کلام نہیں ہے اس لئے کہ امام اطاعاتِ الٰہی سے اُمت کو قریب کر دیتا ہے اور معصیت سے دور کرتا ہے اور اسی کا نام ہدایت ہے اور غیر معصوم کا ایسا نہ ہونا ممکن ہے بلکہ اُس کا مضل اور گمراہ کر دینا بوجہِ عدمِ عصمت کے محتمل ہے لہٰذا وہ قابل امامت کے نہ رہا۔

چونویں دلیل

۲/۹۹۔ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ ۔ کیا نہیں دیکھا تم نے اے رسول اُن لوگوں کو جنہیں کتابِ خدا کا ایک حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو مول لیتے ہیں اور ارادہ کرتے ہیں کہ راہِ حق کو چھپا دیں یہ وہی لوگ ہیں جو غیر معصوم ہیں یا تو عمداً ایسے افعال کرتے ہیں یا سہواً یا براہِ جہالت کرتے ہیں مگر اُمت کو تو ضرر دونوں

طرح سے پہنچے گا اور امام وہ ہے جس میں ایسے اضلال سے روکنے والی کوئی بات موجود ہو اور ایسے افعال سے باز رہے ورنہ اُس کے قول اور فعل پر وثوق نہ ہوگا اور چونکہ غیر معصوم کا اس آیت میں داخل ہونا مُتَحَمِّلٌ ہے اور اس کا مقتضی (خواہش) یہ ہے کہ اُس کی پیروی سے پرہیز کیا جائے اب اُس کا تقرر بے فائدہ ہوا۔ احتمال دخول غیر معصوم کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ جو امور ایسے افعال قبیحہ کے کرنے پر داعی ہوتے ہیں یعنی خواہشہائے نفسانی وہ تو اُس میں بخوبی موجود ہیں اور جو چیز ان افعال سے روکنے والی ہے یعنی عصمت وہ اُن میں نہیں اب اُن کے بچنے کی کیا اُمید کی جائے لہٰذا وہ امام نہیں ہو سکتے۔

یہاں تک دوسرا اسینکڑا کتاب کا تمام ہوا جس کو جناب علامہؒ نے جزءِ اول کیا اور یہ حصہ مصنف نے ۲۰ ربیع الاول ۷۳۱ھ ہجری مقام دینور میں لکھا ہے اور اُن کے فرزند نے سنہ ۷۲۶ھ میں بعد وفات اپنے والد کے اُس کو صاف کیا ہے۔

ہم نے اس دوسرے سینکڑے سے بھی ۲۸ دلیلوں کو لکھا ہے اور ۷۲ کو چھوڑ دیا ہے اُن میں کچھ تو مکررات اور کچھ دقیق ہیں جن کو حصہ سوم یا چہارم میں لکھیں گے انشاءاللہ!

تیسرا اسینکڑا:

پچپنویں دلیل

۳/۱۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِکُمْ ۔ خدا تمہارے دشمنوں کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ چونکہ دشمنِ اُمت ہادی نہیں ہوتا ہے بلکہ مضل اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے اور جو غیر معصوم ہے اُس کے مضل ہونے کا احتمال ہے عمداً یا سہواً تو وہ دشمن بھی ہے لہٰذا اُس کے ہادی ہونے کا یقین نہیں اور نیز اُس کے دوست ہونے کا بھی یقین نہیں ہے اور امام معصوم کے دوست اور ہادی ہونے کا یقین ہے پس غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

چھپنویں دلیل

۲/۳۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۔ خدا پورا ولی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ خلائق کے مصالح میں پوری شفقت خدا کو ہے اور الطاف مربیانہ آدمی خدا کی اطاعت سے قریب ہو جائے اور اُس کی معصیت سے دور رہے اُن میں کبھی خدا کمی نہیں کرتا ہے اور یہ ولایت اور تصرف ہمارے امور دینی اور دنیوی میں بدونِ تقررِ ہادیٔ معصوم کے ہو نہیں سکتا جو ہم کو سعادت دارین کی ہدایت کرے اور نجات عقاب اخروی کا سبب ہو اور وہی امام معصوم ہے جو نائب نبی کا ہے لہٰذا اُس کا مقرر کرنا واجب ہے۔

ستاونویں دلیل

۳/۴۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۔ خدا یاری اور مددگاری خلائق میں کافی ہے اس مددگاری سے فقط امور دنیوی کی امداد بالاجماع مراد نہیں ہے بلکہ یا تو امداد امور اخروی یا دنیوی اور اُخروی دونوں مراد ہیں اور ایسی امداد اور مددگاری بدون اُس کے نہیں ہو سکتی کہ جمیع امور جن سے اطاعت اور عبادت اور میانہ روی جملہ امور معاش میں بندگانِ خدا کو پیدا ہو جن کی طرف ہدایت کرنے والا نائب خدا اور معصوم اور مدبر کامل ہم پر حاکم مقرر ہو اور وہی نبی اور خلیفہ نبی ہے صلوات اللہ علیہما یہی ایسی نصرت ہے کہ جمیع اقسامِ نصرت اُس کے سامنے حقیر اور کم رتبہ ہیں پس امام کا معصوم ہونا ثابت ہو گیا۔

اٹھانویں دلیل

۴/۳۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔ کیا تم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو

اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں بلکہ خدا پاک نفس کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ چونکہ ہر ایک گناہ رجس اور پلیدی ہے اب اگر مراد طہارتِ نفس سے پاکیزگی بعض گناہوں سے ہو یعنی خدا بعض گناہوں سے پاک کرتا ہے اس میں تمام خلائق شریک ہے پھر ایسا آدمی جو بعض گناہوں سے پاک ہو (غیر معصوم) اُس کو یُزَکِّی نہیں کہتے بلکہ وہ آلودۂ معاصی ضرور ہے اب بھی باقی رہا کہ جمیع گناہوں سے خدا پاک کرتا ہے اور وہی معصوم ہے اور عصمت کے بھی معنی ہیں۔ اسی طرح محال ہے کہ غیر معصوم کو خدا پاک کردے۔

میں کہتا ہوں:

یہ آیت قریب المعنی آیۂ تطہیر کی ہے اُس میں یُطَهِّرَكُمْ وارد ہے اور اس میں یُزَكِّي وارد ہے اُس میں اہلبیتؑ کی تصریح ہے جس سے مراد چہاردہ معصومؑ ہیں اور اس میں یہ فرمایا ہے خدا جس کو چاہتا ہے مطہر کرتا ہے اُس میں لفظ ارادہ کی ہے اور اس میں لفظ مشیت کی ہے اور ارادہ اور مشیت کا فرق بیان کرنا اس وقت ضروری نہیں ہے اب معلوم ہوا کہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس آیت سے بھی مراد وہی اہلبیت صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

اُنسٹھویں دلیل

۵/۳۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةَ الآية ۔ اس آیت میں لذت ہائے دنیوی کا ذکر ہے جن کی خواہش پر آدمی براہ خلقت مجبول ہے اور عقل انسانی جس کی وجہ سے آدمی مکلف ہے اُن لذات کے حرام اور حلال کی شناخت بدونِ ہادیٔ برحق کے نہیں کرسکتی ہے لہٰذا ایک رئیس ایسا درکار ہے جو ہم کو اُن کے اچھے اور بُرے اور حلال اور حرام کی شناخت کرادے اور وہ رئیس ایسا نہ ہو جیسے ہم ہیں بلکہ معصوم اور عالمِ جمیع احکام الٰہی

کا ہو۔ ورنہ ہم میں اور اُس میں فرق کیا ہوگا لہذا امام معصوم کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر معصوم نہ ہوگا وہ بھی اسی قبیلہ سے ہوگا پھر قابلِ امامت نہ ہوگا۔

ساٹھویں دلیل

۳/۷۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِنْ ذَالِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ کہہ دو اے محمدؐ میں خبر دوں تم کو اُن لوگوں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے پروردگار کے پاس وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اُن باغوں میں رہیں گے اور اُن کے لئے پاکیزہ ازواج ہیں اور خوشنودی خدا کی ہے اُن سے اور خدا بینا ہے اپنے بندوں کے اعمال کا۔ اس آیت سے چار دلائل وجودِ عصمت اور وجودِ معصوم کے پیدا ہوئے۔

(۱) تقویٰ جب ہی ہوگا جب آدمی یقینی راہِ راست پر چلے جس کو وہی دکھلاتا ہے جو معصوم ہے چنانچہ اوپر اس کا بیان ہو چکا۔

(۲) تقویٰ موقوف ہے وجود پر اُس ہادی کے جو اطاعتِ خدا سے ہم کو نزدیک کرے اور معصیت سے دور کر دے اور وہی امام معصوم ہے بہ نیابت نبی کے۔

(۳) ان دونوں آیتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے ترک کرنے سے اُن چیزوں کے جنہوں نے حب شہوات کو مزین کر کے ہم کو دکھلایا ہے اور جملہ اشیائے مذکورہ جو آیت اول میں ہیں اُن کو خوشنما کر کے ہم کو فریب دیا ہے اور ہماری قوت عقل ناقص کی (جس پر مدار تکلیف ہے) اُن کی خوبی اور خرابی کے فرق کرنے میں کافی نہیں ہے اب ضروری ہوا کہ کوئی ایسا مانع اور باز رکھنے والا خدا کی طرف سے مقرر

ہو جو ہم کو اُن امور کی شناخت پوری پوری کرا دے اور وہ نبی اور نائب نبی ہے ایک اصالۃً بلا وسیلہ اور امام نیابۃً۔

(۴) ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہو گیا کہ تقویٰ حقیقی (عصمت) کا وجود بھی ہے اور محال نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں

کہ عقل انسانی اگر شناخت میں حُسن اور قُبح اشیاء کی کافی نہیں ہے پھر تکلیف کا مدار عقل پر کیونکر ہو سکتا ہے یہی تکلیف مالا یطاق ہے اور اگر کر سکتی ہے پھر نبی اور امام کی ضرورت ہی کیا ہے اس شبہہ کا آسان جواب یہ ہے کہ تکلیفات دو قسم کی ہیں اصول دین اور فروع دین (یعنی حلال اور حرام) اصول دین میں تو ضرور ہماری عقل تنہا کافی ہے وہی چند اصول جن کی اعتقاد کرنے سے ایمان حاصل ہوتا ہے اور اس میں ہم کو کسی کی پیروی اور تقلید جائز نہیں ہے البتہ کمال ایمان اور اصول دین کے دقیق مسائل متعلق بتوحید اور عدل اور نبوت اور امامت اور معاد اُن کے سمجھنے میں ضرور ہم کو احتیاجِ ہادیٔ برحق کی ہے اب تکلیف مالا یطاق نہ رہی۔ اب رہی احکام حلال اور حرام جن کے سمجھنے کو ہماری عقل تنہا کافی نہیں ہے بلکہ محتاج ہادی اور معلم کی ہے اگر خدا ایسے ہادی کو مقرر نہ کرتا اور ہماری عقل ناقص پر چھوڑ دیتا تو ضرور تکلیف مالا یطاق لازم آتی اور جب خدا نے ہادی برحق مقرر کر دیا اور ہم کو اتنی عقل دی کہ ہادیٔ برحق کو ہم پہچان لیں اور اُس کے سمجھانے سے ہم اچھی طرح سے حلال اور حرام کو پہچان کر اُس پر عمل بھی کر سکیں اب تو تکلیف مالا یطاق نہ رہی اور بعثتِ انبیاءؑ اور نصبِ امامؑ معصوم کی ضرورت بھی ثابت رہی۔

اِکسٹھویں دلیل

۳/۱۱۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ خدا بندوں کے حالات کا دیکھنے والا

ہے خدا کا دیکھنا ہمارے افعال کا اُس میں غلطی نہیں ہوسکتی اور ہم وہی امور کرتے ہیں جن کی ہدایت ہم کو ہمارے ہادیٔ برحق نبی اور اُن کی نیابت سے امامؑ نے فرمائیں۔

اب اگر امام نے ہم کو احکام الٰہی کی سچی خبر دی ہے اور جو حکم دیا ہے ٹھیک ٹھیک وہی حکم خدا ہے پھر تو خدا کے پیشِ نظر ہمارے صحیح اعمال ہوں گے اور امام نے اپنے عہدہ کا انجام پورا کر دیا اور اگر امام نے غلطی کی اور اُس کی وجہ سے ہم نے بداعمالی کی تو امام کی غلطی اور ہماری خلاف ورزی دونوں کو خدا دیکھ رہا ہے اور دونوں خدا کی نافرمانی میں گرفتار ہوئے ہم تو اس وجہ سے کہ غیر معصوم غلط کار کے قول پر چلے اور امام اس وجہ سے کہ اُس کو پورا علم یقینی احکام الٰہی کا نہ تھا اور پھر اُس نے ہدایتِ اُمت کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اب لازم ہے کہ ہم اُسی امام کی پیروی کریں جس کی خبر دہی کے صحیح ہونے کا یقین ہو اور یہ بھی کہ یہ امام تمام احکام شریعت کو جانتا ہے اور کسی چیز میں کمی بیشی نہ کرے گا اور اُس کی ہدایت کے صحیح ہونے کا ہم کو یقین ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ اس امام سے کمی بیشی کرنی محال ہے اور بصیر یعنی ہمارے اعمال کا دیکھنے والا بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہے اس حصہ پر ہم سب کا اجماع ہے۔ اب واجب ہے کہ خدا کوئی طریق بھی پیدا کرے کہ یہ سب امور ہم سے اور امام سے پورے ہوسکیں اور یہ طریق سوائے عصمت کے اور کوئی نہیں لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

باسٹھویں دلیل

۱۲/۳۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ صبر کرنے والے سچ بولنے والے اطاعت گذار نفقۂ واجب یا مستحب دینے والے اور صبح کو اُٹھ کر استغفار کرنے والے۔ یہ صفات جن کے بیان ہوئے ہیں مطلق ہیں یعنی کسی وقتِ خاص کی قید نہیں پھر یا تو مراد یہ ہے کہ

ان صفات سے بعض اوقات ان کے خلاف عملدرآمد کریں جو شیوہ غیر معصوم کا ہے یا مراد یہ ہے کہ جمیع اوقات اور جمیع احوال میں ان صفات سے موصوف ہوں اور جملہ اطاعات کو ادا کریں یعنی معصوم ہوں۔ پہلی صورت باطل ہے در مدح مطلق کا ثبوت نہ ہونا دوسری وجہ بطلان کی یہ ہے کہ بعض اوقات میں سب آدمی ان صفات سے موصوف ہوتے ہیں پھر تخصیص کی وجہ کیا ہے یعنی مدح اور ثنا تو خالص لوگوں کی ہے اور دوسری قسم وہی معصوم ہے اب محال ہے کہ امام غیر معصوم ہو اور یہ آیت بھی کسی زمانہ سے خاص نہیں۔

تریسٹھویں دلیل

۱۴/۳۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۔ پوری سزا اور جزا پائے گا ہر ایک نفس اور کسی کے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔ مقصود اس آیت سے خوف دلانا عملِ بد سے اور رغبت دلانی فعلِ اطاعت پر ہے اور یہ دونوں اغراض بدونِ تقررِ معصوم ہادی کے پورے نہیں ہو سکتے ہیں جیسا کہ اوپر کے دلائل سے بارہا ثابت ہو چکا پس نصبِ امامؑ معصوم واجب ہوا' ورنہ غرض پوری نہ ہوگی۔

ایضاً

سزا دہی فعل قبیح پر اُسی وقت اچھی ہے جبکہ جمیع اُن شرائط کو خدا پورا کر دے جن کی وجہ سے ہم قادر ترکِ معاصی پر ہو سکتے ہیں اور ہم کو پوری قدرت اور پورا اختیار دے گناہوں سے باز رہنے میں اور سب سے بڑھ کر بڑی بہادری شرط یہ ہے کہ ہادیؑ معصوم کو خدا مقرر کر دے اور قبل اس شرط کے پورا کرنے کے سزا دہی کیونکر اچھی ہو سکتی ہے۔

چونسٹھویں دلیل

۲۱/۲۔ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۔ خدا بندوں پر بڑا مہربان ہے بڑی

مہربانی تو یہی ہے کہ ہم پر وہ الطاف کرے اور وہ چیزیں ہم کو عطا فرمائے جن پر اُس کی اطاعت موقوف ہے اور ہر ایک لطف اور ہر ایک نعمت اُس کے مقابلہ میں حقیر ہے پس سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا لطف یہی ہے کہ معصوم کو ہادی مقرر فرمائے لہٰذا واجب ہے کہ جب خدا اپنے مہربان ہونے کا ہم پر مبالغہ سے اظہار فرماتا ہے تو جس بات سے اہم اور اعظم رافت (رحمت کی شدت) پیدا ہوتی ہے یعنی نصبِ معصوم اُس کو بھی کر دے۔

پینسٹھویں دلیل

۴/۲۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ کہہ دوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت سے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی دو باتوں سے پوری ہوتی ہے۔

(۱) احکام شرعیہ کی شناخت یقینی ہو جائے اس لئے کہ جو حکم یقیناً احکام شرعیہ سے نہیں ہے اُس کے بجالانے میں پوری پیروی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بھی یقینی نہ ہوگی لہٰذا کوئی طریقہ ایسا ہو جس سے علم یقینی احکام شرعیہ کا ہم کو حاصل ہو۔

(۲) کوئی معلم اور ہادی ایسا ہو جو ہم کو نبیؐ کے افعال اور احکام کی بجا آوری سے قریب کر دے اور نبی کی مخالفت سے دور کر دے اور یہ دونوں امر بدونِ امامؑ معصوم کے ہر زمانہ میں ناممکن ہیں لہٰذا امام معصوم کا ہونا واجب ہے۔

چھیاسٹھویں دلیل

۴/۲۸ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ مومنین کا ولی (دوست) یا مددگار ہے اور ولی کا ذاتی قصد یہی ہوتا ہے کہ مصلحتائے دارین کا انجام ہوا کرے اور جو

شخص اس کی زیرِ ولایت ہے اُس کو نفع پہنچا کرے اور وہی افعال یہ شخص کرتا رہے جس کا میں ولی ہوں۔ پھر چونکہ خدا ہمارا سب کا ولی ہے وہ بھی ایسا ہے برتاؤ ہم سے ضرور کرے گا اور اس برتاؤ کا پورا ہونا کسی اور تدبیر سے ممکن نہیں بجز تقررِ حاکم اور ہادی معصوم کی چنانچہ اوپر بارہا گذر چکا لہٰذا تقررِ امام معصوم واجب ہے۔

ستاسٹھویں دلیل

۳۲/۳۔ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ حق کو جان بوجھ کر چھپاتے ہو جو شخص ایسا کرے یا ایسا کرنے کا اُس پر گمان ہو وہ قابلِ پیروی کی نہ ہو گا اور غیر معصوم پر ایسا کرنے کا احتمال ضرور ہے۔

اٹھاسٹھویں دلیل

۳۳/۳۔ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ ۔ ہدایت وہی ٹھیک ہے جو خدا کی ہدایت ہے کہ اُس سے زیادہ ترجیح اور زیادہ قوی کوئی نہیں ہے لہٰذا وہی ہدایت مفید علم کی ہوگی اُسی پر یقین ہوتا رہے گا اور اُس امر کا علم قطعی اور مطابق واقع کے ہو گا۔ اب یہ ہدایت کسی ایک واقعہ سے تو خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ جملہ واقعات میں خدا کی سچی ہدایت درکار ہے اور ایسی ہدایت خدا کر بھی چکا ہے موجود بھی ہے اس لئے کہ جو چیز خدا نہیں کر چکا اور جو احسان ابھی ہم پر نہیں ہوا اُس کا امتنان یعنی منت نہی یا اظہارِ احسان کرنا چہ معنی دارد۔ اسی طرح جو چیز موجود نہ ہو اُس کی طرف رغبت دلائے محال ہے (مراد یہ ہے کہ اگر ایسی ہدایت پوری اور سچی معدوم منفی ہو کہ اُس کا ہونا ممکن نہ ہو پھر اُس کی رغبت دلانی محالِ عقلی ہے اب خدا کی ایسی ہدایت کا واقع ہونا یا اس ہدایت کا ہم کو ملنا بدون ہادیٔ معصوم کے اور کسی طریق سے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ قرآن مجید کی اکثر آیات عام ہیں اور کچھ ایسی آیات ہیں جن کے معانی ظاہر ہیں قطعی نہیں ہیں اور نصِ قرآنی اکثر واقعات کو شامل نہیں اور

حدیث کا بھی یہی حال ہے اور مجتہد جائز الخطا کا حکم غلطی سے یقیناً بچا ہوا نہیں ہے کبھی اپنی رائے کو مجتہد خود ہی غلط سمجھ کر پلٹ دیتا ہے لہٰذا الٰہی ہدایت بدونِ ہادیٔ معصوم کے ہو نہیں سکتی اور یہی مراد ہے۔

اُنہترویں دلیل

۳/۳۸۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۔ دیدہ و دانستہ جھوٹی باتیں خدا پر کہتے ہیں یہ آیت خوف دلاتی ہے پیروی سے ایسے شخص کی جس سے اُنہیں فعل بد کے صادر ہونے کا گمان ہو اور ہر ایک غیر معصوم سے ایسی بدگمانی ہو سکتی ہے لہٰذا اُس کی پیروی جائز نہ ہوگی۔

سترویں دلیل

۳/۳۹۔ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ لْمُتَّقِيْنَ ۔ یہی ٹھیک ہے کہ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور متقی پرہیز گار ہو پس خدا متقی کو دوست رکھتا ہے ظاہر ہے کہ متقی ہے جب تو اُس کے دوست رکھنے کو خدا فرماتا ہے اور متقی پورا پورا وہی معصوم ہے اس لئے کہ غیر معصوم ظالم ہے جس کو خدا دوست نہیں رکھتا ہے۔

اکہترویں دلیل

۳/۴۰۔ متقی ہونے کی صفت ممدوح ہے اور پورا تقویٰ جس میں ہے اور عموماً پرہیز گاری اُسی کی ہے جو معصوم ہو لہٰذا وہی معصوم مراد ہے۔

بہترویں دلیل

۳/۴۲۔ امام کو خدا ہر طرح سے پاکیزہ کرتا ہے اور کسی غیر معصوم کو ہر

طرح سے خدا پاکیزہ نہیں کرتا ہے پس غیر معصوم امام نہ ہوگا۔ امام کے پاکیزہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ امام کے جملہ افعال اور اقوال کی پیروی اور اُس کے اوامر اور نواہی کے بجا آوری اور اُس کے حکم کے نافذ ہونے کی کیفیت اور اُس حکم کے صحیح ہونے کا یقین یہ سب باتیں بدون کسی شاہد اور گواہ کے دلیلِ قطعی ہیں کہ خدا نے امام کو ہر طرح سے پاک اور پاکیزہ کر دیا ہے جب تو اُس کا اعتبار دنیا اور آخرت میں اس قدر ہے اور غیر معصوم کو خدا ہر طرح سے پاک نہیں کرتا ہے لہٰذا وہ امام نہیں ہوسکتا۔

تہترویں دلیل

۴۸/۳۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے نیک کام کا حکم دے بُرے کام سے منع کرے یہی گروہ رستگار (نجات پانے والا) ہے اس آیت سے بخوبی ظاہر ہوا کہ ہم میں سے ایک ایسا گروہ ضرور ہے جو تمام امور خیر کی دعوت کرتا ہے اور تمام امور بد سے روکتا ہے اور منع کرتا ہے اس لئے کہ اجماع کل مسلمین کا ہے اس آیت سے عام افعال خیر اور شر مراد ہیں یہ مراد نہیں کہ بعض افعال خیر اور شر مراد ہوں اور یہ بات سوائے معصوم کے اور کسی سے نہیں ہوسکتے لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

چوہترویں دلیل

۵۸/۳۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ جو عمل نیک تم کرو گے اُس کی جزا سے محروم نہ ہو گے اور خدا متقی اور پرہیزگاروں کا جاننے والا ہے اس آیت سے ترغیب ہے بجا آوری کل عمل خیر کی اور یہ بدونِ ہدایتِ ہادیٔ معصوم کے ہو نہیں ہوسکتے لہٰذا امام معصوم کا ہونا ثابت ہوا۔

پچھترویں دلیل

۵۹/۴۔ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔خدا نے بندوں کی پرورش اور ہدایت میں کمی نہیں کی بلکہ وہ بندے خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے مراد اس سے یہ ہے کہ جب خدا نے ہم کو تکلیف بجا آوری اپنے احکام کلی فرمائے اور یہ بجا آوری موقوف تھی دو چیزوں پر اول تو خدا کے احکام کا علم یقینی ہو دوم اُس کے احکام کا سنانے والا سچا اور بے لوث ہو اور یہ دونوں باتیں بدونِ معصوم کے ہو نہیں سکتیں لہٰذا خدا کہتا ہے کہ ہم نے دونوں باتوں میں کمی نہیں کی بلکہ نبی اور امام معصوم کو تمہاری ہدایت کے واسطے بھیجا اور مقرر کیا مگر تم نے اپنی تجویز سے امام اور خلیفہ بنایا لہٰذا تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

چھہترویں دلیل

۶۱/۴۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيَاتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ہم نے تمہارے واسطے آیات اور ہدایت کی نشانیاں ظاہر کر دیں اگر تم کو عقل ہو تو سوچو۔ بیان سے مراد یہاں ایسا کام کرنا جس کی وجہ سے علم یقینی احکام الٰہی کا حاصل ہو اور یہ علم بدونِ معصوم کے کبھی ہو نہیں سکتا چنانچہ اوپر چند مقامات میں اس کو لکھ چکے اب ثابت ہوا کہ خدا نے معصوم کو ضرور مقرر فرمایا ہے۔

ستترویں دلیل

۶۵/۴۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔خدا مالک ہے ہر ایک چیز کا جو زمین اور آسمان میں ہے بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور گرفتارِ عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور خدا بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس آیت میں بخشنے

اور رحم کرنے پر بطورِ مبالغہ کے ارشاد ہے اور صریح اس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کرنا ایسے بخشنے والے کو سزاوار ہے جبکہ ہدایت کے پورے اسباب اور ہادیٔ برحق کا ہمیشہ تقرر کر چکے اور خلائق باوجود ایسے اتمام حجت کے نافرمانی کرے اور حجتِ خدا کو نہ مانے اُس وقت البتہ عذاب کرے گا اور یہ بات جب ہی پوری ہوگی کہ ہادیٔ معصوم خدا نے مقرر کر دیا ہو اور ہم نے اُس کی ہدایت پر عمل نہ کیا ہو لہٰذا امامؑ معصوم کا ہونا ثابت ہو گیا اس لئے کہ غیر معصوم سے اتمام حجت پورے طور سے نہیں ہو سکتا۔

اٹھہتر ویں دلیل

۳/۶۷۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ خدا اور رسول کی اطاعت کرو ضرور تم پر رحمتِ خدا ہوگی۔

میں کہتا ہوں

لعلّ کی لفظ جب خدا کی طرف منسوب ہو بمعنی تحقیق کے ہوتی ہے تمام قرآن میں اور جب اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موقوف ہے احکام خدا کی یقینی شناخت پر جو بدونِ ہادیٔ معصوم کے نہیں ہو سکتی جیسا کہ بارہا ہم لکھ چکے لہٰذا حکم اطاعت بھی امام معصوم کے تقرر کا پورا ثبوت ہے۔

اُناسیویں دلیل

۳/۶۹۔ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ هُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ قرآن آدمیوں کے بیان حلال اور حرام کا ذریعہ ہے اور باعث ہدایت و پند و نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔ اوپر مکرر گذر چکا ہے کہ قرآن کا ہادی ہونا اور پند اور موعظہ ہونا سب امور بدونِ مفسرِ معصوم کے جو کہ مجمل اور مفصل اور ناسخ اور منسوخ اور متشابہ اور غیر متشابہ کو بعلم الیقین جانتا ہو کبھی نہیں ہو سکتا ہے اور وہی امامؑ معصوم ہے۔

اسی ویں دلیل:

۳/۷۸۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِيْنَ ۔ بُری ہے جائے قرار ظالموں کی ظالم مستحق ہے دوزخ کا وہی مثوی النار ہے اور امام ہرگز مستحق دوزخ کا نہیں ہے لہٰذا ظالم امام نہیں ہوسکتا پھر چونکہ جو غیر معصوم ہے اور ظالم ہے اور کوئی ظالم امام نہیں ہوسکتا لہٰذا غیر معصوم بھی امام نہیں ہوسکتا ہے۔ تیسرا سینکڑا ختم ہوا

میں کہتا ہوں

چونکہ اس حصہ دوم میں درج کرنا اُنہیں دلائل عقلیہ یا نقلیہ کا منظور ہے جو عام فہم ہوں خصوصاً آیات قرآنیہ کا لہٰذا جس سینکڑے میں اصل کتاب الفین کے ایسے دلائل ہیں اُنہی کو منتخب کر کے ہم لکھتے ہیں اور دلائلِ مشکلہ کا اندراج حصہ سوم اور چہارم میں ہوگا انشاء اللہ۔

اکیاسویں دلیل

۶/۶۸۔ اِذَا جَآئَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَيَّنُوْا ۔ جب کوئی فاسق تم سے کوئی خبر بیان کرے اُس کی جانچ اور تحقیق کرلو اس آیات میں صدور گناہ کو سبب عدم قبول قول مخبر فرمایا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ فاسق پر احتمال جھوٹ بولنے کا بھی ہے یا اینکہ بوجہِ فسق کے محل اعتبار سے وہ شخص یا اُس کا کہنا ساقط ہے یا یہ کہ اُس کے قول کے سچ ہونے کا رجحان نہیں ہے بلکہ صدق اور کذب دونوں برابر ہیں اچھا اب جو شخص معصوم نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بولے (اگر چہ عادل ہی کیوں نہ ہو) فرق عادل اور فاسق میں اسی قدر ہے کہ عادل عمداً جھوٹ نہیں بولتا مگر سہواً تو بول سکتا ہے اور یہ امکان کذب کا احتمال فاسق اور عادل دونوں سے امکان قریب ہے اس لئے کہ قدرت جھوٹ بولنے کی اُس میں ہے اور داعی جھوٹ بولنے کی

شہوتِ نفسانی بھی ہے اُس میں موجود ہے اور جو چیز جھوٹ بولنے سے مانع ہے یعنی عصمت وہ فاسق اور عادل دونوں میں پورے طور سے نہیں ہے لہٰذا ممکن ہے کہ اُس کا قول قابلِ قبول نہ سمجھا جائے اور تحقیق طلب ہو اور اُس کے قول کی اطاعت بلاتحقیق سننے والے پر ضروری نہ ہوئی۔ پھر جب سننے والے پر اُس کی اطاعت واجب نہ رہی اور عدمِ اطاعت اُس کی جائز ٹھہری اور اطاعت اور عدمِ اطاعت میں اُس کو تردد ہوا اور خیال ہوا کہ شاید اس قول میں اس نے خدا کے حکم کے خلاف کیا ہو لہٰذا اُس کی اطاعت پر یہ شخص آمادہ نہ ہوگا پھر وہ امام واجب الاطاعۃ نہ رہا پس امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

میں کہتا ہوں

آیتِ مقدسہ میں لفظ فاسق کے وارد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا فسق ظاہر ہو جس کو متبین الفسق کہتے ہیں اور عادل اور ثقہ کو یہ آیت شامل نہیں ہے مگر چونکہ عادل اور ثقہ کے قول پر یقین صدق کا نہیں ہوتا ہاں گمان صدق کا ضرور ہوتا ہے اور نبوت نبی کی اور امامت امام کی تسلیم کرنے میں یقین درکار ہے لہٰذا جناب علامہؒ نے شاید اس دلیل میں فاسق کو بمعنی عام مراد لیا ہے اس لئے کہ فاسق کی دو قسمیں ہیں ایک تو جس کا فسق ظاہر ہو دوسرا فاسق لنفسہ جس کا فسق ظاہر نہ ہو اور بظاہر ثقہ اور عادل ہو پس احکام فروعیہ میں اُس کا قول بلاتحقیق مانا جاتا ہے یعنی ظن پر عمل کرنا جائز ہے اور نبوت اور امامت کی تصدیق کرنے میں بلکہ جملہ اصولِ خمسہ میں ظن پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔ میں داخل ہے اسی وجہ سے یہ آیت بھی دلیل عصمتِ امامؑ پر ہوگی۔

بیاسویں دلیل

۳۶/۷۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ تم اے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور مرسلین میں سے ہیں کہ صراطِ مستقیم پر چلتے ہو۔ ہمارے نبی کے معصوم ہونے پر یہ آیت ضرور دلالت کرتی ہے اس لئے کہ صراطِ مستقیم پر ہونے سے یہی مراد ہے کہ آپ کے کسی قول اور فعل میں خطا راہِ صواب سے نہیں ہے ورنہ استقامت سے خارج ہو جائیں کسی وقت خاص میں جب خطا کاری پر ہوں پھر جب ہمیشہ راہ راست پر ثابت رہے صراطِ مستقیم سے جدا نہ ہوئے اور اسی کا نام عصمت ہے۔ اسی طرح اس آیت میں اُمت کے لیے ترغیب ہے اُس کی اطاعت واجب ہے اور اُمت کو خدا آگاہ کرتا ہے کہ تمہارے نبی صراطِ مستقیم پر ہیں تم اُن کی پیروی کرو صراطِ مستقیم پر جب تک وہ اسی راہ پر ہے پھر چونکہ نبوت اُن کی ہر وقت ہے اور صراطِ مستقیم پر بھی وہ ہر وقت ہیں تو اُن کی پیروی بھی ہر وقت واجب ہے۔

اب اُس نبی کا قائم مقام اور خلیفہ وہ بھی ہم کو اُسی راہِ (صراطِ مستقیم) پر بلاتا ہے اور بلانے میں خطا کاری نہیں کرتا ہے۔ اس لئے کہ اگر خطا کا احتمال ہے وہ قائم مقام نبی کے کیونکر ہو سکتا ہے لہذا اُس کا بھی معصوم ہونا واجب ہے۔

میں کہتا ہوں

اس دلیل کا ثبوت محتاج دلائل مذکورۂ بالا پر ہے جس سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نبی اور امام میں فرق اسی قدر ہے کہ نبی صاحب شریعت ہے اور امام محافظ اُسی شریعت کا ہے۔

تراسویں دلیل

۴۳/۷۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ خدا کی اطاعت کرو اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو جس طرح خدا کی اطاعت میں یقین نجات کا ہے اُسی طرح رسول اور اولی الامر کی اطاعت بھی بالیقین وسیلۂ نجات ہے۔

اب میں کہتا ہوں

کہ نبیؐ اور امامؑ کی اطاعت اُس وقت ذریعۂ نجات ہوگی جبکہ نبی اور امام معصوم ہوں اور اُن کی قول میں شبہہ خطا کاری کا نہ ہو اور نبی تو ضرور معصوم ہے اور اولی الامر کی اطاعت خدا نے مثلِ اطاعت نبی کے واجب فرما دی ہے لہٰذا اُس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے اس لئے کہ جس طرح نبی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اُسی طرح اولی الامر کی اطاعت مثل اطاعت نبی کے ہو کر خدا کی اطاعت ہے یہاں تک تو میری تقریر اس دلیل کی تھی اب منطقی طور سے تقریر مندرج المتن یہ ہے۔ امام کی دعوت اور اُس کے اوامر اور نواہی مفید یقین کے ہیں اور غیر معصوم کی دعوت مفید یقین کے نہیں ہیں لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا امام کی دعوت کا یقین ہونا اس وجہ سے ہے کہ اُن کے دعوت مثلِ دعوتِ خدا کے ہے جو مفید یقین کے ہے اس لئے کہ امام کی اطاعت کو خدا نے مثل اپنی اطاعت کے فرمایا ہے پھر اطاعت رسول اور اولی الامر کی مثل خدا کی اطاعت کے ہے اور جس کی اطاعتِ مثل اطاعت خدا اور رسول کے ہے اُس کی دعوت بھی مثلِ دعوتِ خدا اور رسولؐ کے ہوگی جو مفید یقین کے ہے اور غیر معصوم کی دعوت مشکوک ہے اس لئے کہ خطا کرنی اُس سے جائز ہے اور خطا کرنے سے نقیض کا احتمال ہے یعنی خلافِ حکم خدا غیر معصوم سے ہو سکتا ہے لہٰذا اُس کی دعوت یقینی نہ رہی وھو المطلوب۔

میں کہتا ہوں غیر معصوم کا جائز الخطا ہونا اگرچہ اُس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خطا کرے مگر یقین خطا نہ کرنے اور یقین خطا کرنے کا دونوں اُس کی دعوت میں نہیں ہیں اور مطلوب ہدایت میں یقین عدمِ خطا کا ہے لہٰذا غیر معصوم کی دعوت پر اطمینان نہ ہونے سے واجب الاتباع نہ ہوگا اور امام واجب الاتباع ہے۔

چوراسویں دلیل

۲۴/۷۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

کہہ دو اے رسول اُمت سے کہہ دو اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا۔ اس آیت سے یہ لازم آتا ہے کہ جو شخص نبی کی پیروی نہ کرے گا نہ وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور نہ خدا اُس کو دوست رکھتا ہے مراد یہ ہے کہ نہ وہ شخص خدا کا مطیع ہے اور نہ خدا ثواب عطا کرے گا اور پیروی کرنی نبی کی جب ہی ثابت ہوگی کہ آپ کے جملہ افعال اور اقوال میں پیروی کی جائے سوائے اُس امر کے جس میں نبی نے ارشاد کر دیا ہے کہ اس میں میری پیروی نہ کرو (خصائص احکام جو ہمارے سے خاص تھے پھر ایسی پیروی تو اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ نبی کے جملہ احکام کا علم یقینی حاصل ہو کہ یہ سب افعال اور اقوال صواب پر ہیں اور اس کا یقین جب ہوگا کہ نبی معصوم ہو۔ اب اس سے تو نبی کی عصمت ثابت ہوئی۔ اب نبی کے احکام کا ہم سے کہنے والا (امامؑ) اُس کے قول کا بھی یقین ہونا ضروری ہے لہٰذا اُس کا معصوم ہونا بھی واجب ہے وھو المطلوب۔

میں کہتا ہوں

یہ آیت دلیل (۲۵) میں گزر چکی ہے مگر یہ تقریر جداگانہ ہے لہٰذا مکرر نہیں ہے۔

پچاسیویں دلیل

۷/۴۹۔ ابلیس کی متابعت کو امامؑ معصوم باطل کرتا ہے اور اُس کی پیروی کرنے سے ضرور باز رکھتا ہے اور غیر معصوم ممکن ہے کبھی ایسا نہ کرے اور کبھی کرے اب نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔

چھیاسویں دلیل

۷/۵۰۔ امامؑ ہادی ایسا ہادی ہے جس کی پیروی واجب ہے اور جو ہادی ہے وہ محتاج دوسرے ہادی کا نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا امام وہی ہے جو محتاج کسی ہادی کا نہ

ہو۔ امام کا ہادی ہونا یہ تو کھلی ہوئی بات ہے اور اُس کی تعریف ہی یہی ہے کہ ہادی ہو۔ اب رہی یہ بات کہ ہادی وہی ہے جو محتاج کسی ہادی کا نہ ہو اس کو خدا نے خود فرمادیا ہے۔ اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّایَھِدِّیْ ۔ جو شخص دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے اُس کی پیروی کرنی درست نہیں ہے۔

او خویشتن گمست کرا رہبری کند

میں کہتا ہوں:

ہادی اور پیشوا اور واجب الاتباع تو وہی شخص ہے جو ہر امر میں ہادی ہو ورنہ دو باتوں میں ہم تمہارے ہادی اور دو باتوں میں تم ہمارے ہادی ہم بھی پیشوا اور تم بھی پیشوا یہ امام کی شان نہیں ہے اس لئے کہ جن دو باتوں میں تم ہمارے ہادی ہوں گے اُن میں ہم خطا کار ہیں۔ اگر تم ہدایت نہ کرو اور جب اُن میں خطا کار ہیں تو پھر اور باتوں میں خطا کاری سے کیونکر بری سمجھے جائیں گے لہٰذا ہادی وہی ہے جو کہ جملہ امور میں محتاجِ ہدایت افراد اُمت میں سے کسی کا نہ ہو۔

ستاسیویں دلیل

۵۱/۷۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ۔ تم اے رسول منذر (ڈرانے والا) ہو اور ہر ایک قوم کے واسطے ایک ہادی ہے۔ اس آیت میں بروایتِ فریقین جناب امیرؑ کو ہادی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علیؑ میں منذر رہوں اور تم ہادی ہو اگر یہ تفسیر صحیح مانی جائے پھر تو ظاہر ہے کہ امام ہادی ضرور ہے ورنہ نیابت نبی سے بھی خلیفہ یا امام ہادی ضرور ہے بہر حال دونوں طرح سے اب ہم کہتے ہیں کہ امام اگر ہادی ہے تو ہدایت قول اور فعل اور اعتقاد تینوں باتوں میں ہوتی ہے اور بدون چار چیزوں کے ہدایت پوری نہیں ہوسکتی۔

(۱) ہادی جمیع اُن احکام کا عالم ہو جن کو نبی خدا کی طرف سے لائے ہیں

اور ہر ایک حکم خدا کو ہر واقعہ میں جو مکلفین پر حادث ہو اُس کو جانتا ہو اور جاننا بھی یقین کے طور سے ہو اور ظن کافی نہیں ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہدایت کا کام بدون علم یقینی کے پورا ہو نہیں سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہادی کے جملہ اعتقادات برہانی ہوں جن پر یقین کا دارومدار ہے۔

(۲) یہ ہے کہ ہادی خود بھی تمام اوامر اور نواہی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بجا آوری میں پورا ہو کوئی حکم احکام الٰہی کا اُن سے چھوٹ نہ رہے نہ سہواً نہ تاویلاً ورنہ ہدایتِ مطلقہ اُس ہادی سے پوری نہ ہوگی۔

(۳) ہادی جمیع اقوال اور جمیع افعال اور احکام میں راہِ صواب پر ہو۔

(۴) یہ کہ ہر ایک آدمی جس کو اس ہادی کی پیروی کرنی واجب ہے اُسے بھی اُس ہادی کے ایسے صفات پر ہونے کا یقین کامل ہو اور برہان اور دلیل کامل سے ہوا ہو اور ایسا یقین ہو جس کا فائدہ پورا ہوتا ہے یعنی اُس تابع کو جو کچھ یہ ہادی حکم دے اور جس امر سے منع کرے سب میں ہادی کی پیروی بہ دل وجان منظور ہے اور کبھی کسی حکم میں اپنے ہادی کے اس کو شک اور تردد نہ ہو خصوصاً ایسے احکام میں جن کی بنا پوری احتیاط پر ہے مثلاً جہاد کرنا اور بندگانِ خدا کو قتل کرنا لوٹنا مارنا یہ کہ نہایت احتیاطی کام ہے ایسے احکام میں بھی مکلّف کو کبھی شبہہ نہ واقع ہو کہ ہمارے ہادی نے بیجا حکم دیا ہے۔ تا اینکہ ہادی مکلّف کو حکم دے کہ تم اپنے آپ کو ہلاک کر دو۔ تو باوجودیکہ قرآن کہتا ہے۔ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ۔ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو مگر پیرو امام کا یہی سمجھے کہ مجھے مرجانا اور اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں ڈالنا واجب ہے (جیسے انصار امام حسینؑ) اس لئے کہ اگر پیرو امام برحق کو یقین اپنے شہید ہونے کا امام کے حکم سے نہ ہوگا کبھی اپنا قتل ہو جانا گوارا نہ کرے گا۔ اسی طرح اور باقی احکام کہ سب میں پیرو کو اپنے امام کی اطاعت بلا عذر و تکرار کرنے ضروری معلومات ہو تب جا کر ہدایت پوری ہوگی۔

اب وہ تین باتیں جو اوپر گزریں بدونِ امام کی عصمت کے پوری نہیں ہوسکتی ہیں اور چوتھی بات کے واسطے عصمت کا واجب ہونا ضروری ہے اور نہایت ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں

کہ تینوں امور مذکورہ بالا میں بھی اگرچہ عصمت کا ہونا بہتر ہے مگر ممکن ہے کوئی آدمی ثقہ اور عادل ایسا ہو کہ علم اُس کا بھی اور عمل اُس کا بھی تمام عمر ٹھیک ٹھیک رہے اور کبھی کوئی حکم دینے میں خطا اُس سے نہ ہوئی ہو۔ مگر چوتھی بات جو متعلق جہاد اور املاک نفوس کے ہے یہ نہایت احتیاطی کام ہے اس میں تو معصوم کے حکم پر عمل کرنا عقل صحیح سے مطابق ہے ورنہ بڑی خرابی پیدا ہوگی چنانچہ جہادات خلفائے غیر معصومین میں تجربہ ہوچکا کہ آج تک اہلِ اسلام سے مخالفین کے سوالات کا جواب نہیں ہوسکا۔

اٹھاسیویں دلیل

۶۴/۷۔ اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۔ پیروی کرو اُس ہادی کی جو اپنی ہدایت کرنے کا کوئی اجر اور معاوضہ تم سے طلب نہ کرے اور اُن ہادیوں کا حال یہ ہے کہ خود ہدایت یافتہ خدا کی تعلیم سے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تمہارے ہدایت کی محتاج نہیں ہیں بلکہ خدا کے پڑھائے ہوئے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں

جس شخص کی پیروی ہم پر ہمیشہ واجب ہے یہ صفت مندرجہ آیت بھی اُس میں ہمیشہ ہوگی اور امام کی پیروی ہمیشہ ہم پر واجب ہے جیسا کہ اوپر کے دلائل سے ہم ثابت کرچکے ہیں لہٰذا یہ صفت بھی ہمیشہ امام میں ہوگی اور معصوم سے مراد ہماری یہی ہے کہ جمیع امور میں خدا سے ہدایت پاچکا ہو اور اُس کے جمیع افعال اور اقوال

اور تقریرات سب کچھ تعلیم الٰہی سے بلا واسطہ یا بالواسطہ نبی کے ہوں لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

میں کہتا ہوں:

اس مقام پر اتنا کہہ دینا مجھے اور بھی ضروری ہے کہ ہمارے نبی کو جو حکم خدا ہوا۔ قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّةَ فِی القُربٰی۔ اجر رسالت میں محبت اہلِ بیتؑ اپنے کی، بحکم خدا طلب کی اس طلبِ اجر میں ہمارے نبی اُس گروہ انبیاءؑ سے خارج نہ ہوئے جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ جو تم سے اجر ہدایت نہ طلب کرے اُس کی پیروی کرو اس لئے کہ یہ اجر مودتِ قربیٰ طلب کرنا اپنے ذاتی نفع کی نظر سے نہیں ہے بلکہ اُمت کی نفع کی غرض سے ہے اس لئے کہ محبت اہلبیتؑ سے مراد اُن کی اطاعت اور اُن کی پیروی اور اُن کو اپنا ہادی اور اپنا امام سمجھنا ہے جیسا کہ حدیث ثقلین میں صاف صاف ارشاد فرمادیا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ میں اجر رسالت یہی طلب کرتا ہوں کہ تم میرے اور خدا کے احکام کو میری اہلبیتؑ سے اخذ کرو تاکہ پوری ہدایت تم کو ہو اور گمراہی سے بچو اب دیکھو کہ یہ طلب گاری اجر کی ہمارے نبی نے اپنے ذاتی نفع کے واسطے نہیں فرمائی بلکہ ہمارے ہی نفع کی غرض سے فرمائی ہے۔ پھر اس کو طلب اجر کون کہہ سکتا ہے یہاں تو غایت اور معنیاً واحد ہو گیا اور یہ اعلیٰ درجہ کی ہدایت ہے جو کسی نبی سے نہیں ہوئی۔

نواسیویں دلیل

۲/۷ امام کی عصمت ممکن ہے اور مقاصد سے خالی ہے اور پورے مصالح پر شامل ہے اور مکلفین کے فوائد دینی اور دنیوی سب اُسی سے وابستہ ہیں اور اُن کی اصلاحِ حال کا پورا ذریعہ ہے اور ہر ممکن پر خدا قادر ہے اور اُس کی خاص توجہ اسی پر ہے کہ ہماری ہر طرح کی بہبودی ہوتی رہے پھر اب امامؑ معصوم کے تقرر سے کون سی

چیز مانع ہے اس لئے کہ قدرت بھی خدا کی ثابت ہوئی اور ضرورت تقررِ معصوم کی بھی ثابت ہے اور کوئی شے روکنے والی بھی نہیں ہے لہٰذا وجودِ معصوم ضرور رہوا۔

دلیل نوے

۷/۴۷۔ امامؑ سے خطا کے صادر ہونے کو محال لازم آتا ہے اور جس چیز سے محال لازم آئے وہ بھی محال ہے لہٰذا امام کا خطا کار ہونا محال بھی ہے۔ پس امام وہی ہے جو معصوم ہو۔ امام سے خطا کا صادر ہونا مستلزم محال کیوں ہے اس لئے کہ امام وہی ہے جس کو خدا کی ہدایت ہمیشہ ہو جیسا کہ دلیل میں گزرا اور امام کی پیروی آیۂ اولی الامر سے ہمیشہ واجب ہے اب ہر وقت صدور خطا کے اگر اُس کی پیروی واجب ہو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اور یہی محال ہے جو امام کی غیر معصوم ہونے سے ہو اس لئے کہ وقتِ واحد میں شخصِ واحد پر امام کی پیروی واجب بھی ہو اور حرام بھی ہو اور یہی اجتماع نقیضین محال ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

دلیل اکانوے

۷/۴۳۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الٰی قولہ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ اس آیت میں وسوسۂ خنّاس سے پناہ مانگنے کا ہمیشہ خدا نے حکم دیا اور ظاہر ہے جس چیز سے پناہ مانگنے کو خدا حکم دے گا وہ شر اور فساد پر شامل ہوگی اور اُس کے کرنے سے خدا ہمیشہ منع کرتا ہے اور امام کی پیروی کرنے کو خدا ہمیشہ واجب کرتا ہے اور جس چیز کو خدا ہمیشہ واجب کرتا ہے وہ ہمیشہ خیر اور اچھی ہوگی۔ اب فرض کرو کہ امام نے براہِ خطا کسی امر کا حکم دیا اب وہی فعل بوجہ خطا ہونے کے یعنی بوجہِ وسوسۂ شیطانی کے قابل پناہ مانگنے کے ہے اور بوجہِ حکم امام ہونے کے واجب الاتباع ہے اب فرمایئے ہم کیا کریں نہ کرتے بنتا ہے اور نہ چھوڑتے بنتا ہے یہ خرابی اسی وجہ سے ہوئی کہ امام معصوم نہ تھا لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

بانویں دلیل

۷/۹۸۔ وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول کہ احیاءِ اموات کی درخواست اطمینانِ قلب کی غرض سے کرتا ہوں اور مراد اس سے یہ نہیں کہ میرا قلب مطمئن نہیں ہے بلکہ جس کی ہدایت کرنی ہے اُس کا قلب مطمئن ہونے سے میرا قلب اُن کے اطمینان لانے پر مطمئن ہو جائے گا۔ اگرچہ مفسرین نے کہا ہے کہ ضمیر متکلم بجائے ضمیر غائب کے فرمائی ہے جیسے۔ وَمَالِنَا لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ۔میں وَمَالَکُمْ لَاتَعْبُدُوْنَ خیر اس آیت سے بخوبی ظاہر ہوا کہ اطمینانِ قلب امورِ دینیہ میں شرطِ ضروری ہے اور کچھ شک نہیں کہ امامت بھی امورِ دینیہ کلیہ سے ہے اس لئے کہ مکلّف امام کے حکم سے خود مقتول ہوتا ہے اور دوسروں کو قتل کرتا ہے لوٹ مار اجرائے حدودِ شرعیہ بجاآوریٔ عبادات اور تصحیح معاملات سب کچھ امام ہی کے حکم سے کرتا ہے لہٰذا امام پر اطمینانِ قلبی کا ہونا نہایت ضروری ہے اسی طرح امامت نبوت کی نیابت ہر امر میں ہے یہ بھی اطمینانِ قلب کو واجب کرتا ہے اور اطمینانِ قلب بدونِ امام کے معصوم ہونے کے ہرگز نہیں ہو سکتا لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

ترانویں دلیل

۷/۱۰۰۔ امامؑ ہمیشہ مُرشد ہے یعنی راہِ راست کا دکھلانے والا ہے اور غیر معصوم ہمیشہ مرشد نہیں ہے بلکہ بعض وقت براہ خطا راہِ راست سے جدا ہو جاتا ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

واضح ہو سا تواں سینکڑا اصل کتاب کا یہاں تک ختم ہوا اور ہم نے کل تیرہ دلائل اس سینکڑے سے لئے اور سب کو تیسرے اور چوتھے حصہ کے واسطے چھوڑ دیا ہے حالانکہ نہایت عمدہ دلائل ہیں مگر عام فہم نہیں ہیں انشاء اللہ اُن کو نہایت شرح اور بسط سے لکھیں گے۔

چورانویں دلیل

۶/۸۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآئَتْکُمُ الْبَیِّنَاتُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ پھر اگر تم کو لغزش ہو بعد اس کے کہ بینات بھی تمہارے پاس آچکے تو جان لو کہ خدا عزیز اور حکیم ہے۔ بینات سے مراد وہی دلائل ہیں جو کھلے ہوئے اور واضح ہوں جن کے سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے میں کسی طرح کا شبہہ اور تردد نہ ہو اور پھر فرمایا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اب دیکھو کہ بینات کی متابعت بھی واجب ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امامؑ کی بھی اطاعت واجب ہے اب یا تو رسول اور امام بینات میں داخل ہیں یا بینات سے رسول اور امام جدا ہیں مگر پیروی اور متابعت سب کی واجب ہے۔ اجماع کل اہل اسلام کا ہے کہ رسول اور امام بینات میں داخل ہیں تو رسول اور امام دونوں کو ایسا ہونا ضروری ہے کہ اُن کی نسبت کسی قسم کا شبہہ خلاف ورزی خدا کا نہ ہو سکے بلکہ جو کچھ وہ کہیں اُس کے صحیح ہونے کا یقین ہو اور اُسی کا نام عصمت ہے لہٰذا نبی اور امام دونوں معصوم ہیں۔

پچانویں دلیل

۸/۱۰۔ بیشک یہ امر صحیح ہے کہ جو مفسدہ اور فتنہ عام اُمت کی خطا کاری سے پیدا ہوتا ہے اُس کا ضرر اکثر تو اُسی شخصِ خاص تک پہنچتا ہے اور کبھی وہ ضرر متعدی ہو کر دوسروں کو بھی پہنچتا ہے لیکن وہ فساد جو امام کی خطا کاری سے بیانِ احکام حلال اور حرام اور اجرائے حدود اور قصاص میں پہنچتا ہے وہ ضرر عام اور فساد کلی ہے۔ اب دیکھو کہ احکام شریعت سے غرض بھی یہ ہے کہ اُمت کے مفاسد جزئیہ دفع ہوں اور امام معصوم کے مقرر کرنے سے غرض یہ ہے کہ دونوں قسم کے فساد برطرف ہوں۔ پھر حکیمِ برحق کی شان کے مناسب ہے کہ فساد خرابی کے برطرف کرنے میں تو اس قدر

اہتمام کرے اور فسادِ کلی اور عظیم یعنی نصب امام خطا کار کو نہ روکے جس کی وجہ سے فسادِ عظیم برپا ہونے کا پورا خدشہ ہے پھر چونکہ جو امام معصوم نہ ہو اُس کو خطا کاری سے بچانے والا دوسرا معصوم درکار ہے اور وہ بھی خطا کار ہے اب تیسرا اور چوتھا بھی خطا کار ہوا۔ لہٰذا واجب ہے کہ امام معصوم ہی کو مقرر کرے۔

چھیانویں دلیل

۸/۲۵۔ وَيَهْدِيهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔ راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے مراد یہ ہے خدا ارادہ کرتا ہے کہ اپنے امر اور نہی میں ہمیشہ راہِ راست کی ہدایت کرے اور جو شخص معصوم نہیں ہے اُس سے یہ بات ممکن نہیں کہ ہمیشہ راہ راست کی ہدایت کرے۔ پھر جس طرح یہ صفت نبی میں بھی ہے زمانہ نبوت میں لازم ہے اُسی طرح لازم ہے کہ ہر زمانے میں کوئی ایسا ہادی غیر نبی ہو جو ہمیشہ راہِ راست کی ہدایت کرے اور وہی امام معصوم ہے۔

دفعِ شبہہ

اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کے ذریعہ سے خدا کی ہدایت پوری ہو چکی اور دین کامل ہو چکا اب ہر زمانہ میں ایسے ہادی کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر زمانہ کی ضرورت کو حدیث ثقلین نے ظاہر کر دیا اور عقلی دلیل وجوبِ وجود حجت کی بحث امامت میں موجود ہے اُسی کو پڑھو۔

ستانویں دلیل

۸/۲۸۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں خلیفہ کا مقرر کرنا خلقت سے پہلے خدا نے شروع فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ خدا کے احکام کو پہچانے والے نبی اور نائبانِ نبی کو قبل اُن لوگوں

کے خدا نے تجویز کرلیا جن کو تکلیف حرام اور حلال کی ہوگی لہٰذا وجود انبیاءؑ اور اوصیاء کا ہمارے وجود سے مقدم ہوا اور یہ تقدم ضرور دلیل ہے کہ وہ لوگ ہم سے علم اور عمل میں افضل اور اقدم ہوں اور یہ بات بدونِ اُن کے معصوم ہونے کے نہیں ہو سکتی لہٰذا نبی اور امام معصوم ہے۔

دفعِ شبہہ

یہ آیت اُسی خلیفہ کی نسبت وارد ہے جو نبی بھی ہو جیسے حضرت آدمؑ اور حضرت داؤد علیہما السلام کہ یہ دونوں خلیفۂ خدا تھے خلیفۂ نبی نہ تھے پھر یہ آیت خلیفہ نبی کے معصوم ہونے پر کب دلیل ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اور خلیفہ نبی میں ضرورت معصوم ہونے کی شرط واحد ہے اور جب ہم نے حصہ اول میں ثابت کر دیا کہ خلیفۂ نبی وہی ہے جس کو خدا خلیفہ بنائے اب دونوں خلیفہ اس آیت کی مصداق ہوئے کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے لہٰذا یہ شبہہ ساقط ہوگیا۔

یہ تو جواب عقلی ہے بطورِ جدل کے یعنی برہانِ جدلی ہے۔ اب ایک حدیث بھی مجھے یاد آئی اُسے بھی سن لیجئے ایک روز جناب امیر علیہ السلام اپنے اصحاب خاص میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب نے آکر آپ پر سلام یوں کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَابِعَ الْخُلَفَآءِ ۔سلام ہو تم پراے چوتھے خلیفہ۔ حضرت نے جوابِ سلام دیا مگر اصحاب کو ناگوار ہوا اُس کے بعد چند مسائل اُن صاحب نے حضرت سے پوچھے اور رخصت ہوئے جب وہ چلے گئے جناب امیرؑ نے اصحاب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے اصحاب نے عرض کی ہم نہیں جانتے یہ کون گستاخی کرنے والے تھے آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے جو کہ چند مسائل پوچھنے آئے تھے اور اُن کی مراد چوتھے خلیفہ سے یہ ہے کہ پہلے خلیفہ حضرت آدمؑ دوسرے خلیفہ حضرت داؤدؑ تیسرے حضرت ہارونؑ اور چوتھا میں (مگر

میں نبی نہیں ہوں) ہمارے شیعوں کی آسانی کی غرض سے یہ تم کو تعلیم کی جاتی ہے کہ اگر کسی مقام پر تم کو ضرورت ہو کہ مجھے چوتھا خلیفہ کہو تو اسے تاویل سے کہنا جس تاویل سے خضرؑ نے کہا ہے۔ اس حدیث سے بھی ہمارا مطلب درست اور صحیح ہو گیا کہ خلیفہ نبی مقرر کردہ خدا ضرور ہے الحمدللہ!

اٹھانویں دلیل

۸/۴۰۔ جب خدائے حکیم نے خلق کو پیدا کیا اور اُن کو اپنے احکام کی بجا آوری کی تکلیف دی اور پھر اُن کو بروز حشر زندہ کرنے جزا اور سزائے اعمال دینے کا وعدہ فرمایا اب اگر ایسا ہادی اور رہنما مقرر نہ کرے جس کے قول کا پورا یقین ہو تو غرضِ الٰہی کے خلاف ہوگا اور غرضِ الٰہی کا فوت ہونا محال ہے لہٰذا تقررِ امام معصوم واجب ہے مثلِ تقررِ نبیٔ معصوم کے بلا فرق۔

ننانویں دلیل

۸/۴۳۔ امامت غیر معصوم کی مستلزم خوف کی ہے اُمت پر اور خوف یہی ہے کہ جب وہ خطا کرے گا اُس کے حکم کی تعمیل میں اُمت گرفتار معصیت ہوگی۔ پھر چونکہ خوف کا دفع کرنا واجب ہے لہٰذا غیر معصوم کو امام نہ بنانا بھی واجب ہوا کہ اگر غیر معصوم امام ہوا اجتماع نقیضین ہو جائے گا اس لئے کہ تقرر امام تو واجب ہے اور دفعِ خوف بھی واجب ہے اب اسی غیر معصوم کے تقررِ میں اُس کا تقرر اور عدم تقرر دونوں واجب ہو گئے اور یہی مراد اجتماع نقیضین سے ہے فقط۔

ایک سویں دلیل

۸/۴۴۔ اُمت پر امامؑ کی پیروی ہمیشہ ہر حکم میں واجب ہے (بجز اُن اوقات کے جن کو امام خود مستثنیٰ کردے) اور کسی شخص کو خلاف حکم امام کے کچھ کرنا

جائز نہیں ہے پس جو شخص ہمیشہ واجب الاتباع ہے اُس کو تمام اُمت سے افضل ہونا بھی ہمیشہ واجب ہے (اس لئے کہ مساوی اور کم رتبہ کی پیروی براہِ عقل جائز نہیں) اب ضروری ہے کہ امام معصوم ہو اور اگر معصوم نہ ہو گا کسی وقت اُس کی نافرمانی بھی جائز ہو گی اور دوسرے شخص کی اطاعت اُس وقت واجب ہو گی (اُس وقت وہ دوسرا شخص امام واجب الاتباع ہو گا) لہٰذا وہ دوسرا شخص اُس وقت امام سے افضل ہو گا اب یہ امام ہمیشہ امام نہ رہا یہ خلافِ عقل ہے۔

میں کہتا ہوں

ہمارے ترجمہ کا پہلا سینکڑا یہاں پر تمام ہوا اور ہم کو نہایت افسوس ہے کہ ایسے ایسے دلیلیں چھوٹ گئیں فقط بنظرِ اسی پابندی کے کہ عام فہم یہ حصہ دوم رہے اہل علم ناظرین ہم سے ضرور کبیدہ، رنجیدہ، غمگین خاطر ہوں گے مگر ہم کیا کریں۔ ورکلویم سنت پیغمبر است۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ۔ اب ہم دوسرا سینکڑا اپنے ترجمہ کا شروع کر کے خدا سے امیدوار ہیں کہ اُسے بھی پورا کر دے۔ **بحق محمد و آله الطيبين۔**

پہلی دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/۴۶۔ امامؑ خلیفہ نبی کا ہے قائم مقام نبی کے اور نبی کو خدا نے بشیر و نذیر کا خطاب دیا کہ بہشت کی بشارت دیتا ہے اور عذابِ دوزخ سے ڈراتا ہے۔ لہٰذا امام بھی بشیر و نذیر ہے اور یہ دونوں باتیں جب بھی پوری ہوں گی جب امام کا قول صحیح اور درست ہو مثلِ قول نبی کے جو بدون عصمت کے ہو نہیں سکتا۔

دوسری دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/۴۷۔ امامؑ حجت ہے خدا کی زمین پر کہ تمام موجودات کا سوائے اپنے سب پر حجت ہے اور ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر حکم میں احکام شرع کی ترویج کرے لہٰذا

محال ہے کہ امام کسی بات میں خطا کرے کسی وقت اور کوئی دوسرا آدمی امام کے سوا اُسی حکم میں صواب پر ہو ورنہ خطا کار غیر معصوم اُس وقت معصوم کی خطا پکڑنے والا ہوگا یعنی جو شخص خطا کار ہے وہ ہمیشہ صواب پر رہنے والے کی خطا کو ظاہر کرے گا اور یہ محال ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے اور یہی مطلوب ہے۔ اس دلیل کو ہم حصہ سوئم میں پھر لکھیں گے۔

تیسری دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/ ۴۸۔ امامؑ خلیفہ خدا ہے زمین پر (دیکھو دلیل ۴۷) اور جو خلیفہ ہے اُس کے مقرر کرنے سے خدا کو منظور یہ ہے کہ ہر امر میں حکم حق جاری کرے یعنی ہر واقعہ میں اُس کا حکم صحیح ہو اور ہر فعل اُس کا درست ہو اور باطل سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہے احکام الٰہی کو بخوبی جانتا ہو۔

چوتھی دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/ ۴۹۔ خدا نے گناہگاروں کو حدود جاری کرنے اور قصاص لینے سے ڈرایا ہے اور یہ خوف دلانا محض ڈرانا نہیں ہے بلکہ اس کا واقع کرنا بھی مطلوب ہے اور یہ طریق اچھا اور بہتر ہے اس لئے کہ نظام عالم کی بقا بدونِ خوف اور رجا کی محال ہے خدا فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ۔ پھر جب گناہگاروں پر حد جاری ہونی ضروری ہے تو کوئی حاکم بھی مقرر کرنا ضروری ہے پھر وہ حاکم اگر وہ بھی گناہ کرے اُس پر بھی حد جاری ہوگی اب سزا یافتہ کا رعب دبدبہ رعایا پر کیا رہ سکتا ہے بلکہ ذلیل اور سب کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اگر گناہ نہ بھی کرے تو احتمال اس کا ضرور ہے کبھی نہ کبھی ضرور کرے گا۔ پورا رعب و دبدبہ اُسی حاکم کا ہوگا جو معصوم ہو اور گناہ کرنے کا اُس پر کبھی شبہہ بھی نہ ہو اور نہ سزا دہی کے احکام جاری کرنے میں خطا کا احتمال اُس پر ہو لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

پانچویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/۵۰۔ خلیفۂ نبی قائم مقام نبی کے ہے جملہ خدمات متعلقہ کی بجا آوری میں اور نبی کو خدا نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ جاہلانِ اُمت کو تعلیم کریں اور حکمت کے امور اُن کو بتلائیں اور اُن کو افعال بد سے باز رکھیں دیکھو خدا فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیۃَ ۔ اس آیت میں تزکیہ کے لفظ سے مراد یہ نہیں کہ بعض گناہوں سے اُمت کو بچائے بلکہ جملہ اقدام کے گناہ سے روکے۔ پھر اگر خود وہ نبی یا قائم مقام نبی جملہ گناہوں سے پاک نہ ہوگا دوسرے کو کیا خاک روکے گا۔

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند وست را
محتسب گرمئے خورد معذور دارد مست را

دفع شبہہ

اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ آج تک کسی نبی اور امام سے ایسا کام پورا نہ ہوا کہ اُمت کو جمیع گناہوں سے پاک کر دیتا اور اگر کر دیتا تو ساری اُمت معصوم ہو جاتی پھر نبی اور امام کے تقرر سے فائدہ کیا ہوا جب اُمت آلودہ گناہ باقی رہی اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اور امام کا کام یہ ہے اُمت کو آلودۂ گناہ ہونے سے کوشش کرے کہ محفوظ رہے اس کوشش میں بھی وہی پورا ہوگا جو معصوم ہو پھر جب امام نے کوشش پوری کر دی اب ماننا نہ ماننا ہمارا کام ہے نہ خدا نے ہم کو مجبور کیا ہے اور نہ امام مجبور کر سکتا ہے۔ اِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغ ۔ نبی اور امام پر حکم خدا کا پہنچا دینا واجب ہے بس۔

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
اچھی بری ہم آپ کو سمجھائے جاتے ہیں

چھٹی دلیل سینکڑے دوم کی

۸/۵۱۔امامؑ قائم مقام نبی کے ہے اُس کو ضروری ہے کوئی بات خدا کی طرف نسبت دے کر سوائے سچ کے غلط نہ کہے اس لئے کہ خدا نے ہمارے نبی کو حکم دیا ہے وہ کہیں۔ حَقِيقٌ عَلَىّٰ اَن لَّا اَنْزَلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۔سزاوار ہے مجھ پر کہ خدا کی طرف نسبت دے کر بجز سچ بات کے اور کچھ نہ کہوں لہٰذا امام پر بھی وہی واجب ہے جو نبی پر واجب ہے اور اس کا اطمینان اُسی امام سے ہم کو ہوگا جو معصوم ہو کہ عمداً اور سہواً خدا پر افترا نہ کرے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

ساتویں دلیل سینکڑا دوسرا

۸/۵۹۔وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ الاٰية۔
اس آیت میں امورِ مشتبہ اور مشکلہ کا رد کرنا رسول پر اور اولی الامر (امام) پر خدا نے واجب کیا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ جس طرح رسول اُن کو حل کرے گا اُسی طرح امام بھی کرے گا کچھ فرق نہیں ہے۔ پھر اگر رسول اور امام جائز الخطاء ہو تو اُمت کے دیگر اشخاص جائز الخطاء کی برابر ہو جائے تخصیص سے کیا فائدہ ہے اور کسی قسم کی ترجیح رسول اور امام کو افراد اُمت پر نہ رہی لہٰذا رسول اور امام دونوں کا معصوم ہونا واجب ہے۔

میں کہتا ہوں

جس طرح اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کی خدا نے یکساں فرمائی اُسی طرح ردِ اُمور مشتبہ اور اُن کا حل کرنا اس میں بھی رسول اور امام کو برابر کر دیا ہے اب کیا شبہہ باقی رہا امام کے قائم مقام میں اور امام اور خلیفہ کے معصوم ہونے میں۔

آٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۸/۶۳۔ امامؑ کا ہادی ہونا ضروری ہے اور کوئی ہادی غاوی نہیں ہوتا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام کبھی غاوی نہیں ہوتا اب امام کا ہادی ہونا تو اس آیت سے ثابت ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ۔ ہم نے اُن کو امام بنایا کہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے ہیں لہٰذا امام ہادی ضرور ہے۔ اب رہی یہ بات کہ امام غاوی (مضل اور گمراہ کرنے والا) نہیں اُس کا ثبوت خدا فرماتا ہے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۔ تمہارا نبی نہ گمراہ ہے اور نہ غاوی ہے۔ میرے خاص بندوں پر تیرا دسترس نہ ہوگا ہاں جو شخص زمرۂ غاویوں سے تیری پیروی کرے گا اُس پر تیرا تسلط ہوگا اب معلوم ہوا جو کوئی شیطان کی پیروی کرے وہ غاوی ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بندگانِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو غاوی کی جو تابع شیطان ہو اور دوسری قسم مخلصین کی جو پیروی شیطان کی نہ کرے چنانچہ اُن کا ذکر دوسری آیت میں ہے شیطان کا قول خدا نقل کرتا ہے۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ سب بنی آدم کو میں اغوا کروں گا مگر تیرے بندے جو مخلص ہیں اُن کو اغوا نہ کروں گا اب ثابت ہو گیا کہ امام مخلصین میں سے ہے پھر تو ضرور معصوم ہے کبھی پیروی شیطان کی نہ کرے گا۔

آٹھواں سینکڑا

اصل کتاب کا یہاں پر ختم ہو گیا اب نویں سینکڑے سے شروع کرتا ہوں۔

نویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اے بنی آدم تمہارے پاس ہمارے رسول آتے ہیں اور وہ تمہارے ہم جنس ہیں ہماری آیت

کو تم پر ظاہر کرتے ہیں اب جو شخص اُن کی ہدایت سے ہم سے ڈرے اور نیک عمل کرے اُن پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ اُن کو کچھ حزن و ملال ہوگا اس آیت سے بخوبی ظاہر ہوا کہ ہر زمانہ میں ایسا ہادی ضرور ہے کہ آدمیوں کو بجا آوری احکام الٰہی کی ہدایت کرتا رہے اگر خلقت اُس کے حکم کی پیروی کرے گی بے خوف عذاب الٰہی سے ہوگی اور جب اُس امام کی پیروی کرنے والے عذابِ الٰہی سے بیخوف ہیں پھر وہ امام تو بالا ولیٰ اس صفت کے لائق ہوگا اس لئے کہ پورا تقویٰ اور پورا عمل خیر تو اُسی سے ادا ہوگا۔ دوسرے معنیٰ اس آیت کے جن کو جناب علامہؒ نے مراد لیا ہے یہ ہیں کہ جو رسول یا ہادیٔ اُمت تقویٰ پر کاربند ہو کر اصلاح اُمت کرے گا وہ بالکل عذاب خدا سے بیخوف ہے اور کسی طرح کا حزن واندوہ اُسے نہ ہوگا اس لئے کہ خوف کی لفظ نکرہ ہے اور نفی کے بعد واقع ہوئی ہے مفید عموم کے ہے یعنی ہر طرح سے وہ ہادی بے خوف رہے گا اور ہر طرح کی بیخوفی جب ہی ہوگی کہ وہ شخص کبھی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو اور وہی معصوم ہے۔

میں کہتا ہوں:

اس آیت سے اثباتِ عصمتِ امامؑ کی تین وجہ سے ہوتی ہے اول تو لفظ تقویٰ اس لئے کہ متقی تو اور بھی ہیں مگر اتقٰی یعنی بڑا متقی وہی ہے جو معصوم ہو چنانچہ آیہ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔کو بعض مفسرین اہلسنت بھی کہتے ہیں کہ جنابِ امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے دوم اصلاح یہ کام خاص نبی اور امام کا ہے اور چونکہ ذکر رسولوں کا ہے اور یہ آیت خاص رسول اور امام سے متعلق ہے لہٰذا مراد اصلاح سے اصلاحِ اُمت یعنی ہدایت ہے تیسرے ہر طرح کی بیخوفی مقتضی اسی کی ہے کہ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ اور پوری پوری اصلاح چونکہ نبی اور امام کرتا ہے لہٰذا وہی اس عام قسم کی بیخوفی اور بے حزنی کا مستحق ہے اور پہلا استحقاق اُسی کو ہے بلکہ سوائے معصوم کے عام طرح کی بیخوفی کسی کو نہیں ہے اس لئے کہ جو غیر معصوم ہے اُس کو کچھ

نہ کچھ خوف ضرور ہے چنانچہ فرمایا: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ جس نے ذرہ برابر بھی کوئی فعل بد کیا ہے اُس کی سزا پائے گا دوسری جگہ فرمایا۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ ۔ بروزِ قیامت عمل خیر اور عمل بد کرنے والے دونوں اپنے اپنے جزا اور سزا کو پائیں گے یہ دونوں آیات غیر معصوم کے حق میں وارد ہیں لہٰذا عام طور کی بے خوفی خاص معصوم سے ہے۔

دسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۲/۹۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔ جن لوگوں نے ایمان لا کر نیک عمل کیے (ہم کسی کو تکلیف عمل کی اُسی کی برداشت سے زیادہ نہیں دیتے) وہی لوگ نیک عمل کرنے والے بہشتی ہیں جو ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ امام کو خدا نے انہی لوگوں کے نیک عمل کرنے کے واسطے مقرر فرمایا ہے لہٰذا وہ اعمال خیر ضرور ہے کہ امام خود بھی کرتا رہے اب چونکہ لفظ اَلصّٰلِحَات جمع ہے اور لام استغراق کا اس پر داخل ہے لہٰذا تمام صالحات مراد ہیں اور تمام نیک اعمال سوائے معصوم کے اور کون کر سکتا ہے اور ایمان کامل اور تمام نیکوکاری ترکِ معاصی کو مستلزم ہے اور یہی صفت معصوم کی ہے لہٰذا سب سے زیادہ مستحق اس آیت کا معصوم ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ جملہ معترضہ ہے جو کہ اس آیت میں وارد ہے کہ برداشت سے زیادہ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے یہی جملہ صاف دلالت کرتا ہے کہ ایمان مومنین اور بجا آوری اعمال خیر کے درجات مختلف ہیں جس کی جس قدر برداشت علم اور عمل کی ہے اُسی قدر اُسے تکلیف خدا کی طرف سے ہے۔ ایسے بھی بندے ہیں جو ایمان کے اعلیٰ درجہ پر اور نیکوکاری میں پورے ہوتے ہیں لہٰذا سب سے زیادہ مصداق اس آیت کے وہی لوگ ہیں یعنی معصومؑ۔

گیارہویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ حمد اُس خدا کے شایان ہے جس نے ہم کو ایسے اچھی ہدایت کی اور ہم کبھی ہدایت یافتہ نہ ہوتے اگر خدا ہم کو ہدایت نہ کرتا اس طرح کہ رسول ہمارے پروردگار کے سچی ہدایت لے کر آئے۔ اُوپر ہم نے چند مقام پر ثابت کر دیا ہے کہ سچی ہدایت بدونِ معصوم کے ہو نہیں سکتی یعنی سچی ہدایت کے لیے ہادی معصوم لازم ہے پھر چونکہ سچی ہدایت کا یہ لوگ اقرار کریں گے کہ ہو چکی لہٰذا جو لازم ہے یعنی ہادی معصوم وہ بھی ضرور ہوا ہے یعنی امام معصوم ثابت ہوا۔

بارہویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۷۔ امامؑ سبب ہے محبت خدا کا اور جو شخص گناہگار ہے اُس کے پیروی کبھی محبتِ الٰہی کا سبب نہیں ہو سکتی اب نتیجہ یہ ہوا کہ امام گناہگار نہیں ہو سکتا اور اُسی کو ہم معصوم کہتے ہیں لہٰذا امام ضرور معصوم ہے اب رہا ثبوت اس کا کہ امام محبت خدا کا سبب ہے اُس کی دلیل یہ ہے کہ امام کی پیروی برابر ہے نبی کی پیروی کے بنظرِ آیت اولی الامر کے اور ہے کی پیروی خدا کی محبت کو لازم کرنی ہے جیسا فرمایا: فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا لہٰذا امام کی پیروی بھی محبت خدا کی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ گناہگار کی پیروی خدا کی محبت نہیں خدا فرماتا ہے وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور گناہ گار ضرور معتدی (ظالم) ہے۔

میں کہتا ہوں:

گناہگار کی پیروی گناہ میں ضرور حرام اور ناجائز ہے۔ پھر کیونکر موجب

محبتِ خدا ہوسکتی ہے اور غیر گناہ میں یعنی جس کا گناہ ہونا یا نہ ہونا مشکوک ہے اور اُس میں اس کی پیروی سے بھی خوشنودیٔ خدا مشکوک ہے یہ بھی موجب محبت خدا بالیقین نہ ہوگی۔ اب رہے وہ افعال جو یقیناً گناہ نہیں ہیں اُن کے یقیناً گناہ نہ ہونے کا علم ہم کو معصوم کے فرمانے سے ہوتا ہے اُس میں پیروی گناہگار کی نہ رہی بلکہ قول معصوم کی لہٰذا موجب محبت خدا ہر پھر کر وہی پیروی معصوم کی رہی اور یہی ہمارا دعویٰ تھا۔

تیرھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۲/۹ا۔ وَمَن يَّعْصِ اللّٰهَ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اور حدود مقرر کردۂ خدا سے تجاوز کرے (کمی بیشی) اُس کو خدا دوزخ میں ڈالے گا ہمیشہ اس میں رہے گا اور اُس کے واسطے عذاب خواری کرنے والا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں ہر ایک معصوم کو اس صفتِ بد سے موصوف ہونا ممکن ہے اس لئے کہ وہ معصوم نہیں ہے اور امام وہ ہے جو بالضرر ایسے صفت سے موصوف نہیں ہوسکتا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم ہرگز امامؑ نہ ہوگا۔ امام کا ایسی صفت بد سے موصوف نہ ہونا کیوں ضروری ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کی طرف رجوع کرنا بغرضِ پیروی کے واجب اور ضروری ہے اور جو شخص عاصی اور متعدی حدود الٰہی کا ہے وہ ظالم ہے اور ظالم کی طرف رجوع کرنا ہرگز جائز نہیں ہے خدا فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔ ظالموں کی طرف رجوع نہ کرو اب ثابت ہوگیا کہ غیر معصوم امام واجب الرکون کا (اتباع) نہیں ہوسکتا۔

چودھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۳/۹ا۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ ۔ ہم نے اُن کو ایسا امام اور پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے ہیں اور نیک اعمال

کرنے کی اُن کو بذریعہ وحی (بمعنی عام) بتلائے اور نماز گزاری اور ادائے زکوٰۃ کے اُن کو تعلیم کی اور ہماری عبادت کے وہ لوگ پابند ہوئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ امام کی (۴) صفات ہیں (۱) خدا نے اُن کو امام بنایا ہے اُمت کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ (۲) خدا کے حکم کی ہدایت کرتے ہیں اُن لوگوں کو جن کی وہ امام ہیں (۳) ہدایت حکم خدا سے ہوتی ہے مراد یہ ہے کہ جس امر کا حکم خدا دیتا ہے (یا دے چکا ہے) خدا کے حکم سے اُسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ بھی خدا کی نہی سے ہوتا ہے اور کوئی فتویٰ نہیں دیتے سوائے حکم خدا کے (۴) خیرات یعنی امور خیر کو کرتے ہیں نماز گزار ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جمیع عبادات کی بجا آوری کے پابند ہیں ان اوصاف کا مجموعہ بجز معصوم کے کون ہوسکتا ہے اور خدا نے جب اُن کو امام بنایا پھر عاصی اور ظالم اور معتدی کو خدا کیونکر امام بنا سکتا ہے؟ البتہ یہ تو اُمت کا بنایا ہوا ہوسکتا ہے۔

پندرھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۵۔ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۔ نہ جھگڑا کرو تم ان لوگوں سے جو اپنے حق میں خیانت کرتے ہیں۔ جو غیر معصوم ہے اُس میں اس خرابی کا ہونا ممکن ہے اور امام میں ہر طرح اس خرابی کا ہونا بے جا ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اُس کے قول اور فعل پر اطمینان نہ ہوگا اور اُس کی پیروی کرنے میں خطا سے امان ہوگا بلکہ خوفِ معصیت غالب ہوگا لہٰذا اُس کے تقرر سے جو فائدہ مطلوب ہے فوت ہوجائے گا۔

سولھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۶۔ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۔ جس وقت

ثابت یا ظاہر کرتی ہیں اُس خبر کو جن کا کہنا پسندیدہ نہیں ہے اور خدا کا علم اُن کے اعمال پر محیط ہے آگاہ ہو جاؤ یہ وہی لوگ ہیں جن سے تم نے امور زندگی میں جھگڑا کیا تھا اب بروزِ قیامت خدا سے کون اُن کی طرف سے لڑے گا اور کون اُن پر وکیل ہوگا۔ یہ صفات بھی بدی کے اور غیر معصوم میں ہو سکتے ہیں اور امام میں بھی ان کا ہونا ممکن نہیں لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔

سترہویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۷ اَوَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا۔ جن لوگوں نے آیاتِ خدا کی اہانت کی اور غرور کیا اُن کو عذابِ دردناک میں خدا ابتلا کرے گا اور نہ پائیں گے لوگ اُن کا سوائے خدا کے کوئی ولی اور مددگار۔ غیر معصوم میں یہ صفات ہو سکتی ہیں اور امام میں بھی ان کا ہونا ممکن نہیں لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں

پندرہویں دلیل سے لغایت (۱۷) مکرر ہے اور ایسے مکررات آئندہ اور بھی آئیں گے مگر غرض ہماری یہ ہے کہ جس قدر بُرے اخلاق اور عادات کو خدا ذکر کرتا ہے امام کا اُن سب سے بری ہونا واجب ہے پھر چونکہ بری عادات اور افعال جو قرآن مجید میں منصوص ہیں اور خدا نے اُن کو جدا جدا ذکر فرما دیا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ بالاجمال بھی اخلاق بد اور اعمال خراب کو خدا نے ذکر فرمایا اور تفصیل سے بھی۔ لہٰذا ہم کو باتباع قرآن واجب ہے کہ اُن آیات کو جو تفصیل میں افعال بد کی ہیں لکھیں اور کہہ دیں کہ امام میں اس صفت کا ہونا نہیں چاہئے اور جو خرابی اُس فعل بد کے ہونے سے امام میں لازم آتی ہے اُس کو بھی لکھ دیں اس لئے کہ خرابی ہر ایک وصفِ بد کی جدا جدا ہے اُس میں تکرار نہیں ہے یہی سبب قوی ہے کہ علامہؒ نے اس تکرار کو ضروری سمجھ کر طول دیا ہے پھر چونکہ بعض امور خراب کے نتائج بد واضح تھے

اُن کو نہیں لکھا اور جن خراب امور کے نتائج واضح نہ تھے اُن کی تصریح بھی کر دی ناظر کتاب ہذا کو مکرر رات پڑھ کر سوچنا لازم ہے یہ نہ سمجھنا کہ تکرار بے فائدہ ہے۔

اٹھارہویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۸۔ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوراً مُّبِیْناً ۔ اے گروہِ مردمان تمہاری طرف روشن دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے آ چکی اور ہم نے نورِ مبین (ظاہر اور کھلا ہوا تم پر اُتارا ہے۔ مراد اس سے قرآن ہے اور قرآن میں متشابہ اور مجاز سب کچھ ہے جس کی تاویل کو خدا نے اولی العلم سے سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ اب وہی اولی العلم مبین اور مفسر قرآن ہوں گے جن کی تاویل اور تفسیر میں کسی طرح کا شبہہ اور شک نہ ہو اور وہی معصوم ہے۔

اُنیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۹۔ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ خدا نے تم کو تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا اور اختیار کرنا اُس فعل کا جو موجب اطاعت اور بچانے والا معصیت سے ہو یقیناً اور جب کسی امر میں شبہہ پیدا ہو کہ حرام ہے اُس سے اجتناب کریں اور جس کتاب میں یہ احکام نازل فرمائے وہ مجمل ہے اور بعض جگہ تاویل طلب ہے اب اگر امام قرآن کی تفصیل اور تاویل کرنے والا غیر معصوم ہے اُس کی اطاعت کے واجب ہونے سے حرج عظیم واقع ہو گا اس لئے کہ اُس کے قول پر یقین ہو نہیں سکتا لہٰذا پورا تقویٰ حاصل نہ ہو گا اور پھر خدا نے حرج کو دین سے بالکل اُٹھا دینے کا بھی اعلان فرما دیا ہے۔ چونکہ امام غیر معصوم کے تقرر سے حرج عظیم لازم آتا ہے اور اُس کو خدا نے اُٹھا دیا لہٰذا امام غیر معصوم جو ملزومِ حرج ہے وہ بھی اسی آیت سے مٹ گیا۔

بیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۰۔ وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ وَلَعَلَّکُمْ

تَشۡكُرُوۡنَ ۔ مگر خدا کا یہی ارادہ ہے کہ تم کو پاک صاف کر دے اور اپنی نعمت کو تم پر پوری اتارے شاید تم شکر گزار ہو جاؤ تطہیر مکلفین کے بُرے کاموں اور حرام افعال سے بدونِ تقررِ امامٔ معصوم کے نہیں ہو سکتی جس کی قول پر ہم کو یقین ہو اور اتمام نعمت یعنی نجاتِ اُخروی کا حاصل ہونا یہ بھی بجا آوریٔ اطاعات اور ترکِ محرمات پر موقوف ہے پھر اُن احکام کا بیان کرنا ہم سے اور اُن میں خطا اور عمداً کا شبہہ نہ ہونا یعنی احکام الٰہی کا صحیح طور سے سمجھنا اور صحیح صحیح اُن کو بیان کرنا یہ سب کچھ امام معصوم ہی کا کام ہے لہٰذا اُس کا معصوم ہونا واجب ہے۔

اکیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۲۱/۹۔ فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قَاسِيَةً يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ۔ اس آیت میں تین امرِ شنیع کا ذکر ہے میثاق یعنی عہد و پیمان خدا کو توڑ ڈالنے والے کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا (لعنت سے بھی مراد ہے) اور اُن کے دلوں کو سخت یا بے رحم کر دیا کہ کلماتِ الٰہی کی تحریف کرتے ہیں اور جس خط اور نصیب کی اُن کو یاد دہانی کی گئی تھی (دنیا یا آخرت میں) اُسے بھول گئی اب دیکھو جو غیر معصوم ہے ممکن ہے کہ ان صفاتِ ذمیمہ سے موصوف ہو چنانچہ اُن میں ہی غیر معصوم کی خبر دہی خدا کرتا ہے اور معصوم کا ان صفات سے موصوف ہونا محال ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے تا کہ ان خراب افعال کا گمان اُس پر نہ ہو۔ یہ دلیل بھی مکرر ہے مگر اُسی فائدہ کی غرض سے جس کو ہم نے دلیل ۷ امیں لکھ دیا ہے۔

بائیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۲۲/۹۔ لَا يَحۡزُنۡكَ الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡكُفۡرِ اِلٰى قَوۡلِهٖ وَاحۡذَرُوۡا ۔ تم کو اے رسول رنج نہ دیں وہ لوگ جو کافر ہونے میں جلدی کرتے ہیں تا لفظ واحذروا کفر سے مراد بے دینی یا کفرانِ نعمت وغیرہ سب کچھ ہو سکتا ہے یہ

اور قسم کی بدکرداری ہے اور وہی لوگ اس سے موصوف ہوئے اور ہو سکتے ہیں جو معصوم نہ ہوں اور امام کا ایسے افعال کا کرنا محال ہے لہٰذا امام معصوم ہے۔

تیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۳۔ وَمَن يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ لَاقَوْلُهُ لِلسُّحْتِ ۔اس آیت میں بھی جدید اقسام گناہ ہوں گے بیان فرمائے جس سے غیر معصوم کا موصوف ہونا ممکن ہے۔ سحت کے معنے حرام خواہ ناجائز تجارت اور پیشہ کے ہیں اور غیر معصوم پر دو طرح سے اس کے کرنے کا شبہ ہو سکتا ہے اولاً تو گناہ کرنے والا معصوم نہیں دوم حلال اور حرام کے احکام کا پورا عالم نہیں لہٰذا قابل امامت کے نہ ہوگا اور معصوم دونوں طرح سے اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا لہٰذا وہی امام برحق ہے۔

چوبیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۵۔ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ ظلم نہ کرو خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ یہ دلیل مکرر گذر چکی ہے یہاں پر فائدہ جدیدہ یہ ہے کہ اَلْمُعْتَدِيْنَ پر الف لام استغراق کا ہے جو عموم کو مفید ہے یعنی کسی قسم کا ظلم ہو سب کو خدا دوست نہیں رکھتا ہے پھر چونکہ دوست نہ رکھنا یہ خدا کی صفتِ سلبیہ ہے اس کا بھی واجب ہونا مثلِ صفاتِ ایجابیہ کے ہے جیسے کہ علم کلام میں ثابت کیا گیا ہے اور غیر معصوم کا ظالم ہونا بھی اوپر چند قسم پر ثابت ہو چکا لہٰذا امام جو محبوبِ خدا ہے وہ کبھی معتدی اور ظالم ہو نہیں سکتا۔

پچیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۸۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۔کون شخص زیادہ تر ظالم ہے اُس آدمی سے جو خدا پر افترائے کذب کرے غیر معصوم اگر فاسق ہے وہ تو عمداً بھی افترا کر سکتا ہے اور کرتا ہے اور اگر بظاہر فاسق نہیں ہے مگر جاہل مسائل

اوراحکام الٰہی سے ضرور ہے اور جاہل حکم عامد میں ہے یعنی عمداً خلاف حکم خدا کرنے اور جہالت سے کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے بجز چند مسائل کے جو مستثنیٰ ہیں لہٰذا غیر معصوم عمداً کرے خواہ جہالۃً دونوں طرح مفتری ہو سکتا ہے اور معصوم کسی طرح سے خدا پر افترائے کذب نہیں کرتا لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا اور یہی مراد ہے۔

چھبیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۸۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۔ یعنی اکثر آدمی اُن میں سے جاہل ہیں اور جو غیر معصوم ہے جمیع احکام الٰہی سے جاہل ضرور ہے اور امام کوئی ایسا نہیں جو احکام الٰہی سے جاہل ہو اس لئے کہ اُس کا تقرر اسی غرض سے ہوا ہے کہ جہالت کو اُمت سے دور کردے لہٰذا غیر معصوم کبھی امام نہیں ہو سکتا ہے۔

ستائیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۹۔ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۔ بعض اُن میں سے بعض کو بنا بنا کر جھوٹی باتیں سناتے ہیں فریب دینے کی غرض سے ازروئے جہالت کے اور کوئی امام برحق ایسے فریب دینے سے موصوف نہیں ہو سکتا لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

اٹھائیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۱۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ ۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی خواہشوں سے عام لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو غیر معصوم ہیں اور امورِ حقہ سے جاہل ہیں جن کا اضلال عمداً یا جہالۃً ہوتا ہے اور امام کا تقرر ضلالت کے دور کرنے کے واسطے ہے پھر غیر معصوم امام کیونکر ہو سکتا ہے۔

اُنتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۲۔ اِنَّ رَبَّكَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۔ پروردگار تمہارا زیادہ تر عالم

ہے ظالموں کا۔ زیادہ عالم ہونے سے یہ غرض ہے کہ ظلم خفی اور ظلم ظاہری سب کو جانتا ہے اور اپنے بندوں پر ظلم کرنے کا کبھی ارادہ نہیں کرتا ہے اور امام غیر معصوم کا ظلم ظاہری اور پوشیدہ دونوں ممکن ہے لہٰذا غیر معصوم کبھی امام نہ ہوگا۔

تیسیوں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْیَقْتَرِفُوْنَ جو لوگ گناہ کو حاصل کرتے ہیں (یعنی گناہ کرتے ہیں) قریب ہے کہ اُس کی جزا پائیں بسبب افترا کرنے کے...... اس آیت کا مصداق غیر معصوم ہے معصوم کبھی ایسا نہیں ہوسکتا لہٰذا غیر معصوم امام کبھی نہ ہوگا۔

اکتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۴۔ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صِغَارٌ عِنْدَاللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا کَانُوْایَمْکُرُوْنَ ۔ قریب ہے پہنچے مجرمین کو ذلت اور رسوائی خدا کی طرف سے اور عذابِ شدید بعوض اُن کے مکر کرنے کے اُن کو نصیب ہوگا امام معصوم کو کبھی خدا ذلیل نہیں کرتا ہے اور نہ وہ ہادی مکر اور فریب کرتے ہیں اور غیر معصوم سے ممکن ہے کہ فریب بھی کرے اور ذلیل بھی ہو لہٰذا وہ امام نہیں ہوسکتا۔

بتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۳۵۔ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ ظالم کو کبھی فلاح اور رستگاری نہ ہوگی اور امام ہمیشہ فلاح اور رستگاری میں ہے پھر چونکہ غیر معصوم ظالم ہے جیسا مکرر گزرا لہٰذا وہ امام نہیں ہوسکتا۔

تینتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی:

۹/۳۶۔ اِن یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَّاِنْهُمْ اِلَّایَخْرُصُوْنَ ۔ یہ بھی خطاب غیرِ معصوم کی طرف ہے یعنی یہ لوگ فقط ظن کی پیروی کرتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں

محض گمان اور ظن پر بنا کر کے باوجودیکہ محض کذب اور دروغ ہوتا ہے اور امام معصوم وہی ہے کہ اُس کی ہر ایک قول اور فعل کی بنا یقین پر ہو اور جو کچھ کہے سچ ہو لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

چونتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۳۷/۹۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ۔ بدکام جن کی برائی ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اُس کے پاس نہ جاؤ۔ غیر معصوم سے ظاہری اور باطنی فواحش کا صدور ہر وقت جائز ہے پھر جب اس وصف ممکن کا واقع ہونا بھی ہو جائے اب وہ شخص عاقل نہ رہے گا اور غیر عاقل کی پیروی محض بے عقلی ہے اور امام کا تقرر اسی بے عقلی کے روکنے کے واسطے ہوتا ہے جس کو یہ غیر معصوم خود کر رہا ہے اب وہ کیونکر امام ہو سکتا ہے۔ اور اگرچہ غیر معصوم سے عمداً ایسا فعل واقع نہ بھی ہو تو سہواً خواہ بنظرِ جہالت کون اُس کو روک سکتا ہے۔

پینتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۳۸/۹۔ فَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ۔ جب کچھ کہو تو عدل وانصاف سے کہو غیر معصوم سے پابندیٔ عدل اور انصاف کی قول اور فعل میں یقینی نہیں ہے اور امام جب کہے گا ضرور پابندِ عدل اور انصاف ہوگا لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حکم یہ ہوا کہ ہمیشہ عدل کے پابند رہو۔

چھتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۳۹/۹۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ ۔ کون زیادہ تر ظالم ہے اُس شخص سے جو آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرے باوجودیکہ آیاتِ الٰہی کو غلط سلط بیان کرے یا آیات بنا کر اُن کو خدا کی طرف منسوب کریں یہ مذمت بھی غیر معصوم کی ہے اور اس عیب سے پورا پاک صاف وہی ہو سکتا ہے جو معصوم ہو۔ پھر جب تک ہم

کو یقین کسی پر اس عیب سے پاک ہونے کا نہ ہو ضرور اس کی پیروی خطرناک ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔

سینتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۴۰۔قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا ۔ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ مجھے میرے پروردگار نے سیدھی راہ دکھلائی ہے ایسے دین کی جو استوار ہے۔ مراد صراطِ مستقیم سے جملہ اقوام اور افعال اور جملہ ترک کرنے والے امور یعنی گناہان صغیرہ اور کبیرہ ان سب کی ہدایت ہے اور یہی مطلوب عصمت سے ہے اور امامؑ قائم مقام نبی کے ہے لہٰذا یہ صفات اُس میں بھی ضرور ہونے چاہئیں تا کہ مراد نصبِ امامؑ سے جو ہے پوری ہو جائے۔

اڑتیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۴۱۔وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نامہ اعمال سبک (ہلکا) کم وزن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے آپ کو زیاں کاری میں ڈالا اس وجہ سے کہ ہماری آیات سے ظلم کرتے تھے یعنی کمی کرتے تھے آیات کی شان میں خواہ اُن کی تبلیغ میں ظاہر ہے جو غیرِ معصوم ہے اُس سے اس ظلم کا صدور ممکن ہے اور کسی امام سے ایسا ظلم ہرگز ہو نہیں سکتا لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

اُنتالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۴۳۔یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ۔ اے اولادِ آدم دیکھو تم کو شیطان فریب نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو فریب دے کر بہشت سے نکلوایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم کو گناہوں میں مبتلا کر کے بہشتی ہونے سے روکے۔

چونکہ ہر ایک غیرِ معصوم پر تسلطِ شیطان کا اشتباہ ممکن ہے اور اسی وجہ سے وہ دوزخ کا سزاوار ہوسکتا ہے اور امام معصوم قطعی جنتی ہے لہٰذا کوئی غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا ہے۔

چالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۴۵۔ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شیاطین کو اپنا دوست یا سرپرست بنایا ہے خدا کو چھوڑ کر اور گمان ان کا یہ ہے کہ اس بدکرداری میں وہ ہدایت یافتہ ہیں یعنی باوجود گمراہ ہونے کے اپنے آپ کو راہِ راست پر سمجھ رہے ہیں اور یہ صفت بھی غیر معصوم کی ہے اور ممکن بھی ایسا ہے جس کا واقع ہونا غیر معصوم سے کچھ بعید نہیں اور امام معصوم جو عالم جزئیات اور کلیات کا ہے اور شیاطین کے مکر اور فریب کے جتنے امور ہیں سب کو جانتا ہے وہ کبھی دامِ تزویر (مکر کا جال) میں نہیں آسکتا ہے لہٰذا وہی امام ہے۔

اکتالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۴۶۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اس آیت میں خدا نے تمام امور کا ذکر فرمایا ہے جو امام ہادی اور اُمتِ مہتدی سے متعلق ہیں کہہ دو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میرے پروردگار نے بس یہی امور حرام کر دیے ہیں وہ کیا ہیں فواحشِ ظاہری اور پوشیدہ اور اثم یعنی گناہ اور بغاوت جو حق پر نہ ہو اور شرک کرنا ایسے امر میں جس کی کوئی حجت خدا نے نہیں اُتاری۔

یا نسبت دینا خدا پر اُس قول کا جس کو تم بالیقین نہیں جانتے ہو۔ یا جس قدر بری باتیں ہیں سب کا واقع ہونا تمام خلائق سے زیادہ امام غیر معصوم سے متوقع

ہے اس لئے کہ وہ سرکردہ اور پیشوا ہے اور ہر ایک غیر معصوم ان کے کرنے میں مشتبہ ہوسکتا ہے اور اُسی کی چلتی بھی زیادہ ہے جو افسر اور سردار ہو ورنہ ادنیٰ درجہ کے آدمی کو کب اس کا حوصلہ ہوسکتا ہے اور کون اُس کی سنے گا لہٰذا امام غیر معصوم کا مقرر ہونا ہرگز نہیں چاہیے بلکہ امام وہی ہے جو معصوم ہو اور اُس پر کسی امر کا امور مذکورہ آیت سے اشتباہ نہ ہو۔

بیالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

• ۹/ ۴۷۔ ہر ایک غیر معصوم تمام جزئیاتِ احکامِ الٰہی کو ہرگز نہیں جانتا ہے بلکہ بعض احکام کو بذریعہ اجتہادِ ظنی کے معلوم کرتا ہے (مگر وہ بھی مشکوک) اور امام معصوم کل جزئیاتِ احکام کو بطورِ یقین کے جانتا ہے اور اجتہاد کرنا اُس کو حرام ہے ورنہ خدا کے حکم کو بدونِ علمِ یقین کے کہے گا اور داخل اُس گروہ میں ہوگا جس کی مذمت خدا نے کی ہے پھر اُس کی پیروی کب جائز ہوگی لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

تینتالیسویں دلیل دوسرے سیکڑے کی

۹/ ۴۸۔ اَنْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ خدا کی رحمت سے ظالمین کو دوری ہے۔ اوپر چند مقام پر ثابت کر دیا ہے کہ غیرِ معصوم ظالم ہے اور ظالم پر لعنت وارد ہوئی اور امام معصوم ہمیشہ موردِ رحمتِ خدا ہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

چوالیسیویں دلیل دوسرے سینکڑے کی:

۹/ ۴۹۔ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا ۔ جب اول اُس گروہ کا آخر سے مل جائے گا اب گروہِ اوّل آخری گروہ سے کہے گا پروردگارا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا ان کو دوگنا عذاب دے خدا کہے گا سب کو دوگنا ہی عذاب ملے گا مگر تم کو معلوم نہیں ہے۔ یہ آیت ہادی غیر معصوم کی شان بروزِ حشر بیان کر رہی ہے اب جو شخص معصوم نہ تھا اور

امام اور پیشوائے خلق بن کر اُس نے خلق خدا کو گمراہ کیا ہے وہی اس آیت کا مصداق ہے۔ اور امام معصوم کبھی گمراہ نہیں کرتا ہے لہٰذا وہی امام ہے جو معصوم ہے۔

پینتالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۴/۵۰۔ دیکھو اس آیت میں خدا نے اُن لوگوں کا عذر قبول نہ فرمانے کا اظہار کر دیا جنہوں نے براہِ خطا کاری کے پیشوا یا امام کی پیروی اور تقلید کی تھی اور یہ بھی بخوبی معلوم ہے جو کوئی کسی کی پیروی کرتا ہے فقط ایک شبہہ کی وجہ سے کرتا ہے مراد یہ ہے کہ مقلد کو اُس پیشوا کے پیشوا ہونے کا گمان ہو کر تب اُس کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے۔ اب جو امام غیرِ معصوم ہے اُس کی پیروی میں بھی شبہہ ضروری ہے یعنی گمراہ کر دینا اُس سے کچھ بعید نہیں ہے عمداً خواہ سہواً یا براہِ جہالت پس ضروری ہے اُسی امام کی پیروی کی جائے جس کی امامت کا پورا یقین ہو اور وہی امام معصوم ہے دوسرا کوئی نہیں ہے جس کے امام اور ہادی برحق ہونے کا یقین ہو۔

چھیالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۵۲/۹۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۔ بہشت میں داخل نہ ہوں گی جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ سما جائے اور اسی طرح ہم کل مجرمین کو جزا دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں درآنا محال ہے ایسا ہی ان لوگوں کا بہشت میں جانا محال ہے۔

میں کہتا ہوں

چونکہ تمام مجرمین کا یہی حال خدا نے فرمایا ہے لہٰذا یہ مثال محال مطلق کی نہیں ہے بلکہ جس طرح خدا کو قدرت ہے کہ سوئی کے ناکہ کو اتنا بڑا کر دے کہ اونٹ اُس میں سما جائے یا اونٹ کو اتنا چھوٹا کر دے کہ ناکہ میں درآئے اُسی طرح مجرمین

کو بعد حساب اور کتاب اور عدلِ الٰہی کے قوائد پورا کرنے کے خدا کو اختیار ہے اُن کو داخلِ بہشت کرنے اور نہ کرنے کا پھر چونکہ امام معصوم ضرور بہشتی ہے اور ہر ایک غیرِ معصوم پر شبہہ عدمِ دخول بہشت کا ہے لہٰذا امام وہی ہے جو یقیناً جنتی ہو اور اس آیت کا مصداق نہ ہو سکے۔

سینتالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۵۳۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ خدایا ہم کو ہمراہ قوم ظالمین کے نہ کرنا۔ چونکہ ہر ایک ماموم (پیرو) اپنے امام کا جملہ افعال اور اقوال میں پیرو ہے اور اُس کے ہمراہ رہنے کی بدل خواہش دنیا اور آخرت میں کرتا ہے اور اُس سے جدا ہونے کا آخرت میں بھی خواستگار نہ ہوگا اور اس آیت سے ظاہر ہوا کہ ظالمین کی ہمراہی سے آدمی بیزار ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ظالم ہرگز نہیں ہو سکتا اور جو غیر معصوم ہے وہ ظالم ہے لہٰذا امام وہی ہے جو غیرِ معصوم نہ ہو یعنی معصوم ہو۔

اڑتالیسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۵۴۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو بعد ازانکہ اصلاح اہلِ زمین کی (رسول کے آنے سے) ہو چکی ہے۔ فساد برپا کرنا یہی ہے کہ اُمت کا اضلال کریں احکام خدا میں تغیر تبدل کر دیں یہ کام اُسی امام کا ہے جو غیر معصوم ہے جیسا کہ ہو چکا۔ لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

اُنچاسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۵۵۔ وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ ۔ ہر ایک راہ ٹیڑھی سیدھی پر جس کی نسبت تم کو وعدہ دیا جائے نہ ٹھہر جاؤ مراد یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر قائم رہو اور جو غیر معصوم ہے براہِ خطا کاری ہم کو ایسے خراب راہ دکھلا کر وعدۂ نجات کر سکتا ہے لہٰذا اُس کی پیروی کو یہ آیت منع کرتی ہے پس راہ وہی ٹھیک ہے جس کو امام

معصوم بتلاتا ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

پچاسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۵۶۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اگر اہلِ قریہ اور دیہاتی لوگ ایمان لاتے اور پرہیز گار ہوتے ضرور ہم اُن پر دروازہ ہائے برکات زمین اور آسمان کے کھول دیتے اور پر چند مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ تقویٰ بدونِ ہادی معصوم کے پورا نہیں ہوتا ہے اور تقررِ معصوم یہ فعل خدا کا ہے (دیکھو حصہ اول کی 60 دلیلوں کو خدا اپنے لطف سے معصوم کو مقرر کرتا ہے اس لئے کہ معصوم ہونے کا علم کسی بشر کا سوائے خدا کے نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ تقویٰ پر تو ہم کو خدا رغبت دلاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے اور دیگر آیات میں اور تقویٰ بدونِ تقررِ معصوم کے جیسا کہ مطلوبِ الٰہی ہے ہرگز ہو نہیں سکتا۔ پھر اگر خدا ہادی معصوم نبی اور امام مقرر نہ کرے تو یہ ترغیب اور تحریص محض عبث اور بیکار ہوگی اس لئے کہ جس کے سبب سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے امام معصوم اُس کو ہم نہ شناخت کر سکتے ہیں اور نہ مقرر کر سکتے ہیں اور فعلِ عبث سے خدا بری اور برتر ہے لہٰذا امام معصوم کا تقرر واجب ہوا۔

اکیانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۵۷۔ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ گرفت کی ہم نے ظالمین کی عذاب دردناک سے بسبب اُن کے فسق اور بدکرداری کے ہر ایک غیر معصوم پر شبہہ اس بدکرداری کا ہوتا ہے کرنا نہ کرنا دوسری بات ہے اور کوئی امام معصوم ایسا بدکردار ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے کہ امام معصوم کا تقرر تو ان بدکاریوں کے دفع کرنے کی غرض سے ہوتا ہے پھر اگر معصوم سے بھی گمان وقوع ایسی بدکرداری کا ہو کسی قول اور فعل میں اُس کے حکم کی بجا آوری میں اس کو اطمینان نہ ہوگا پھر اس کے ترک کرنے پر اس کو یقین نہ ہوگا اور یہ

بچے گا اس گناہ سے اور یہ رفعِ اشتباہ بدونِ یقینِ عصمتِ امام کے ہو نہیں سکتا لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

باونویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۲۷۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اٰمَانَاتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اے گروہِ مومنین خدا اور رسولؐ کی خیانت نہ کرو اور باہمی اپنے امانات کی خیانت بھی دانستہ نہ کرو۔ خدا اور رسول کی امانات میں خیانت نہ کرنی اور نیز اپنے باہمی امانات میں خیانت سے بچنا اس کا یقین اُسی پر ہے جو معصوم ہو (رسولؐ کی امانت آلِ رسولؐ اُن کے حق میں خیانت تو ایسی ہوئی کہ خدا کی پناہ کسی نبی کی آل سے ایسی پیش آمد نہیں ہوئی ہے۔ خیر اس دلیل کا منشا یہ ہے کہ امام غیر معصوم یا خلیفہ مصنوعی پر اشتباہِ خیانتِ امانتِ خدا اور رسولؐ و امانات باہمی کا ضرور ہے لہٰذا وہ امام نہ ہوگا۔

ترپنویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۶۴۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ۔ خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اوپر کی آیت میں خیانت کی تصریح ہو چکی اور غیر معصوم کا خائن ہونا بطورِ یقین یا اشتباہ معلوم ہو چکا لہٰذا امام وہی ہے جو بالیقین خیانت سے بری ہو جسے خدا دوست رکھتا ہے۔

چونویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۶۶۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَائِنِیْنَ خَصِیْمًا۔ ہم نے تم پر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو ساتھ حق کے نازل کیا تاکہ تم آدمیوں میں وہی حکم کرو جس کو خدا نے تم کو دکھلایا ہے اور خیانت کرنے والوں سے خصومت نہ کرو چونکہ امامِ تبلیغ احکام

الٰہی میں قائم مقام نبی کے ہے اگر مثلِ نبی کے معصوم نہ ہوگا اُمت کو اُس پر اعتماد تبلیغِ احکام میں کبھی نہ ہوگا تو اس لئے کہ اُس کا قول مفید ظن کا ہے اور ظن بحکم قرآن حق کو نہیں حاصل کرتا ہے اب جو غرض امام کے مقرر کرنے سے ہے وہ حاصل نہ ہو گی بلکہ جس غرض کو خدا نے اس آیت میں ذکر کیا ہے یعنی حکم کرنا آدمیوں میں جیسا کہ خدا نے نبی کو دکھلایا ہے اُس کی ضد مخالف غیر معصوم کے کہنے سے پیدا ہوگی اور ایسا ہادی مقرر کرنا خدا پر محال ہے کہ اپنی غرض کے منافی قائم کرے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

پچپنویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/ ۶۷۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ۔ تحقیق کہ یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اُس شریعت کی جو نہایت پائیدار ہے خدا کا ارادہ اس قرآن کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ اُمت کو وہ طریقہ بتلایا جائے جو پائیدار ہے اور وہ راہِ صواب ہے جس کے سوا اور کوئی راہ صواب ہونے کا احتمال نہ ہو اور وہ راہ بدون بتلانے کے یا جو کوئی قائم مقام نبی کے ہو کبھی معلوم نہیں ہو سکتی ہے اور جو شخص غیر معصوم ہے اُس سے ایسی راہ کا بتلانا بالیقین معلوم نہیں ہو سکتا لہٰذا واجب ہے کہ قائم مقام نبی کا (امام) وہ بھی معصوم ہو۔

چھپنویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/ ۶۸۔ فَبَشِّرِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ بشارت دو تم اے محمدؐ اُن لوگوں کو جو متوجہ ہو کر سنتے ہیں قول کو (قرآن کو) پھر پیروی کرتے ہیں اُس قول کی جو احسن ہے (بہت ہی خوب ہے) یہ وہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ صاحبانِ عقل ہیں چونکہ بہت سے آیتیں قرآن کی اور نیز اکثر احادیث مجمل ہیں اور اُن میں اختلاف رائے زیادہ ہے کہ احسن کون سے معنی

ہیں اور اس اختلاف رائے میں جو بوجہِ اجتہاد ظنی مجتہدین کے ہے ایک مجتہد کا قول دوسرے سے بہتر اور اولیٰ نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک مجتہد نے ظن پر عمل کر کے اپنی رائے قائم کی ہے اور سب کے اقوال کو جمع کر کے ایک حکم واحد کا پیدا کرنا یہ تو محال ہے اب ضروری ہے ایک ایسا مفسرِ آیات اور احادیث مجملہ کا ہو جس کی قول پر یقین ہو جائے یعنی معصوم ہو۔

ستاونویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۷۷۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ ۔ ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ سچے امر کی بشارت دو اور سچی بات سے خوف دلا دو اور دوزخیوں جہنمیوں کے حالات سے تم پوچھے نہ جاؤ گے۔ اب دیکھو کہ جو کچھ ہمارے نبی از قسمِ نجات اخروی یا عذابِ اخروی اور دیگر احکام الٰہی میں جن کے سبب سے آدمی طرف حق کے پہنچتا ہے جب تک اُن امور کا علم یقینی نہ ہو کیونکر اُس کا فائدہ ظاہر ہوگا اور غیر معصوم کا قول بیان احکام الٰہی میں ظن کا مفید ہوتا ہے اور ظن کبھی حق تک ہم کو پہنچانے میں کافی نہیں ہوتا ہے لہٰذا معصوم کی ضرورت ہے جس کے بیان پر یقین ہو۔ اسی طرح الفاظِ قرآن اور حدیث سے بھی جو معانی سمجھ میں آتے ہیں وہ بھی مفید ظن کے ہوتی ہیں ہاں اُن کی تصدیق اگر معصوم کردے تو ضرور یقین ہو جائے۔ لہٰذا امام مفسرِ احکام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں

ایک حدیث ہمارے نبی کی مشہور ہے۔ اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ ۔ ایک روز جناب امام صادقؑ سے کسی نے اس حدیث کی تصدیق چاہی آپ نے فرمایا کہ ہاں حدیث ہمارے جد کی ہے مگر تم لوگ اس کے معنی کیا سمجھتے ہو لوگوں نے کہا یہی اختلاف باہمی جو اُمت میں پڑے ہوئے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا اگر اختلاف رحمت ہے تو اتفاقِ اُمت عذاب خدا ہے۔ حالانکہ نبی واسطے اتفاق پیدا کرنے کے آئے

تھے یہاں اختلاف سے مراد آمد ورفتِ اُمت ہے بغرض تحصیل علم دین خدمت میں علمائے دین کے یہ رحمت ہے۔ اب کیسی سچی بات امام نے فرمائی اور کیسی بے عقلی کا وہ خیال تھا اور ہے جو اختلاف باہمی کو رحمت سے تعبیر کرتے ہیں۔

اٹھانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۹۷۔ امامؑ قائم مقام نبی کے ہے اور نبیؐ کا خلیفہ اور جانشین ہے اور جو غرض مقصود نبی کی ہے بعد وفات نبی کے وہ امام سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خدا امام کو حق کی ہدایت کے واسطے مقرر کرے جیسے کہ نبی کو اسی غرض کے واسطے مقرر کرتا ہے اور امام نبی کی طرف سے بشارت دینے والا اور خوف دلانے والا ہو جس طرح نبی خدا کی طرف سے بشیر اور نذیر ہوتا ہے پس جس طرح کہ نبی جمیع افعال اور اقوال اور جمیع اوامر اور نواہی میں حق پر ہوتا ہے اس کا خلیفہ بھی اسی طرح حق پر ہونا ضروری ہے اور غیر معصوم کا ایسا ہونا محال ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

اُنسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۹۸۔ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ لَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا۔ جو شخص بُرا کام کرے گا اُس کی جزا پائے گا آخر آیت تک امام کے تقرر سے غرض یہ ہے کہ مکلفین کے واسطے لطفِ خدا ہے کہ دو رتبہ اُن کو حاصل کرا دے۔ پہلی مرتبہ تو یہ ہے کہ اُن کو جمیع گناہوں کے کرنے سے روکے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ جمیع اطاعات اور عبادات کی بجا آوری اُن سے کرائے۔ پھر اگر امام معصوم نہ ہوگا وہ بھی مثلِ دیگر اشخاصِ اُمت کے ہو کر سب کے برابر ہوگا مراد یہ ہے جس طرح زید غیر معصوم تارکِ واجبات اور ارتکاب گناہ کا مستوجب ہے امام بھی ویسا ہی ہوگا اب جو حاجت مکلّف کو پیشوا کے تقرر سے ہے وہ رفع نہ ہوگی اس لئے کہ پیشوا کی ضرورت تو اسی وجہ سے ہے کہ ہماری خطا اور غلط فہمی کو دور کرے اور جب پیشوا بھی خطا کار ہے اور ہم بھی تو (ایک حمام میں سبھی ننگے) اب حاجت پوری نہ ہوگی۔ دوسری قباحت یہ ہے کہ اگر غیر

معصوم کا پیشوا ہونا کافی ہے پھر امام کی حاجت کیا رہی ہر شخص امام اور پیشوا اور ہر شخص ماموم اور اور پیرو (جیسے کہ سلطنت جمہوری کا حال ہے کہ ہر شخص بادشاہ اور ہر شخص رعیت اور یہ بھی اجتماع ضدین ہے) اب ایک کو ترجیح دوسرے پر محض ترجیح بلا مرجح ہوگی اور یہ محال ہے۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔

ساٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۹/۱۰۰ا۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلاً ۔ خدا وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب مفصل کو نازل کیا۔ اگرچہ خطاب بظاہر تمام افرادِ اُمت کی طرف ہے مگر واقعات سے اور ہماری لاعلمی سے اکثر احکام قرآنی کے ہمیشہ ہر زمانہ میں بلکہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ ثابت ہے کہ عام افراد اُمت تو درکنار خاص وہ لوگ جن کو دعویٰ قرآن دانی کا تھا جیسے ابن عباس اور ابن مسعود کل احکام قرآن کے یہ لوگ بھی عالم نہ تھے پڑھو تاریخ کو ہاں معصوم یعنی ائمہ علیہم السلام البتہ تمام احکام قرآن کو جانتے تھے اور ان کا علم اجتہادی نہ تھا بلکہ سینہ بسینہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کو پہنچا تھا وہ علم الیقین تھا اور اس وجہ سے حضور نے ارشاد فرمایا کوئی شخص افرادِ اُمت میں سے میری اہلبیتؑ سے علم میں آپ کو برابر نہ سمجھے۔ اس دلیل کو بطریقِ برہانِ منطقی ہم آئندہ پھر لکھیں گے۔

نواں سینکڑا بھی اسی دلیل پر ختم ہوگیا

چونکہ اس سینکڑے میں آیات کو زیادہ جناب علامہ نے لکھا لہٰذا ہم نے بھی اس سینکڑے کے دلائل زیادہ درج کر دیئے ہیں کہ ان کا سمجھنا آسان ہے۔

اکسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱ا۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔ ماں باپ سے احسان کرو اپنی اولاد کو فقر اور تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق

دیں گے اور تمہاری اولاد کو بھی اور فواحش (بدکاریوں) کے پاس نہ جاؤ ظاہری بدکاری ہو یا پوشیدہ۔ بدکاری کے لفظ عام ہے اس کی تفصیل ازروئے تحقیق کے سوائے معصوم کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور مجتہدین سے اُمت کا اختلاف شمار میں گناہوں کے از حد بڑھا ہوا ہے تا اینکہ اُسی فعل کو ایک مجتہد حرام کہتا ہے اور دوسرا اُسی کو واجب کہہ رہا ہے حالانکہ دونوں پر احتمال خطا کاری کا برابر ہے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے پھر خواہش سے بچنے کی کیا سبیل ہے سوائے اس کے کہ معصوم از خطا جس کو فاحشہ ارشاد کرے وہی فاحشہ ہے اُسی کے ارشاد میں ترجیح بلا مرجح کا خوف نہیں ہے لہٰذا امام معصوم کا ہونا واجب ہے اور یہی مراد ہے۔

باسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۲/۱۰۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جس نفس کے قتل کرنے کو خدا نے حرام کر دیا ہے اُسے قتل نہ کرو جب تک اُس کا قتل کرنا براہِ حق تم پر ثابت نہ ہو جائے مراد یہ ہے کہ وہ نفس ازروئے یقین کے واجب القتل جب تک نہ ہو ہرگز اُسے قتل نہ کرو اس آیت کی رو سے پوری احتیاط اجرائی حدود اور قصاص میں واجب ہے اور یہ احتیاط بدونِ قول امامؑ معصوم کے پوری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حدود اُسی معصوم کے سپرد ہیں اور قصاص وہی درست ہے جس کا حکم امام معصوم نے دیا ہے اور جب امام معصوم نہ ہوگا پھر احتیاط اور اُس کا یقینی حق پر ہونا کبھی معلوم نہ ہوگا لہٰذا اس آیت نے دلالت کر دی کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

تریسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۳/۱۰۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ یہ وہ بات ہے جس کی خدا تم کو وصیت کرتا ہے شاید کہ تم وصیت سمجھ کر اس کو سوچو اور سمجھو یہ تاکید حکم سابق کی ہے لہٰذا احتیاط پوری اجرائے حدود میں کرنی لازم ہے اور یہ بدونِ معصوم کے پوری نہیں ہو سکتی۔

چونسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۔یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (بغرضِ تصرف بیجا) ہاں اچھے ارادہ سے جس میں یتیم کا فائدہ ہے اُس کا مضائقہ نہیں اور یہ حکم امتناعی اس وقت ہے کہ یتیم اپنے نیک اور بد پہچاننے کے زمانہ تک پہنچ جائے یعنی بالغ اور عاقل ہو جائے۔ یہ آیت مال یتیم کے تصرف کو منع کرتی ہے پھر تصرف کو جو اچھا ہو اُس کا حکم بھی دیتی ہے اور تصرف نیک کا علم سوائے معصوم کے دوسرے کو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تصرف کرنے سے جو نتائج آئندہ پیدا ہوں گے اچھے یا بُرے اُن کو وہی جانتا ہے جس کو علم عواقب اُمور کا ہو جیسے خدا یا جس کو آئندہ امور کی خبر دے (نبی اور امام) پس جو آدمی معصوم نہیں ہے اُس کی تصرف کرنے میں کبھی اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تصرف اچھا ہے اور اس کا انجام اچھا ہو گا اسی وجہ سے یتیم کا ولی امام معصوم خدا نے مقرر فرمایا اس لئے کہ غیر معصوم جتنے آدمی فرض کرو سب خطا کاری میں برابر ہیں کسی کو ترجیح دوسرے پر نہیں ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے۔

میں کہتا ہوں

کورٹ آف وارڈس کا صیغہ جو سلطنت ہائے دنیوی میں جاتے رہے اُس کے حالات کو جو لوگ محکمہ کورٹ میں ملازم ہیں خوب جانتے ہیں اور کیسے کیسے امور ناجائز اس صیغہ میں ہیں غیر معصوم کیا محض غیر متدیّن اہلکاروں کی وجہ سے ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ کے حکام اگرچہ پوری کوشش بھی کریں مگر چونکہ وہ خود معصوم از خطا نہیں اور اُن کے ماتحت سونے میں سوہاگہ

سن چکے ہیں خوب اردوئے معلّیٰ کی زبان
ہم کو ناسخ سالہا صحبت رہی ہے میر کی

مجھ سے پوچھئے۔

پینسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۵۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِکَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۔ تم اے گروہِ مومنین مثل اُن کفار کے نہ ہو جاؤ جو کفر کے سوا اپنے اُن بھائیوں سے کہتے ہیں جب وہ پہلے سفر میں یا دشمنوں سے لڑیں (جہاد) تو وہ کفار کہتے ہیں اگر یہ ہمارے برادر ہمارے پاس ہوتے نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اور غرض اُن کی اس کہنے سے یہ ہوتی ہے کہ اُن کے دلوں میں اس کے سننے سے خدا حسرت پیدا نہ کردے۔ ایسے فریب دینے کی بات ہر ایک غیر معصوم کر سکتا ہے (جو سردار کسی لشکر وغیرہ کا ہو) اور امام معصوم کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا ہے لہٰذا وہی امام اور سردار سچا ہے جو معصوم ہو اس دلیل کی خوبی آیندہ کی دلیل سے بخوبی ظاہر ہوگی۔

چھیاسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۶۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ اور اگر تم راہِ خدا میں قتل کئے جاؤ یا مر جاؤ ہر آئینہ بخشش اور رحمت خدا کی جو تم پر بعوض شہادت کے ہوگی بہتر اُس سرمایۂ دنیوی سے جس کو فراہم کرنے کا۔ اس آیت میں مدح شہید راہِ خدا کی جو خدا کی راہ میں قتل کیا جائے یا مر جائے اور یہ مدح خاص اہلِ زمانہ نبی کے نہیں ہے اور تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ راہِ خدا میں جہاد عام ہے ہر زمانہ میں جبکہ امام افسر مجاہدین موجود ہو اور عقل اور شرع دونوں بھی تجویز کرتے ہیں کہ جہاد کا حکم دینے والا ایسا افسر ہو جو حکم جدال اور قتال دینے میں خطا نہ کرے اور جس کے حکم سے کوئی مومن شہید ہو جائے اُس کی شہادت سچ مچ راہِ خدا میں ہو اور کسی حرام کا شبہ اُس کے شہید ہونے میں پیدا نہ ہو اب یہ بات بجز حکم معصوم کے اور کسی غیر معصوم کے حکم میں

نہیں ہو سکتے اس لئے کہ غیر معصوم بے جا خونریزی کرانے سے محفوظ نہیں ہے بنظر اپنے خطا کاری کے لہٰذا جہاد کرنے میں وجودِ امام معصوم کا ضرور ہوا۔ اب اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ زمانہ غیبت امامؑ میں یا جب امام کی حکومت نہ ہو یعنی رعایا مطیع امام کی نہ ہو کیونکر ایسا جہاد ہو سکتا ہے گویا جہاد کا حُکم دینا خدا کا محض لغو ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام کا غائب ہونا یا اُن کا تسلط رعایا پر نہ ہونا یہ قصور علماء کا ہے خدا نے تو امام مقرر کر دیا جیسا کہ درکار تھا۔ اب رعایا کی نافرمانی اُس لطف خدا کو روکے ہوئے ہے جو امام کے ظہور اور تسلط سے ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں

بڑا شبہہ عوام کو اسی غیبت امامؑ سے پڑ رہا ہے اور بر سخت زبان دشمنِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کیسے کلمات ناسزا امام زمانؑ کی شان میں لکھ رہے ہیں حضرت نوحؑ کا قصہ تو قرآن میں موجود ہے۔ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۔ کہ نو سو پچاس برس اپنے اُمت میں رہے اور ہدایت کرتے رہے مگر ایسے شقاوت اُمت کی تھی کہ جب کشتی بنانے لگے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ سَخِرُوا مِنْهُ جو گذرتا قہقہہ زنی کرتا تھا اور تمسخر سے پیش آتا ہمارا بھی اور ہمارے مخالفین کا حال یکساں ہے۔ یہ مقام زیادہ تفصیل کا نہیں ہے فقط ایک ہی نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی جو قرآن میں درج ہے کافی ہے۔

اڑسٹھویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۸۔ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۔ خدا نے اُلٹا کر دیا اُن کو بسبب اُن کی بد اعمالی کے یا یہ کہ وہ کافر ہو گئے بعد اسلام کے جو غیر معصوم ہے اُس پر شبہہ ارتداد ہمیشہ قائم ہے جب تک وہ با ایمان دنیا سے نہ اٹھ جائے اور کفر باطنی یعنی نفاق اُس کا تو اشتباہ کبھی زائل ہو نہیں سکتا اور امام پر کبھی ایسا شبہہ نہیں ہو سکتا لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

اُنہترویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۰۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ہاں البتہ جو شخص محض رضائے خدا کی غرض سے مسلمان ہوا اور نیکوکار بھی رہا اُس کے لئے اجر اور ثواب خدا کی درگاہ میں ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ اُن کو حزن و ملال ہوگا۔ کوئی غیر معصوم ایسا نہ ہوگا کسی نہ کسی وقت اپنے زمانہ حیات میں کسی گناہ کی سرزد ہونے سے خوف زدہ نہ ہوا ہو اور کوئی معصوم ایسا نہیں جسے اپنی بدکاری کا خوف یا حزن اور ملال ہوتا ہو لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔ غیر معصوم کا خائف اور محزون ہونا یہ تو بدیہی امر ہے اور اس آیت سے یہ معلوم ہے کہ کسی وقت اُسے خوف اور حزن نہ ہو اور یہی مراد معصوم سے ہے۔ خوف نہ کرو سیاق نفی میں عام وارد ہے۔ یہ بھی مجھے کہہ دینا ضروری ہے کہ انبیاءؑ اور آئمہؑ کو جو خوفِ الٰہی ہوتا تھا یا دعا میں یا نماز میں گریہ و زاری فرماتے تھے یہ خوف اور رنج پناہ بخدا کسی معصیت کرنے سے نہ تھا یعنی وہ معصیت اور گناہ جس کو شریعت ظاہری گناہ تجویز کرتی ہے بلکہ اُن کا خوف اور اُن کا ابتہال اور ڈرنا خدا سے اور رونا اُس کے اسباب جداگانہ ہیں۔

جن کے رتبہ ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

اُن کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ وہ کسی ایسے گناہ سے توبہ کرتے تھے جن کو شریعت ظاہری گناہ تجویز کر چکی ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ وہ بھی فاسق تھے عادل بھی نہ تھے۔ لہٰذا کبھی اس کا خیال ہے اُن کی نسبت نہ کرنا چاہئے معصوم اور گناہگار۔

سترہویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۱۔ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا۔ جس وقت بیزاری کی تابعین نے اُن لوگوں سے جن کی پیروی کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بیزاری اپنے

مقتداء سے بدونِ کسی شبہہ معصیت کے نہیں ہوسکتی اور جو پیشوا امام غیر معصوم ہے اُس پر احتمال اس کی خلاف ورزی کا ہر دم لگا ہوا ہے اور کوئی امام جس کی پیروی خدا نے واجب کی ہے ایسا ہو نہیں سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

اکہترویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۲۷۱۔ گمراہ کی پیروی فعل ضلالت میں موجبِ حصولِ عقاب اخروی ہے پیروی کرنے والے کے واسطے اگرچہ پیروی کرنے والا جاہل کیوں نہ ہو (جاہل مسئلہ یا جاہل قانون معذور نہیں ہے) اس آیت سے یہ حکم پیدا ہوا اور جس شخص کی پیروی کرنے سے عذاب اور عقاب اُخروی کا اندیشہ ہو اُس کی پیروی سے ہر ایک امر و نہی میں امید نجات اخروی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اُس کا ہر ایک حکم بوجہِ معصوم نہ ہونے کے یقینی حکم خدا نہیں ہے اور امام جس کی اطاعت خدا نے ہر امر اور نہی میں مثلِ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واجب کی ہے اُس کے ہر حکم کی پیروی میں نجات کی امید یقینی ہے ورنہ اُس کی پیروی میں وثوق جاتا رہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

بہترویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۴۷۲۔ یَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کیوں پھرے جاتے ہو خدا کی راہ سے۔ اس آیت میں خوف دلایا گیا ہے اور مذمت وارد ہے ہر ایک شخص کی جو راہِ خدا سے پھر جائے اور حذر (احتیاط بچاؤ) کرنے کا حکم ہے ایسے شخص کی پیروی سے اور جو غیرِ معصوم ہے ممکن ہے کہ اُس کی پیروی میں بھی خوفِ ضرر ہو اور اُس کی پیروی سے ضرر اور اضرار کا دغدغہ ہر وقت رہتا ہے لہٰذا اُس کی پیروی واجب نہ رہے اب اُس کا امام مقرر کرنا بے فائدہ ہوا۔

تہتر ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۵۔ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۔ راہِ کجروی کو اختیار کرتے ہو ہر ایک غیر معصوم پر ایسے کجروی کا اشتباہ ہوسکتا ہے اور امام معصوم پر کبھی اس کا اشتباہ نہیں ہے ورنہ اُس کا مقرر کرنا موجبِ مفسدہ ہوتا لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔

چوہتر ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۱۶۔ غیرِ معصوم سے ممکن ہے اپنے پیرو کو بھی اسی راہ پر چلائے جو خدا کی راہ نہیں ہے اور یہی ضرر اُس کے پیرو کو پہنچے جو خود کو پہنچتا ہے اور امام سے ممکن نہیں کہ اپنے پیرو کو اُن سے ضرر کے پاس جانے دے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

پچھتر ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۲۲۔ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۔ تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور کتاب واضح کرنے والی تمام احکام کی آئی ہے۔ ایسی کتاب وہی ہے جس کے ذریعہ سے علمِ یقینی جمیع احکام کا حاصل ہو اور جو امام محکوم اس کتاب کی پیروی کرنے کا ہے وہ ضرور سب احکام یقیناً جانتا ہے اور غیر معصوم بالاجماع سب احکام کو نہیں جانتا ہے لہٰذا واجب ہے کہ امام معصوم ہو۔

چھہتر ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۲۳۔ يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ . اُسی کتاب مبین سے خدا ہدایت کرتا ہے اُس شخص کی جو پیروی کرے خوشنودی خدا کی۔ جب خدا نے فرمایا کہ خلائق کی طرف نور اور کتاب مبین آچکی ہے اب اُن کے آنے کے اغراض اور فوائد کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے اور وہ (۴) ہیں۔

(۱) پہلی بیان فرمایا کہ خوشنودیٔ خدا کی کن امور میں ہے اور وہ اطاعات کی بجا آوری احکام الٰہی کی پیروی کرنے سے۔

(۲) جو شخص خدا کی خوشنودی کا پیرو ہو اُس کو خدا سلامتی کی راہیں دکھلا دیتا ہے یا اُن راہوں تک پہنچا دیتا ہے۔ اور چونکہ لفظ سُبل کی جمع اور مضاف ہے لہٰذا مفید عموم کی ہے اور عموم جب ہی پورا ہوگا کہ آدمی جملہ احکام عقلیہ اور شرعیہ اور علوم تصوریہ اور تصدیقیہ میں پیرو خوشنودئ خدا کا ہو اور ہر امر میں صواب کا پابند ہو کر خطا نہ کرے۔

(۳) ایسے لوگوں کو خدا تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ظلمات بھی جمع اور معرف بلام ہے یہی عموم پر دلالت کرتی ہے جس سے لازم یہ آتا ہے کہ ہر قسم کی ظلمت اور تاریکی سے یعنی ہر ایک جہل سے اور ہر فعلِ قبیح کے کرنے سے خدا اُن کو بچاتا ہے اور چونکہ ترکِ واجب یہی ظلمت ہے لہٰذا اُن سے کوئی واجب ترک نہیں ہوتا ہے۔

(۴) اُن کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے جمیع امور میں اس لئے کہ یہ فقرہ بطور تاکید کے ہے جملہ امور گزشتہ مذکور ہیں لہٰذا اس کو بھی عام ہونا ضروری ہے۔ اب دیکھو کہ یہ سب باتیں سوائے معصوم کے اور کسی میں نہیں ہوسکتی ہیں اور نبی اور امام سب کو انہیں امور کی ہدایت کرتے ہیں لہٰذا اُن دونوں کی عصمت تو ضرور ہونی چاہئے پس امام معصوم ہے۔

ستترویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۲۴۔ یَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلُنَا۔ الایة اے اہلِ کتاب تمہارے پاس آیا ہے رسول ہمارا۔ رسول کے آنے کی جو وجہ ہے وہی امام کے تقرر کی وجہ ہے اور مقصد بھی ایک ہے اس لئے کہ خلائق جس قدر محتاج ان کی ہے کہ خدا کے احکام کوئی اُمت کو پہنچائے اسی طرح اُمت کو حاجت ہے کہ اُس شریعت کا کوئی محافظ بھی ہو اور معانی و مقاصد احکام کی توضیح کرے مراد شریعت کو اُسی حکم سے سمجھائے اور خود اس کا پابند ہو کر اور ان کو پابندی کر دے اب لازم ہے

کہ نبی اور امام دونوں معصوم ہوں تب بجا آوری ان امور کی ممکن ہوگی۔

اٹھترویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۲۵۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنَ۔ ہماری آیات (احکام) کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو (یا نہ خرید کرو) جو شخص نصِ قرآن مجید کے خلاف کوئی عمل کرے گا وہی اس آیت کا مصداق ہے یعنی تھوڑی قیمت پر حکم خدا فروخت کر دیا یہ فعل بھی خوف کرنے کا ہے اور اس کے کرنے والے کی پیروی سے بچنا بھی ضرور لازم ہے۔ اور جو غیر معصوم ہے اُس پر ہر وقت اس کا شبہہ رہتا ہے لہٰذا اُس کے قول پر نہ اُس کے حکم پر نہ اُس کے فعل پر اطمینان ہوسکتا ہے اور جب اطمینان نہیں ہے تو اُس کے امام ہونے سے جو غرض ہے وہ فوت ہوگی اور امام کی تقرر سے ہمیشہ غرض پوری ہوتی ہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

اُناسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۲۶۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حق کو پیرایہ باطل میں کر کے نہ چھپاؤ یا مراد یہ ہے کہ حق کو پوشیدہ کر کے باطل کا اظہار نہ کرو اور حق کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ امر حق ہے۔ ضروری ہے کہ امام میں یہ بری بات نہ ہو اور غیر معصوم میں اس کا نہ ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا۔ ایضاً امام تو ایسی باتوں کے مٹانے کے واسطے مقرر ہوتا ہے پھر ممکن نہیں ہے کہ اُس میں یہ خرابی ہو۔

اسی ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۲۷۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ اوروں کو تو نیکوکاری کا حکم دیتے ہو اور آپ عمل نیک کرنا بھول جاتے ہو اور کتاب خدا کو پڑھتے ہو پھر کیوں عقل سے کام نہیں لیتے

ہو جو کچھ اس آیت میں بیان ہے وہی اغراض ہیں امام کے مقرر کرنے کے اس لئے کہ نبی اور وصی نبی کے مقرر کرنے سے غرض یہی ہے کہ اُمت کو تمام افعالِ قبیحہ اور محرمات سے پاک کریں اور منجملہ اُن افعال کے یہ بھی بُری بات ہے اب اگر امام معصوم نہ ہوگا اپنے تزکیہ نفس میں دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہوگا اور چونکہ وہ دوسرا بھی غیر معصوم ہے اکثر اُس سے بھی برآمد کار نہ ہوگا اب دوسرا اور تیسرا اور چلا تسلسل محال۔ اسی طرح جو دوسرا آدمی غیر معصوم اپنے تزکیہ کی غرض سے مقرر کیا ہے وہ اور ہم دونوں برابر ہوئے پھر ایک کو ہادی بنانا ترجیح بلا مرجح ہے۔

اکیاسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۲۸۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ الیٰ قولہ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ جب ہم نے لیا تم سے عہد و پیمان کو آخر آیت تک۔ امام کا تقرر اس واسطے ہے کہ اُمت کو عہدِ میثاق پر قائم رکھنے کی ہدایت کرے اور اُن کو اس کے خلاف کرنے سے روکے اور منع کرے اور غیر معصوم سے ممکن ہے کہ خود بھی خلاف میثاق کرے اور لوگوں کو بھی عمداً خواہ سہواً یا بسبب جہالت کے اس عہد شکنی پر آمادہ کرے پس ہر گز اطمینان اُس کی طرف سے نہ ہوگا کہ سبب زیادہ کرنے عذاب اخروی کا نہ ہو اور اسی وجہ سے اُس کا پیرو انجام کار میں گرفتار اشد عذاب کا ہو جائے ہاں جس امام کی عصمت معلوم ہے اُس کی نسبت ہر گز ایسا گمان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہے اُس کی پیروی سے کبھی کوئی شخص خلاف میثاق نہیں کر سکتا کہ مستحقِ عذاب اُخروی کا ہو جائے۔

بیاسیویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۱۹۔ غیر معصوم ممکن ہے کہ دوزخی ہو جائے اور امام معصوم ہر گز دوزخی نہیں ہو سکتا لہٰذا چونکہ جس کے دوزخی ہونے کا شبہ ہے وہ امام نہیں ہو سکتا پس امام وہی ہے جس کے بہشتی ہونے کا یقین ہو۔

تراسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۳۰۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ۔ اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو تہلکہ کی دو قسمیں ہیں تہلکہ دنیا اور تہلکہ آخرت اور دونوں سے خدا نے خوف دلایا ہے اور منع کیا ہے دوسری قسم تہلکہ کی وہ زیادہ شدید ہے اور اُس سے بچنے کا زیادہ حکم امتناعی عقل اور شرع دونوں کا ہے اس لئے کہ دنیوی ہلاکت چند روزہ ہے اور اخروی ہلاکت دوامی ہے پھر جب امام غیر معصوم ہے اُس کی پیروی سے جہاد کرنا اور اجرائے حدود اور قصاص وغیرہ ہرگز قابلِ اطمینان نہ ہوگا لہٰذا مجاہد اپنے نفس کو دو طرح سے ہلاکت میں ڈالنے کا متحمل ہے خود مارا گیا تو اُس کا نفس ہلاکت بیجا میں پڑا اور دوسرے کو لوٹا مارا یہ تو اور بھی برا ہوا کہ حق الناس کا ذمہ دار ہوا لہٰذا جہاد کرنا بدونِ حکم امام معصوم کے تہلکہ سے بچنے کا کبھی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔........................

چوراسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۳۵۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۔ اُن کے دلوں میں مرض ہے خدا اُن کے مرض کو زیادہ کردے اور اُن کے واسطے عذاب دردناک ہے بسبب اس کے کہ وہ کاذب ہیں۔ جو غیر معصوم ہے وہ اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے اور معصوم کبھی ایسا نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ ہم سچوں کے ساتھ رہیں۔

پچاسیویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۳۶۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۔ جب اُن سے کہا گیا کہ زمین پر فساد برپا نہ کرو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں آگاہ رہو کہ

یہ لوگ ضرور مفسد ہیں مگر خود اپنے مفسد ہونے کو نہیں جانتے۔ ہم کو اس کے پوری شناخت غیر معصوم کے مفسد نہ ہونے کی کبھی ہو نہیں سکتی اس لئے کہ اُس کی اصلاح معاش اور معاد و ذاتی کی اُس سے اُمید یقینی نہیں ہو سکتی ہے آج کل کی مصلح اور ایفائے امر پوری نظیر ہمارے دعویٰ کی موجود ہیں لہٰذا ہادی اور مصلح سچ مچ وہی ہے جو معصوم ہو اور اُسی کی پیروی میں ہم کو اصلاح کا یقین ہے۔

چھیاسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۳۷۔ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۔اُس روز سے ڈرو (قیامت) جس دن کوئی نفس کسی دوسرے سے کوئی چیز جزا میں نہ دے گا اور نہ کسی کی شفاعت دوسرے کی نسبت قبول کی جائے گی اور نہ فدا (فدیہ) لیا جائے گا اور نہ اُن کی کوئی نصرت کرے گا۔ اُس روز سے ڈرنے کو لازم ہے ایسے اعمالِ خیر کرنا جن سے خدا راضی ہو اور ہماری باز پُرس میں وہی اعمال ہماری شفاعت کریں۔ یہ ڈرنا ہولِ قیامت سے مخصوص کسی زمانہ کے خلائق سے نہیں ہے اور بجا آوری افعال خیر کی بدون ہدایتِ معصوم کے نہیں ہو سکتی جس کے قول پر وثوق اور علم یقینی ہو اور یہی امر موجب عصمت امام ہے جس کی پیروی کا ہم کو خدا نے حکم دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یا تو کوئی زمانہ ایسا ہے جس میں امام نہ ہو کہ جس کے قول اور فعل پر ہم کو پورا اطمینان ہے یا ایسا کوئی زمانہ نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں ایک امام موجود ہے۔ پہلی صورت یعنی کوئی زمانہ وجودِ معصوم سے خالی ہے وہ تو محال ہے اس لئے کہ پھر ہم اس آیت کی مطابق عمل خیر کی بجا آوری اور معاصی کا ترک کسی کی پیروی سے کریں۔ رہی دوسری صورت کہ ہر زمانہ میں امام موجود ہے اب وہ امام یا تو معصوم ہے یا معصوم نہیں ہے معصوم نہ ہونا امام کا یہ حکمتِ الٰہی کی منافی ہے جیسا کہ برابر ہم ثابت کر رہے ہیں اور منافی حکمت کا ہونا محال ہے اور اگر وہ امام ہر زمانہ کا

معصوم ہے یہی ہمارا مطلوب ہے کہ زمانہ وجودِ امام معصوم سے خالی نہیں ہوسکتا۔
اب رہا یہ کہ اگر امام موجود ہے اور مخفی ہے (غائب ہے) تو اس کے ہونے سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کا کام تقرر امام کا ہے اور اطاعت اس کی اُمت کا کام ہے خدا مجبور کسی کو اطاعت پر نہیں کرتا اب سبب غیبت کا ہماری بداعمالی ہے اور یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے ہم کو تو امام کا معصوم ہونا اس کتاب میں ثابت کرنا درکار ہے رہا اس کا حاضر اور غائب ہونا یا دوسرا مسئلہ ہے۔

ستاسی ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۳۸۔ وَلَا تَتَّخِذُوْا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۔ آیاتِ الٰہی کی تمسخر نہ کرو۔ جو غیر معصوم ہے ممکن ہے کہ یہ فعل بد اُس سے صادر ہو اور کوئی امام معصوم ہرگز ایسا نہیں کرسکتا لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

اٹھاسی ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۰۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ جو شخص خدا پر اور قیامت کے آنے پر ایمان لایا۔ یعنی مبدا اور معاد کا قائل ہوا اور نبی اور امام اسی کی تعلیم اور ہدایت کے واسطے مقرر ہوتے ہیں اور آخر آیت کا یہ ہے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ یعنی خدا پر اور قیامت آنے پر ایمان لا کر عمل نیک بھی کیا۔ ایسے لوگوں کے واسطے اجر خدا کی درگاہ میں ہے اور کچھ خوف اُن کو نہ ہوگا اور نہ کچھ رنج اُن کو ہوگا۔ پھر ایسا طریقہ نبی اور امام کی ہدایت سے اُس وقت ہم کو مل سکتا ہے اور بے خوفی ہم کو اُسی وقت ہوسکتی ہے کہ نبی اور امام کو بے خطا ہونے پر امور ہدایت میں ہم کو یقین ہو اور دعوت یعنی بلانا نبی اور امام کا اُسی راہ پر یقینی ہو جس راہ پر خدا ہم کو بلاتا ہے لہٰذا دونوں کا معصوم ہونا واجب ہے ورنہ وثوق اور اعتماد نہ ہوگا۔

نواسویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۱۔ لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ دینِ اسلام میں زبردستی اور مجبور کرنا نہیں ہے (پکڑ پکڑ کے مار مار کر مسلمان کرتے پھرو) ہدایت کے امور گمراہی سے جدا کردیئے گئے اب یا تو مراد یہ ہے کہ جملہ امورِ ہدایت امورِ ضلالت سے جدا کردیئے گئے یا کچھ کئے گئے اور کچھ نہیں دوسری بات تو محال ہے۔ دووجہ سے اول تو یہ کہ ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے اس لئے کہ بعض امور ضلالت کا بیان کرنا اور بعض کا نہ کرنا آخر اس کی وجہ کیا گمراہی تو ہر قسم کی بری ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بعض امورِ ضلالت کا بیان خلاقِ عالم نہیں کیا ہے اور ہماری عقل ناقص پر اُن کی شناخت کو چھوڑا ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے ہم کب ایسے ہیں کہ اپنی عقل ناقص سے اُن امور کی شناخت کرلیں اب تو اکراہ فی الدین ثابت ہوگا اور آیت اس کی نفی کرتی ہے اب ظاہر ہوگیا کہ خدا نے راہِ صواب کو جمیع احکام میں بیان فرما دیا ہے اب بیان فرمانا خدا کا قرآن مجید میں اگر مراد ہے تو اُس میں مجملات اور متشابہات اور تاویلات اور محملات اور اسی طرح احادیث بھی مشتمل انہیں باتوں کی ہیں کہ بیان احکام جزئیہ اور تصدیق میں کافی نہیں لہٰذا ضرورت قرآن ناطق (امامؑ) کی ہے جو ان سب کی پوری تفسیر اور توضیح کرتا رہے۔ اب اگر وہ امام معصوم نہ ہو اُس کا قول بیان نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اشتباہ غلط فہمی اور غلط بیانی کا اُس پر قائم ہے۔

نوے ویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۲۔ خدا تعالیٰ حکیم ہے اور حکمت اُس کی پوری ہے اور عالم جمیع معلومات کا ہے اور غنی مطلق ہے کسی طرح کی حاجت اُس کو نہیں ہے اُس کی اقوال اور افعال میں کوئی ایسی چیز نہیں ممکن ہے کہ اُس کی حکمت کی منافی ہو کیا ایسے حکیم دانا سے غیر معصوم کی اطاعت کرنے کا حکم جمیع افعالِ واجبہ اور محرمہ میں اپنے

بندوں کو ہو سکتا ہے حالانکہ خدا کو معلوم ہے کہ یہ غیر معصوم قدم قدم پر خطا کار ہے اور اکثر احکام سے جاہل ہے خواہشہائے نفسانی میں گرفتار ہے پس محال ہے کہ خدا ایسے کی اطاعت کا حکم اپنے بندوں کو دے لہٰذا امام معصوم ہے۔

اکانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۳۔ یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۔ خدا جس کو چاہتا ہے حکمت اور دانائی عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی جائے خیر کثیر اُسی کو دی گئی ہے۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ سب چیزوں کا علم واقعی حکیم کو ہو یعنی ہر چیز کی اصلیت اُسی کو معلوم ہو تصور ماہیت اور تصدیق اور واقع کرنا افعال کا بطورِ مناسب بلکہ بطریقِ واجب اور ترک کرنا نامناسب امور کا اور کسی تصور اور تصدیق میں خطا نہ کرنا جمیع احکام الٰہی کا علم صحیح اُس کو ہونا کبھی کسی امر میں عمداً اور سہواً اور جہالۃً خطا نہ کرنے یہی شان حکیم کی ہے۔
اب امام یا تو حکیم ہے اور خدا نے اُس کو حکمت اور خیر کثیر دیا ہے یا نہیں نہ دینا تو محال ہے اور دیا ہے تو ضرور معصوم ہے اس لئے کہ معصوم سے مراد یہی اجتماع اوصافِ مذکورۂ بالا ہے۔

بانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۴۔ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ ۔ جو لوگ اُن میں سے ظالم ہیں اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اس آیت میں حکم ہے کہ ظالموں سے نہ ڈرو اور خدا سے ڈرو خدا سے ڈرنا یہی ہے کہ اُس کی اطاعت کرو۔

اب میں کہتا ہوں

کہ غیر معصوم ظالم ہے تو اُس کی اطاعت حرام ہے اور امام معصوم ظالم

نہیں ہے اور اُس کی اطاعت واجب ہے خدا کے خوف سے لہٰذا امام معصوم کی اطاعت کا حکم بھی اسی آیت سے پیدا ہوا اور غیر معصوم کی اطاعت کی حرمت بھی ثابت ہوگئی پس امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

ترانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۶۔ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا ۔ جس طرح سے ہم نے تم میں اپنا رسول بھیجا ہے۔ نہایت درجہ کی غرض رسول کے بھیجنے کی یہی ہے کہ اُمت کو گناہوں سے پاک کر دے اور سچے احکام شریعت کی اُن کو تعلیم کرے اور کل گناہوں سے پاک ہو جانا اسی وقت ہوگا جب اُمت رسول کی اطاعت پوری پورے کرے۔ پھر چونکہ امامؑ نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اگر اُس میں ایسی ہدایت کی لیاقت نہ ہوگی اُس کو ہادی اُمت بنانا بھی اچھا نہ ہوگا اس لئے کہ اُس کے غیر معصوم ہونے سے بعض احکام کی جہالت کا شبہ اُمت کو ہوگا اور خطا کاری کی اشتباہ سے اُس کی عظمت قلوب میں نہ ہوگی لہٰذا اُس کا امام بنانا فعل عبث ہے۔

چورانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۷۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ جو لوگ ہمارے بینات اور احکام کو چھپاتے ہیں اُن کو خدا اور خدا کا بندہ لعنت کرتے ہیں۔ اور یہ کام اخفائے آیات بینات کا غیر معصوم سے ممکن ہے لہٰذا اُس پر لعنت کرنے کا جواز بھی ہو سکتا ہے اور امام معصوم پر کبھی لعنت (دوری رحمت خدا سے) کا گمان بھی نہیں ہو سکتا لہٰذا وہی امام ہے۔

پچانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۴۸۔ غیر معصوم سے ممکن ہے کہ جس غرض سے وہ مقرر ہوا ہے اُس کا خلاف ظاہر ہو یعنی اظہار احکامِ الٰہی منزل من اللہ کے خلاف احکام ظاہر کرے اور

ممکن ہے کہ جو حکم خدا نے نازل کیا ہے اُسی کو چھپا ڈالے اور دونوں فعل کا کرنے والا اس کو اُن دونوں بدکرداری سے بچنے کا نہ خود اُس کو براہِ جہالت یا بنظرِ خطاب اجتہادی یقین ہے نہ اُس کی پیروی اور مقلدین کو اب معلوم نہ ہوگا کہ یہ امام ہے امام ہونے کا یقین تو معصوم ہونے سے ہوتا ہے۔

چھیانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۴۹۔ سلیس تقریر منطق سے ہم دلیل سابق کو یوں لکھتے ہیں غیر معصوم کو اظہارِ احکام الٰہی کرنا ممکن ہے اور نہ کرنا بھی ممکن ہے اور امام معصوم کو اظہار کرنا احکام الٰہی کا واجب ہے اور نہ کرنا محال (حرام) ہے اب کھلا ہوا نتیجہ یہی ہے کہ غیر معصوم قطعاً غیر امام ہے یعنی امام نہیں ہے۔

ستانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/۵۰۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَلَایَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ۔جن لوگوں کے دلوں میں انحراف حق سے ہے وہ قرآن کے متشابہات کی خواہش بغرضِ فتنہ انگیزی اور بغرض پھیر دینے اور پلٹ دینے مراد خدا کے کرتے ہیں اور متشابہ کی تاویل کو خدا جانتا ہے یا وہ لوگ جانتے ہیں جو علم احکام الٰہی میں راسخ ہیں یہ آیت تو صاف صاف کہہ رہی ہے کہ قرآن کا سمجھنا خاص کام انہیں لوگوں کا ہے جو کہ راسخین فی العلم ہیں یعنی جن کو علم قرآن یقینی طور سے ہوتا ہے تعلیم الٰہی سے نہ کہ اجتہادِ ظنی سے۔ اب معلوم ہوا کہ غلط تاویل کرنے قرآن کی گمراہی اور ضلالت ہے جس سے خدا پورا خوف دلاتا ہے اور ہر ایک غیر معصوم سے غلطی تاویل قرآن میں ممکن ہے اور امام معصوم سے کبھی تاویل میں غلطی ہو نہیں سکتی لہٰذا وہی امام برحق ہے۔

اٹھانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۵۱۔ وَغَرَّهُمْ فِي دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ اُن کو فریب دیا ہے امور دین میں اُسی افترا نے جس کے وہ کاربند ہو رہے تھے۔ غیر معصوم ہے افترا کی فریب میں پڑ سکتا ہے اور امام معصوم کبھی فریب خوردہ ہو نہیں سکتا اس لئے کہ افترا سے وہ بری ہے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

ننانویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۵۲۔ نبی کی پیروی کرنی واجب ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ۔ کہہ دواے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو میری پیروی کرو جب خدا کی محبت کا اقرار ہم سب کو ہے یعنی ہم سب اس کے مدعی ہیں کہ خدا کو دوست رکھتے ہیں لہٰذا نبی کی پیروی بھی واجب ہوئی اسی پر اجماع کلِ امت کا ہے اور نصِ قرآن سے بھی ثابت ہوا اور امام کا تقرر اسی غرض سے ہے کہ نبی کی پیروی پر اُمت کو یقینی ہدایت کرے جس پیروی سے محبت خدا کے حصول کا بھی پورا یقین ہو اور غیر معصوم سے ممکن ہے کہ ایسی ہدایت کرے جو یقیناً پیروی رسول کے حصول کا سبب ہے اور جس سے محبت خدا کے درجہ یقین پر ثابت ہو لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

سویں دلیل دوسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۵۵۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۔ خدا مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ خوب جاننے سے یہ مطلب ہے کہ جو لوگ بظاہر مدعی اصلاح بین الناس ہیں اور اُن کے باطنی اغراض جو عوام پر مخفی ہیں اُن کو بھی خدا جانتا ہے یا براہ غلط کاری وہ لوگ مدعی اصلاح ہیں اور دراصل اُن کی اصلاح کا انجام مفسدہ ہے اُسے بھی خدا خوب جانتا ہے اب معلوم ہوا کہ اس آیت سے مراد وہی غیر معصوم جس کا فساد کرنا

ایسا ہو اور امام معصوم کو بھی خدا خوب جانتا ہے کہ وہ کس طرح مفسد نہیں ہوتے لہٰذا امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

یہاں تک ہمارے ترجمہ کی دوسو دلائل پورے ہو چکے اب تیسرا سینکڑا شروع ہوتا ہے خدا انجام بخیر کر دے۔

تیسرا سینکڑا

پہلی دلیل تیسرے سینکڑے کی

۹/۵۶۔ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۔ جھوٹوں پر ہم سب مل کر لعنت کریں غیر معصوم ممکن ہے کہ جھوٹ بول کر ملعون ہو جائے اور امام معصوم کا جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہے پس وہ ملعون نہیں ہو سکتا لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا۔

دوسری دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/۵۸۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۔ پھر جو شخص تم سے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجت کرے یعنی بحث ومباحثہ کرے بعد اس کے کہ تم کو علم یقین ہو چکا ہے اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حجت کرنے اور بحث مباحثہ اُسی چیز پر کرنا چاہئے جس کی نسبت علم یقینی ہو اور غیر معصوم کا قول اور فعل دونوں سے علم قطعی نہیں ہوتا ہے لہٰذا اُس کے قول اور فعل سے استدلال اور احتجاج نہیں ہو سکتا یعنی اُس کا قول اور فعل حجت نہیں ہے اور امام معصوم کا قول بھی حجت ہے اور فعل بھی لہٰذا واجب ہے کہ معصوم ہو۔

میں کہتا ہوں

آیت کا تو مطلب یہ ہے کہ جس کو علم کسی چیز کا ہو اُس سے دوسرا شخص مقابل جس کو علم نہیں ہے اگر مباحثہ کرے تو یہ صاحب علم اُس سے مباہلہ طلب کرے

گا جیسا کہ نصاریٰ انجران سے جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور جناب علامہ نے اس آیت کو عصمت امام کی دلیل ٹھہرائی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کو جب قول معصوم سے کسی حکم کی دلیل مل جائے اور دوسرے کو غیر معصوم کا قول یا فعل اُسی حکم پر ملا ہو اب اگر وہ ہمارا مقابل ہم سے اسی حکم میں مباحثہ کرے گا اُس کی وہی مثال ہے جو نصاریٰ انجران کے مناظرہ کی جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اور خلاصہ یہ ہے کہ غیر معصوم کا مقلد اُس کے پاس حجت نہیں ہے اس لئے کہ اُس کا پیشوا امام غیر معصوم خود حجت نہیں ہے پھر وہ قابل پیروی کے نہ رہا قابل پیروی کے وہی امام معصوم ہے جس کا قول اور فعل حجت ہے۔

تیسری دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/۶۰۔ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَمِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَاهُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بات خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ دروغ بھی غیر معصوم سے ہوسکتا ہے اور امام معصوم سے کبھی ایسا دروغ صادر نہ ہوگا لہٰذا غیر معصوم امام نہ ہوگا یعنی امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

چوتھی دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/۶۲۔ ہر ایک معصوم کی پیروی بالضرور ہدایت ہے اور کسی غیر معصوم کی پیروی ضروری نہیں کہ ہدایت ہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ اُس کی پیروی سے گمراہی پیدا ہو لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا پس امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

پانچویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/۶۵۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ۔ یہ تمہارے واسطے محض بشارت ہے اور تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطمینانِ قلب بھی مطلوب ہے خصوصاً احکام شرعیہ میں اور جس

احکام کی بنا محض سماعت پر ہے یا کہ وہ امور جن کے بجائے اور یا ترک کرنے کی ہماری عقل ہم کو حکم دیتی ہے اور یہ اطمینانِ قلب بدونِ معصوم کے ہو نہیں سکتا اور اگر امام معصوم نہ ہو جو غرض نصب امام سے ہے یعنی اطمینان قلب وہ فوت ہو جائے اور اُس کی نقیض پیدا ہو اور یہ محال ہے۔

چھٹی دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۶۷۔ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا۔ الایة جن لوگوں نے ہجرت کی اپنے گھر چھوڑے اور یا اپنے گھروں سے نکال دئے گئے اور لڑے کفار سے کہ اُن کو قتل کیا یا خود مارے گئے ان سب کا مونس غرض وہی ہے جبکہ راہ خدا میں یہ صدمات آدمی اُٹھائے اور یقین اس کا ہو کہ ہاں یہ جہاد رضائے الٰہی میں ہوا ہے اب اُس وقت اس کا بھی یقین ہوگا کہ غرضِ الٰہی پوری ہوئی اور جو وعدہ فرمایا ہے کہ اُن کے گناہوں کا یہ جہاد کفارہ ہو کر بہشت میں داخل ہونے کی امید یقینی ہوگی اور جو جو وعدہ خدا نے اسی آیت میں کئے ہیں وہ سب پورے ہوں گے اب جس وقت امام دعوتِ جہاد کرے تو انہیں امور کا یقین ہونا درکار ہے اور یقین اس امر کا دعوت جہاد محض رضائے الٰہی کی غرض سے ہے (کوئی طمع نفسانی اور نہ کسی اور غرض فاسد کی راہ سے۔ یاد کرو تاریخی واقعات جہاد ہائے اسلامیہ کے زمانہ خلفا میں اور پڑھو کتب اہلسنت کو) اُسی وقت ہوگا کہ امام معصوم ہو ورنہ ضرور شبہ پیدا ہوگا اور اطمینانِ قلب نہ ہوگا اور مطلوب یہی دونوں امر ہیں کہ دعوت امام کے محض لوجہ اللہ ہو اور ہم کو اطمینانِ قلب بھی ہو جائے ورنہ جہاد سلطنت ہوگا اور ملک گیری مطلوب ہوگی اور بہانہ یہ کہ اسلام کا جھنڈا گڑ گیا جیسے تیمور لنگ اور سید سالار محمود غزنوی اور عالمگیر وغیرہ کی جہادات۔

ساتویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/ ۷۲۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ فَاحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ جب کوئی

حکم کرو بطور فیصلہ) آدمیوں کے درمیانی جھگڑوں میں تو عدل اور انصاف سے حکم دو۔ غیر معصوم پر ضرور شبہہ خلاف عدل حکم دینے کا ہے اور امام معصوم کبھی خلاف عدل حکم نہیں دیتا ہے لہٰذا حاکم اور امام وہی ہے جو معصوم ہو۔

آٹھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۰/۸۸۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الآیة ۔ یہ ہماری سیدھی راہ ہے اسی کی پیروی کرو۔ دیکھو خدا نے طریقہ صواب اور نجات کا جملہ احکام شرعیہ اور عقلیہ میں وہی ایک سیدھی راہ پر چلنے کا ہے اور فرما دیا ہے کہ اختلاف تجویزات میں اضلال اور گمراہی صراط مستقیم سے ہے اور اس اختلاف سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ یہ فرمانا خدا کا کہ تم کو راہِ خدا سے یہ اختلاف جدا کردے گا خوف دلاتا ہے کہ سوائے طریق مستقیم کی اور کسی راہ کی پیروی نہ کرو۔ اب یہ راہِ راست پر چلنا اس کا یقین یا تو نبی کی ہدایت سے ہے اور بعد نبی کے امام معصوم کی ہدایت سے ہوگا لہٰذا امام کا معصوم ہونا واجب ہوا۔

یہاں تک

دسواں سینکڑا کتاب الفین کا تمام ہوا۔ اب گیارہویں سینکڑے کے دلائل شروع کرتا ہوں۔

نویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۲/۱۱۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی اور اُن کی نصرت اور امداد (آخر آیہ تک) امام کا تقرر اسی واسطے ہوتا ہے کہ رسول کی پیروی پر اور اُن کے ساتھ جو نور نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی پر اُمت کی دعوت کرے۔

لہٰذا نبی میں اور امام معصوم کے تقرر میں اختلاف نہ ہوگا اور غیر معصوم سے

اس امر کی صحت کا یقین نہیں اور نہ اس کے حصول کا یقین ہے اب اُس کا امام مقرر کرنا بے فائدہ ہوگا لہٰذا عصمت امام کی واجب ہے تاکہ نبی کی پیروی پوری ہو۔

میں کہتا ہوں

دیکھو نبی تو کہہ رہے ہیں کہ قرآن اور اہلبیتؑ کی پیروی کرو اور غیر معصوم کہہ رہے ہیں حسبنا کتاب اللہ۔ ہمارے واسطے قرآن کی پیروی کافی ہے اب نبی کی پیروی اور اُن کے اعزاز کی کب امید ایسے کہنے والوں سے ہوسکتی ہے۔

دسویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/ ۵۔ قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ ۔الآیۃ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں پیروی اُسی حکم کی کرتا ہوں جس کی مجھے وحی ہوتی ہے۔ یہ کہلانا خدا کا نبی سے اس واسطے تھا کہ اُمت پر نبی کا فرمانا عین فرمان خدا کا ثابت ہو اور یہ فرق نہ کریں کہ جو کچھ نبی ارشاد فرماتے ہیں اور قرآن میں نہیں ہے وہ حکم خدا نہیں ہے بلکہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وحی الٰہی سے اور آپ کے فرمانے میں بصیرت کے امور ہیں اور ہدایت و رحمت خدا اور اس بات کا یقین اُسی کو ہوگا جو حضور کو معصوم جانے اور اس کا معتقد ہو کہ اس کے خلاف کبھی نبی نہ کریں گے اور جس کو آپ کی عصمت کا عقیدہ نہیں ہے وہ تو ہر طرح کا شبہہ آپ کے قول اور فعل پر کرسکتا ہے پھر امام کا بھی وہی حال ہے۔

گیارھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/ ۱۶۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۔اے گروہِ مومنین خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور حکم رسولؐ سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم اُس حکم کو سن رہے ہو۔ اس آیت میں حکم خدا اور رسولؐ کو سن کر نہ ماننے کو حرام فرمایا۔ اب دیکھو کہ حکم خدا اور رسول کا واجب الاتباع وہی

ہے جس کے سننے سے یقین اس کا ہو کہ یہ حکم خدا ہے اور یہ یقین اُسی وقت ہوگا کہ سنانے والا معصوم ہو ورنہ فاسق کی خبر کی پیروی کو خدا نے منع فرمایا ہے اور اُس کی تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اِذَا جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوْا۔ اور ہم نے دلیل ۷۹/۱) میں لکھ دیا ہے کہ فاسق سے مراد غیر معصوم ہے اس لئے کہ جو غیر معصوم ہے اُس کی خبر ہی پر یقین نہیں ہوسکتا ہے اگرچہ عادل اور ثقہ بھی ہو لہٰذا یہ آیت غیر معصوم کی خبر سے روگردانی کو منع نہ کرے گی۔ پھر چونکہ نبی کی خبر وحی کی متابعت واجب ہے اور یقین اُسی کے سچ ہونے پر ہے اور امام قائم مقام نبی کے ہے لہٰذا امام کی خبر وحی بھی ایسی ہی ہونی ضروری ہے۔ اب عصمت امام کی مثل عصمت نبی کے واجب ہوئی تاکہ اُس کی خبر وحی سے بھی علم حاصل ہو اور اُس سے روگردانی' حرام ہو جس طرح نبی کے قول سے حرام ہے۔

بارھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/۷۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ خدا اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنے آپس کی امانت میں جان بوجھ کر بھی خیانت نہ کرو۔ خیانت کو حرام فرمایا ہے بعد علم کے اور علم سے مراد یہ ہے کہ اُس کا امانت ہونا اور اُس امانت کی خیانت کا حرام ہونا یقینی ہو لہٰذا واجب ہے کہ خدا کوئی ذریعہ بھی ایسا پیدا کر دے جس سے ہم کو علم امانت اور اُس میں حرمت خیانت کا ہو جائے اور یہ طریق اور ذریعہ وہی نبی ہے جس کے قول پر یقین اُس کی معصوم ہونے سے ہوتا ہے اور امام اُس کا جانشین ہے لہٰذا اُس کا بھی معصوم ہونا واجب ہے تاکہ اُس کا قول بھی مفید علم و یقین کا ہو۔

تیرھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/۱۶۔ جو غیر معصوم ہے اُس کا منافق ہونا ممکن ہے اور کسی امام کا منافق ہونا ممکن نہیں ہے لہٰذا غیر معصوم امام نہیں ہوسکتا۔ غیر معصوم کا منافق ہونا اس لئے

ممکن ہے کہ زبان سے اقرار شہادتین کا ہرگز کافی ثبوت ایمان قلبی کا نہیں ہے اس لئے کہ دل کا حال سوائے خدا کے کون جانتا ہے۔ دیکھو قرآن کو۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ۔ اعراب میں بھی منافق تھے اور بعض اہلِ مدینہ یعنی بستیوں کے رہنے والے پلے سرے کے منافق تھے جن کو ہمارے نبی بھی نہ جانتے تھے اور اللہ اُن کو جانتا تھا۔ اور جب خدا نے نبی کو اُن کی شناخت کرائی تب حضورؐ نے اُن کے نام حذیفہ کو بتلائے۔ چونکہ اس کتاب میں مطاعن (بمعنے عیب) صحابہ اور خلفائے غیر معصوم کا لکھنا مجھے منظور نہیں ہے لہٰذا میں حوالہ دیتا ہوں اُن کتب کا جو نفاق کے بیان میں علمائے شیعہ لکھ چکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کو منافقین کا علم نہ تھا تو ہم تم کس شمار میں ہیں بس اسی قدر ہم کو اس رسالہ میں لکھنا کافی ہے۔

چودھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/۱۷۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نہیں جائز ہے کہ اپنی طرف سے حکم خدا کو بدل دوں میں تو پیروی اُسی کی کرتا ہوں جس کی وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی اپنے رب کی کروں بروزِ قیامت عذاب میں گرفتار ہوں۔ اس آیت سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ حضور کا قول اور فعل اور ترک فرمانا جس چیز کا اور تقریر (یہ ایک اصطلاح اہلحدیث کی ہے یعنی جو کام حضرت کو کرتے ہوئے دیکھیں اُس کی روایت کرنی بھی جائز ہے اور بمنزلہ قول رسول کے ہے چنانچہ فرمایا۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔ نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھو شاید یہ ان لفظ تقریر سے بھی مراد جناب علامہؒ کی ہو یا کہ تفسیرِ حکم الٰہی کی جو بذریعہ وحی آپ کو پہنچا ہے) حضرت کی اُس بارے میں جو وحی الٰہی سے متعلق ہو اور یہ پابندی اتباع وحی کی

احکام شرعیہ میں قطعاً واجب ہے اور امام قائم مقام رسولؐ کے ہے اُس کو بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے پس عصمت خدا سے رسولؐ اور امام دونوں کی واجب ہوئی اور یہی مطلوب ہے۔

پندرھویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/۱۹۔قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۔ کہہ دواے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ عمل کرو (اچھا یا برا) قریب ہے کہ خدا تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور رسول اور مومنین بھی دیکھیں گے۔ مومنین سے مراد کل مومنین نہیں ہوسکتے اس لئے کہ دیکھنے سے مطلب نگرانی اعمال خیر اور شر کے ہے اور نگرانی کا کام حاکم کا ہے لہٰذا بعض مومنین مراد ہیں وہی مومنین جن کی نگرانی مساوی نگرانی رسولؐ کے ہو لہٰذا وہی بعض مومنین مراد ہیں جو معصوم ہوں اور خطا نگرانی میں نہ کریں۔ اب یہ بعض یا تو امام ہے یا غیر امام۔ غیر امام تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ اُس کو حکومت اور نگرانی کا حق نہیں ہے لہٰذا وہی امام مراد ہے۔

میں کہتا ہوں

اسی آیت سے تصدیق اُن احادیث کی ہوتی ہے جو آئمہ نے فرمایا ہے کہ ہم پر اعمالِ مومنین فرشتے عرض کرتے ہیں اور کتب اہلسنت سے بعض روایائے صادقہ بھی ہم کو ملے ہیں کہ جن سے ائمہ علیہم السلام پر عرض اعمال کا ثبوت ہوتا ہے پڑھو ہماری کتاب مائتین کو۔

سولہویں دلیل تیسری سینکڑے کی

۱۱/۱۹۔وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۔الآیۃ۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں جنھوں نے عمل نیک اور بد کو باہم ملا دیا ہے۔ کبھی عمل نیک اور کبھی عمل

بدکرتے ہیں یہی لوگ غیر معصوم ہیں جن کو امام اچھی اور بری باتوں کی تعلیم کرتا ہے اور اُس کی تعلیم کے صحیح ہونے کا یقین اُسی وقت ہوگا کہ وہ خود نیک اور بد میں غلط نہ کرے لہذا وہی معصوم ہے۔

سترہویں دلیل تیسرے سینکڑے کی

۱۱/۳۰۔ وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ اَوْ یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ۔ کچھ لوگ امیدوار حکم خدا کے (بروزِ حشر) ہوں گے یا تو اُن کو خدا عذاب میں گرفتار کرے یا اُن کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ اور یہ وہی غیر معصوم فرقہ ہے جس کی ہدایت کے واسطے امام مقرر ہوا ہے تا کہ اُن کو ایسے امور کی شناخت کرادے جو موجب عذاب الٰہی ہیں کہ اُن سے بچنا اور اگر کر چکے ہیں طریقہ توبہ کی تعلیم کردی اور راہِ نجات کو بتلا دے پس امام اس گروہ میں نہیں ہوسکتا جو غیر معصوم ہے۔

حصہ دوم ختم ہوا

شکر خدا جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا آسان دلائل کو (۱۰۳۵) دلیلوں سے منتخب کر کے (۲۱۷) دلائل لکھے اب تیسرا حصہ اور چوتھا حصہ شروع کروں گا اُس میں بھی اس کا التزام ہے کہ جو دلائل مرکب قضایائے بسیطہ سے ہیں اور نقیض اور عکس مستوی اور عکس نقیض اور نتیجہ کے اختلاف کا جھگڑا منطقیین کا اُن میں نہیں ہے اُن کو تیسرے حصہ میں اور جھگڑے کے دلائل کو چوتھے حصہ میں درج کروں گا تا کہ طلباء علوم کو تعلیم علم برہان کی ہوجائے اور منطق الشفا اور شرح مطالع کی حاجت نہ رہے۔

خاتمہ

یہ بھی مجھے منظور ہے کہ جس امام کی عصمت کا اثبات ان دلائل سے کیا گیا ہے بذریعہ آیاتِ قرآنیہ اور دلائلِ عقلیہ کے اُس امام کی چند صفات بھی لکھ دوں

تا کہ دونوں فریق اُن کو مطالعہ کریں۔

معصوم ہونا کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ اُس کے لوازم اور اسباب پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم خدا تو نہیں ہے مگر جس قدر کام خدا کی خدائی ثابت کرنے کے ہیں سب اُس کی ذات سے خدا نے متعلق کر دیئے ہیں چنانچہ شافعی نے کہہ دیا۔

كَفٰى فِيْ فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٍّ
وُقُوْعُ الشَّكِّ فِيْهِ اَنَّهُ اللّٰهُ

یہی بات فضیلتِ علیؑ میں کافی ہے کہ آپ کے خدا ہونے میں لوگوں کو شک ہو رہا ہے۔ غالی اور صوفی اور نصیری کے اقوال سے تو میں توبہ کرتا ہوں۔ ہاں اپنے امام برحق علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے جو شان امام اور امامت کی بیان فرمائی ہے اُس کو اس رسالہ کے خاتمہ میں لکھ دینا موجب خاتمہ بالخیر ہونے سے اپنے رسالہ کا خیال کرتا ہوں اور مومنین کی جلاءِ قلوب اور تنویر بصیرت کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

عبدالعزیز بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ بمقام مَرو ہمراہ اپنے سردار اور امام کے تھے ابتدائے ورود مَرو میں بروز جمعہ مسجد جامع میں ہمارا جلسہ ہوا اور اُس میں ہمارے چند مخالفین بھی شریک تھے اور مسئلہ امامت کا ذکر چھیڑا اور کثرتِ اختلاف جو امت میں دربارۂ امامت ہے وہ بیان ہوتا رہا اُس جلسہ سے اُٹھ کر میں خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا اور اُن تجویزوں کو اور باہمی تکرار کو بحضور امامؑ عرض کر دیا امام علیہ السلام نے تبسم فرما کر فرمایا کہ اے عبدالعزیز یہ لوگ جاہل ہیں اور اپنی تجویزوں سے فریب خوردہ ہیں یا لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ خدا نے اپنے نبی کی قبض روح کرنے سے پہلے اُس کے دین کو کامل کر دیا کہ نبی پر قرآن ایسا اُتارا کہ جس میں واضح بیان ہر چیز کا ہے حرام اور حلال اور حدود اور احکام اور کل امور جن کی آدمیوں کو حاجت ہے چنانچہ فرمایا خدا نے کہ ہم نے قرآن میں بیان کرنے سے کسی

چیز کی کمی نہیں کی اور حجۃ الوداع جو آخر عمر رسول تھا اُس میں یہ آیت نازل کی آج کے روز تمہارے دین کو ہم نے کامل کیا اور اپنی نعمت کا اتمام کر دیا اور اسلام کے دین سمجھنے پر تم سے ہم راضی ہوئے یہی امرِ امامت ہے جس سے دین پورا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے مرنے سے پہلے اُمت کی جملہ معالم دین کو بیان فرما دیا اور اُن پر راہِ حق واضح فرما دیا اور میانہ یعنی بیچ کی راہ سچی پر چلنے کو اُمت کی ہدایت فرمادی کہ علی علیہ السلام کو نشان راہِ حق اور امام مقرر کر دیا اور جملہ امور محتاج الیہ اُمت کے بیان میں کچھ کمی نہیں فرمائی۔ جس کا یہ گمان ہے یا یہ قول ہے کہ خدا نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا وہ کتاب خدا کو رد کرتا ہے اور جو قرآن کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے (مومن نہیں ہے) کیا یہ لوگ امامت کی قدر کو اور اُس کا بلند مقام عقولِ اُمت سے پہچانتے ہیں کہ اُن کو اختیار امام بنانے کا اجماع اور مشورہ سے ہو سکتا ہے۔

امامت

کی قدر بڑی ہے اور شان اُس کی عظیم ہے اور مکام اُس کا برتر اور اُس تک پہنچنے کو منع کرنے والی ہے اور اُس کا ملنا بہت دور ہے کہ آدمی اپنی ناقص عقول سے یا اپنی تجویزوں سے وہاں تک پہنچیں اور کسی کو اپنے اختیار سے امام بنالیں۔

امامت

وہ درجہ ہے جس سے خدا نے پہلے حضرت ابراہیمؑ خلیل کو بعد اُن کے نبی ہونے اور خلیل ہونے کے امامت سے مخصوص فرمایا لہٰذا امامت درجۂ سوم اور فضیلت آخری ہے جس سے اُن کو مشرف فرمایا اور کہہ دیا کہ میں تم کو اے ابراہیم امام بنانا چاہتا ہوں خلیلؑ نے فرطِ سرور سے اس رتبہ کے ملنے سے عرض کی اور میری ذریت میں سے بھی کسی کو یہ رتبہ ملے گا خدا نے فرمایا کہ ظالمین کو میرا عہدِ امامت نہیں ملے گا اس آیت نے ظالم کی امامت کو تا قیامت باطل کر دیا اور برگزیدگانِ الٰہی کا یہ عہدہ ہو گیا پھر حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے یہ بزرگی دی کہ اُن کی ذریت میں

سے ارباب صفوۃ اور طہارت کو پیدا کیا چنانچہ فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۔ دیا ہم نے ابراہیم کو فرزند مسمی باسحاق اور یعقوب عطیہ بلا وجوب استحقاق اور سب کو ہم نے نیکو کار بنا دیا۔ وَجَعَلْنَاهُمْ آئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَوٰةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ۔ ان سب کو ہم نے امام ہادی اپنے امر کا بنایا اور اعمال نیک کرنے کی اُن پر وحی کی اور نماز برپا کرنی اور زکوٰۃ دینے کا اُن کو پابند کر دیا اور یہ سب لوگ خاص ہماری عبادت کرتے تھے۔ یہ امامت ہمیشہ ذریت ابراہیم میں چلتی رہی بعض اولاد کو بعض سے ایک قرن گذر کر دوسرے قرن میں پہنچتے پہنچتے تا اینکہ اس کا وارث خدا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما دیا چنانچہ کہتا ہے إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۔ قریب تر اس منصب میں ابراہیم کے وہ لوگ ہیں جو اُن کی تابع ہے (اعقاب میں) اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اُسی طرح قریب تر ہیں اور وہ لوگ جو پورے مومن ہوئے اور خدا ولی اُنہیں مومنین کا ہے۔ اب یہ عہدہ خاص ہمارے نبی کا ہو گیا۔ پھر اپنے بحکم خدا امامت کو علی علیہ السلام کو عطا کیا اُسی طریقہ سے جو خدا نے رسم جاری کی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اب ہوگی امامت ذریت علیؑ میں اُن لوگوں کا عہدہ جو برگزیدۂ خدا میں ایسے برگزیدہ جن کو خدا نے علم اور ایمان دیا ہے چنانہ فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۔ اور کہا اُن لوگوں نے جن کو علم اور ایمان دیا گیا ہے اب تم ٹھہر گئے کتاب خدا (قرآن) کی ہمراہی میں قیامت تک اب یہ امامت اولاد علیؑ میں قیامت تک رہے اس لئے کہ اب کوئی نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ ہوگا (جس کی ذریت میں امامت قائم ہو) پھر کہاں سے اختیار امام بنانے کا ان جہال کو (خلاف قرآن) حاصل ہوا

امامت

مرتبہ انبیاءؑ کا وارث اوصیائے انبیائےؑ کا ہے۔

امامت

خلافتِ خدا اور خلافتِ رسولؐ اور مقام امیر المومنینؑ اور میراث حسنؑ اور حسینؑ کی ہے (نہ بطریقِ میراث دنیوی)

امامت

سے دین استوار ہوتا ہے اور مسلمین کا نظام درست ہوتا ہے اور دنیاوی امور کی اصلاح اور مومنین کی عزت ہوتی ہے۔

امامت

اسلام کی ایسی جڑ ہے جو بالیدگی پا رہی ہے اور شاخ ایسی ہے جو بلند ہو رہی ہے۔

امامؑ

ہی کے ذریعہ سے نماز اور زکوۃ اور روزہ اور جہاد اور حج قائم رہتا ہے اور فئے (یعنی پس انداز جو ہو) اُس کی زیادتی اور صدقات کی افزونی حدود اور احکام کا جاری کرنا چور گھلٹیاں جدھر سے مخالفین کا حملہ اسلام پر ہو اُن کو روکنا محافظ مقرر کر کے (آدمی ہوں یا دلائل اور براہین)۔

امامؑ

حلالِ خدا کو صحیح طور پر حلال اور حرامِ خدا کو حرام بتلاتا ہے اور حدودِ خدا کو قائم کرتا ہے دینِ خدا پر جو حملہ ہو اُسے دفع کرتا ہے اور راہِ خدا کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت کرتا ہے اور حجتِ بالغہ (پوری دلیل) سے اُسی کی دعوت ہوتی

ہے جس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

امامؑ

وہ آفتابِ عالمتاب ہے جو اپنے نور سے عالم کو جلا اور روشنی دیتا ہے اور یہ آفتاب ایسے افق (جائے طلوع) پر ہے جہاں تک دست درازی کسی کی نہیں چل سکتی اور نہ آنکھیں اُس نور کو پورا پورا دیکھ سکتی ہیں یا مراد یہ ہے کہ کسی کی حکومت یا نظر بد اُس کو پہنچ نہیں سکتی ہے۔

امامؑ

چاند ہے روشنی کرنے والا اور چراغ ہے جس کی لو شگفتہ ہو اور نور ہے جو پھیلا ہو اور ستارہ ہے جو تاریکی میں راہ نما ہو اور شہروں کی میانہ راہ اور ویران جنگلوں اور دریاؤں کی لہروں میں ہدایت کرتا ہے۔

امامؑ

وہ آبِ شیریں ہے جو عینِ تشنگی میں پیاسے کو ملے اور دلالت کرنے والا ہدایت کا اور ہلاکت سے بچانے والا۔

امامؑ

گویا گرم آنچ ہے گرم مقامات پر اُس کے واسطے جو سردی سے کانپتا ہوا تاپنے کے درپے ہو اور مہالک میں ایسی دلیل ہے جو اُس سے جدا ہو ہلاکت میں پڑے گا۔

امامؑ

وہ ٹکڑا ہے بادل کا جو برسنے والا ہو اور وہ بدلی ہے جو بڑی بڑی بوندوں سے برسے اور بدلی کی دھوپ جو خوب صاف ہوتی ہے اور چھت سایہ دار اور وہ زمین ہے جو ہموار یا وسیع ہو اور وہ چشمہ ہے لبریز اور چشمۂ پُر آب باغِ سرسبز۔

امامؑ

انیس۔ رفیق۔ یعنی ہمنشین نرمی سے صحبت کرنے والا ہے اور بمنزلۂ پدرِ مہربان اور برادرِ حقیقی کے اور وہ مادر ہے جو کہ چھوٹے بچوں پر دل دادہ ہو (مراد یہ ہے کہ امام کو رعایا سے ایسی محبت ہوتی ہے جیسی ماں کو چھوٹے بچوں سے) بندوں کی جائے پناہ مصائب۔

امامؑ

امینِ خدا ہے خلق میں اور حجتِ خدا ہے اُس کے بندوں پر اور خلیفۂ خدا ہے بلاد والٰہی میں خدا کی طرف اسی کو بلاتا ہے خدا کی عظمت حرم محترم پر جو حملہ کرے اُسے دفع کرتا ہے۔

امامؑ

گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری علمِ الٰہی سے مخصوص حلم (عقل) سے نامزد دین کا منتظم باعثِ عزتِ مسلمین حفیظ میں ڈالنے والا منافقین کا باعثِ ہلاکتِ کفار۔

امامؑ

یگانہ اپنے زمانہ کا نہ کوئی اُس کا مقابل ہوسکتا ہے اور نہ کوئی عالم اُس کے علم سے برابری کرسکتا ہے نہ اُس کا کوئی برابری کرنے والا نہ اُس کا کوئی مثل نہ کوئی نظیر ہوسکتا ہے۔ ہر ایک فضل اور بزرگی سے مخصوص ہے بدون اس کے کہ اُس بزرگی کو کسی سے طلب کیا ہو یا کسب اور اکتساب سے اُس کو حاصل کیا ہو (بلکہ محض خداداد اور وہبی طور سے) جو خاص طریقہ خدائے بخشندہ کا ہے۔

میں کہتا ہوں

یہ گیارہ فقرات بعد گیارہ امام کے ارشاد ہوئے جو حالت ظہور ائمہؑ سے تعلق رکھتے ہیں اور بارہویں امام منتظرؑ کے خاص اوصاف چونکہ جداگانہ ہیں اُن کا

ذکر اس حدیث میں نہیں فرمایا جب امام ایسے کمالات سے متصف ہے پھر کون شخص ایسا ہے کہ جو ان صفات کو پہچان کر اُس کو اپنا امام بنائے اور اپنا امام اُس کو اختیار کرے۔ افسوس صد افسوس عقلیں آدمیوں کی گمراہی میں پڑیں اور سرگردانے دانش کو ہوئی اور خیران میں عقل سنجیدہ آگہی عقل اور حلم اور لُب یہ تین درجہ جدا جدا ادراک کے ہیں۔

جن کی تفصیل طولانی ہے چشم ہائے بینا تھک کر رہ گئی ہیں کہ سچے امام اور جھوٹی میں فرق نہیں کرتی ہیں بڑے بڑے نامی لوگ اس مقام پر چھوٹے ہو گئے اور حکمائے نامی کو تحیر ہو گیا اور بڑے بڑے دانشمندوں کی ہمت قاصر ہو گئی اور بڑے بڑے خطیب واعظ کی زبان کند ہو گئی بڑے بڑے صاحبانِ عقل جاہل ہو گئے بڑے بڑے شاعروں کی زبان کند ہو گئی بڑے بڑے ادیب خوش بیان عاجز اور بڑے بڑے بلیغ فصیح تھک گئے کہ چھوٹی سے چھوٹی شان امام کی بیان کرسکیں یا کوئی ادنیٰ سی فضیلت امام کی ظاہر کر دیں اور سبھوں نے عجز اور تقصیر کا اقرار کر دیا۔ کیونکہ پوری صفت امام کی کوئی نہ کر سکے اور کیونکر اُس کی کنہ حقیقت کو کوئی دریافت کر سکے یا کوئی امر امام کے امور میں سے سمجھ سکے یا کوئی اور غیر امام اُس کی قائم مقامی کر سکے اور جو کام امام کرسکتا ہے یہ غیر امام اُس کے کرنے میں خلائق کو امام سے بے پرواہ کر دے ہرگز ایسا نہیں اور کیونکر ہو سکے اور کہاں ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ امام اُس کے کرنے میں خلائق کو امام سے بے پرواہ کر دے ہرگز نہیں اور کیونکر ہو سکے اور کہاں ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ امام اُس دور مقام پر ہے جیسے نجم یعنی ستارہ (شاید مراد اس نجم سے زحل ہے جو خاص امیر المومنینؑ اور دیگر اوصیائے انبیائے علیہم السلام کا ہے جیسا کہ احتجاج طبرسی میں سعد منجم کی حدیث میں وارد ہے) جو کسی کے ہاتھ میں نہیں آسکتا ہے یعنی کسی کا دسترس امامت تک نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کے صفت کرنے سے اُس کی پوری صفت ہو سکتی ہے۔ پھر کہاں اُمت کا اختیار رہا امام کے مقرر کرنے

میں اور کہاں ہیں وہ عقول جو اپنی تجویز سے ایسے امام کو بنائیں اور کہاں ایسا امام پایا جاتا ہے کیا ان لوگوں کو گمان ہے کہ سوائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی امام ہوسکتا ہے (مراد یہ ہے کہ جب امام کا ہمیشہ نسل انبیاء سے ہونا اور اُس کا تقرر منجانب اللہ ہونا نقل اور عقل دونوں سے ثابت ہے پھر امت کو اختیار امام بنانے میں کیونکر ہوسکتا ہے (ترجمہ حدیث بقدرِ ضرورت یہاں تک ہو چکا)

(۴۶عقائد)

اب میرا ارادہ ہے کہ مختصر خواص اور محامد اوصافِ ائمہ علیہم السلام کو بھی لکھ دوں کہ ہمارے گروہ حق پژوہ (پختہ) کو امام کی نسبت کیسا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور وہ بزرگوار کیسے تھے......

پہلا عقیدہ

یہی ہے کہ حجتِ خدا خلق پر بدونِ امام کے قائم نہیں ہوتی۔

(۲) زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی۔

(۳) اگر زمین پر فقط دو ہی آدمی باقی ہوں ایک اُن میں سے امام ضرور ہوگا۔

(۴) خلقِ خدا پر گواہی دینے والے بروزِ قیامت ائمہ علیہم السلام ہوں گے۔

(۵) ہادیانِ برحق یہی گروہ ائمہؑ کا ہے۔

(۶) والیانِ امرِ خدا اور خزینۂ علم الٰہی ائمہ علیہم السلام ہیں۔

(۷) خلیفۂ خدا زمین پر اور وہ دروازے جدھر سے آنے کا حکم خدا نے دیا ہے حضرات ائمہ علیہم السلام ہیں۔

(۸) ائمہؑ نورِ الٰہی ہیں۔

(۹) ائمہؑ ارکان زمین کے ہیں۔

(۱۰) بندگانِ محسود جن کا ذکر قرآن میں ہے یہی برگزیدۂ خدا ہیں پڑھو۔ اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ الآيَة۔

(۱۱) علامات جن کی قرآن میں خدا نے ذکر کیا ہے یہی ائمہ علیہم السلام ہیں۔

(۱۲) آیاتِ الٰہی جو قرآن میں مذکور ہے انہیں ائمہ علیہم السلام سے مراد ہے۔

(۱۳) خدا اور رسولؐ نے ان کے ساتھ رہنے کو فرض کیا ہے یہی ائمہؑ ہیں۔

(۱۴) اہلِ ذکر جن سے خدا نے سوال کرنے کا حکم دیا ہے یہی حضرات ہیں۔

(۱۵) جس گروہ کو خدا نے علم سے موصوف کیا ہے اُن سے مراد یہی گروہ ہے۔

(۱۶) راسخین فی العلم سے مراد یہی لوگ ہیں۔

(۱۷) جن کو خدا نے علم دیا اور اُن کے دلوں میں علم راسخ ہو گیا ہے یہی گروہ مراد ہے۔

(۱۸) جن کو خدا نے برگزیدہ مصطفین الاخیار ارشاد کیا ہے اور اپنی کتاب کا اُن کو وارث کر دیا ہے یہی آئمہ علیہم السلام ہیں۔

(۱۹) قرآن مجید میں دو امام کا ذکر ہے ایک امام جو خدا کی طرف بلاتا ہے دوسرا امام جو دوزخ کی طرف دعوت کرتا ہے۔ خدا کی طرف بلانے والے یہی ائمہ معصومینؑ ہیں۔

(۲۰) متوسمین (خیال کرنے والے یا فراست سے امور کو دریافت کرنے والے) جن کو خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے یہی ائمہؑ ہیں اور حدیث اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ ۔ کا مصداق سب سے پہلے امام ہے۔

(۲۱) اعمالِ خلائق روزانہ نبی اور ائمہؑ پر عرض کئے جاتے ہیں۔

(۲۲) ائمہؑ معدنِ علم اور شجرۂ نبوّت ہیں۔

(۲۳) ایک امام دوسرے امام سے علم کو بوراثت پاتا ہے۔

(۲۴) ہمارے نبی کا علم اور جمیع انبیاءؑ اور اوصیائے انبیائے گزشتہ کا علم سب آئمہؑ کو ہے۔

(۲۵) جتنی کتابیں خدا نے اتاریں سب ائمہؑ کے پاس ہیں اور باوجود اختلاف زبان کے سب کو ائمہؑ جانتے ہیں۔

(۲۶) اسمِ اعظم کا علم خدا نے اُن کو دیا ہے۔

(۲۷) آیاتِ انبیاؑء سب ان کے پاس ہیں۔

(۲۸) صلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہؑ کے پاس ہے جس کی مثال

تابوت بنی اسرائیل کی ہے۔

(۲۹) صحیفہ اور جفر جامع اور مصحفِ فاطمہؑ سب ان کے پاس ہے۔

(۳۰) سورہ قدر (انا انزلناہ) میں جو نزول ملائکہ کی خبر خدا دیتا ہے انہیں ائمہؑ پر اُن کا نزول مراد ہے جو ہر شب قدر کو ہوتا ہے۔

(۳۱) ہر شب جمعہ کو ائمہؑ کا علم بڑھتا ہے۔

(۳۲) اگر ان کا علم زیادہ نہ ہوا کرتا جو کچھ علم اُن کو تھا وہ کم ہو جاتا یا جاتا رہتا شاید مراد یہ ہے کہ تجدد واقعات کی وجہ سے تعلیم جدید اگر نہ ہوتی تو علم امام میں نقص عائد ہوتا اور اسی وجہ سے قرآن اور حدیث تنہا ہدایت میں کافی نہیں ہے بدونِ امامؑ کی چنانچہ اوپر کے دلائل میں گزر چکا۔

(۳۳) جتنے علوم ملائکہ کو خدا نے تعلیم کئے ہیں اور انبیاءؑ اور رسولوں کو وہ سب ائمہؑ کے پاس ہیں۔

(۳۴) علمِ غیب جو ائمہ کو ہے وہ علم اُن امور کا ہے جس پر مشیتِ الٰہی جاری ہو چکی اور غیب مخصوص بخدا وہ اور ہے۔ حدیث حمران میں اس اس کی تفسیر یوں وارد ہے کہ علمِ غیب مخصوص بخدا وہی ہے جس کی نسبت الٰہی قضا وقدر جاری نہیں ہوئی ہے اور ابھی اُس شے کو خدا نے پیدا نہیں کیا اور نہ ملائکہؑ کو اُسے بتلایا ہے اس کو سوائے خدا کے کوئی فرشتہ یا نبی نہیں جانتا ہے اور بعد امضائے مشیت کے اُسی کا علم انبیاءؑ اور ملائکہ کو ہوتا ہے۔

(۳۵) ائمہؑ جس وقت کسی چیز کا جاننا چاہتے ہیں اُس کا علم اُن کو ہو جاتے تھے۔

(۳۶) آئمہؑ کو اپنے مرنے کا علم تھا اور یہ بھی جانتے تھے کہ اپنے اختیار سے وہ مریں گے مراد یہ ہے کہ جب انجام جملہ امور مفوضہ امامت کا وہ کر لیتے تھے تب خدا سے اپنے مرنے کی تمنا کرتے تھے اور اپنی خواہش سے مرتے تھے۔

(۳۷) جو کچھ دنیا میں ہو چکا اور جو کچھ کہ ہونے والا ہے سب کا علم امامؑ کو ہوتا ہے اور کوئی شے اُن سے مخفی نہیں رہتی (جو متعلق با انجام دہی عہدۂ امامت کے ہے)

(۳۸) جو کچھ خدا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھلایا وہ سب ہمارے

نبی نے بحکم خدا اپنے وصی امیر المومنینؑ کو سکھلا دیا۔

(۳۹) اگر امامؑ پر کوئی شخص کسی چیز کے چھپانے کا قصد کرے تو امام اُس کو ہر ایک اُس کی نافع اور مضر چیز کی خبر دے دیا کرتا ہے۔

(۴۰) امرِ دین کو خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہؑ کی طرف رجوع کرنے کو سپرد کیا ہے۔

(۴۱) امامؑ سابق کے جمیع علوم کو امامؑ لاحق آخر دقیقہ حیات امامؑ سابق میں جان جاتا ہے۔

(۴۲) ہر ایک امامؑ علم اور شجاعت اور طاقت میں برابر ہے۔

(۴۳) ہر ایک امامؑ اپنے بعد جو امامؑ ہوگا اُسے جانتا ہے اور امانات کے ادا کرنے کا جو حکم خدا نے قرآن میں دیا ہے مراد اُس سے یہی ہے کہ ایک امامؑ دوسرے امامؑ کو امانت سپرد کر دے۔

(۴۴) امامت عہدِ الٰہی ہے جس کا خدا نے۔ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۴۵) آئمہؑ کوئی کام نہیں کرتے اور نہ کیا ہے مگر جس کا عہد خدا سے ہوا ہے۔

(۴۶) ہر ایک امام کو نام بنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر کر دیا ہے۔

آخری دُعا

خداوند ہمارے جملہ برادران ایمانی کو انہیں عقائد پر اُس وقت تک قائم رکھ جب تیرا سامنا اُن کو ہوگا۔ اور تمام اپنی خلائق کو توفیق دے کہ انہیں عقائد پر استواری کے ساتھ قائم ہو جائیں۔

بحرمة النبی و آله الامجاد و آخر دعونا ان الحمد لِلّٰه رب العالمین و صلی اللّٰه علیٰ محمد و آله المعصومین وسلم تسلیماً کثیرا

غلام حسنین

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

فہرست

فہرست (حصہ دوم)